تفہیم کتاب وسنت

19

کتاب اللباس والحجاب

جائز وناجائز لباس، مسئلہ داڑھی، شرعی حجاب کی تفصیل
اور زیب وزینت سے متعلقہ قدیم وجدید مسائل کا بیان

لباس وحجاب کی کتاب



وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ (القرآن)

تالیف وتخریج:
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

از تحقیق وافادات:
علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

فقہ الحدیث پبلیکیشنز
FIQHULHADITH PUBLICATIONS

تفہیم کتاب وسنت
19
کتاب اللباس والحجاب

جائز و ناجائز لباس، مسئلہ داڑھی، شرعی حجاب کی تفصیل
اور زیب و زینت سے متعلقہ قدیم و جدید مسائل کا بیان

لباس و حجاب کی کتاب



وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ (القرآن)

تالیف و تخریج:
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

از تحقیق و افادات:
علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

FIQHULHADITH PUBLICATIONS

FIQHULHADITH PUBLICATIONS

تاریخ اشاعت ——— نومبر 2011ء

مطبوعہ ——— چاچا حمید پرنٹرز لاہور

ناشر

فقہ الحدیث پبلیکیشنز

لاہور - پاکستان

<u>*Phone*</u>: **0300-4206199**

E-mail: fiqhulhadith@yahoo.com

Website: www.fiqhulhadith.com

ملنے کا پتہ

نعمانی کتب خانہ

حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور

<u>*Phone*</u>: **042-7321865**

E-mail: nomania2000@hotmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

انسانی دنیا میں لباس کی اہمیت مُسلّم ہے۔کائنات کے اوّلین انسان سے لے کر آج کے جدید انسان تک ہر کوئی اپنے جسم کو کسی نہ کسی لباس سے ڈھانپتا ہی رہا ہے، گو کہ اس کی صورتیں اور انداز مختلف رہے ہیں۔لباس انسان کے لئے ایک جزوِلاینفک کی حیثیت رکھتا ہے جس سے محروم اسے نہ تو اس کی پیدائش کے روز کیا جاتا ہے اور نہ ہی وفات کے روز۔لباس میں انسان کی تکریم بھی ہے اور زیب وزینت بھی۔لباس ہی کے ذریعے انسان دیگر حیوانات سے ممتاز ہوتا ہے کیونکہ وہ ساری زندگی بے لباس ہی رہتے ہیں جبکہ انسان ہمیشہ لباس زیب تن کئے رکھتا ہے۔لباس انسان کے لئے سردی وگرمی سے بچاؤ کا مفید ذریعہ بھی ہے اور حرب وجنگ میں دشمن کے وار سے بچاؤ کے لئے ڈھال بھی۔اور لباس ایسی چیز ہے جس سے نہ تو کوئی مرد مستثنٰی ہے اور نہ ہی کوئی عورت۔

یوں تو اس عالمِ رنگ وبو میں لباس پہننے کے انداز مختلف اقوام وملل میں مختلف ہیں۔لیکن چونکہ ہمارا مذہب اسلام ہے اور اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہونے کی وجہ سے ہر گوشۂ زندگی میں کامل رہنمائی کرتا ہے، لہٰذا بحیثیتِ مسلمان ہمیں یہ علم ہونا چاہیے کہ لباس کے بارے میں اسلامی تعلیمات وہدایات کیا ہیں؟ اسلام انسان کو کس طرح کے لباس میں ملبوس دیکھنا چاہتا ہے؟ مرد کے لئے لباس کی حدود کیا ہیں؟ عورت کے لئے لباس کی حدود کیا ہیں؟ کس قسم کا لباس ممنوع اور کس قسم کا لباس مباح ہے؟ پیشِ نظر کتاب میں انسانی لباس کی انہی حدود وقیود کا کتاب وسنت کے پختہ دلائل کی روشنی میں جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

اَدلہ شرعیہ کے مطابق لباس کا بنیادی مقصد ستر پوشی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان مرد یا عورت کو ایسا لباس زیب تن کرنا چاہیے جو کم از کم اُن کے قابل شرم اعضاء کو چھپا لے۔تاہم عورت کے لئے ایک زائد پابندی حجاب کی بھی ہے یعنی عورت کے لئے اجنبی مردوں کے سامنے نہ صرف ستر پوشی بلکہ اپنا سارا جسم چھپانا ضروری ہے۔مسلمان عورت کا یہی حجاب کفار اور اہل مغرب کو ایک آنکھ نہیں بھاتا۔لہٰذا ہمیشہ سے اُن کی کوشش ہے کہ جیسے اُن کی عورتیں حجاب تو دور ستر کی بھی پرواہ کئے بغیر عریاں لباس پہن کر معاشرے کی زینت بنتی ہیں، اسی طرح

مسلمان عورت بھی بے حجاب و بے نقاب ہو جائے۔ اس کے لئے انہوں نے بالخصوص مسلم ممالک میں اپنے غاصبانہ تسلط کے ایام میں مخلوط تعلیمی ادارے قائم کئے، حقوقِ نسواں اور مساواتِ مرد وزن کا نعرہ لگا کر مسلم باحیا خواتین کو بے آبرو کرنے کی کوشش کی، عورت کو اخبارات واشتہارات کی زینت بنا کر مسلم معاشرے میں عریانی کو فروغ دیا۔ اپنے اس مذموم مقصد کی تکمیل کے لئے رنگ برنگے دلائل بھی گھڑے۔ پھر مزید جلتی پر تیل والا کام اُن مغرب پرست مسلم سکالرز نے کیا جنہوں نے پردہ وحجاب کو اسلامی حکم کی بجائے محض ایک علاقائی رسم قرار دے کر اس کی قدر گھٹائی۔ نتیجۂ آج تقریباً تمام اسلامی ممالک میں بے پردگی کی وبا ناسور کی طرح پھیل چکی ہے، بہ استثنائے چندا کثر وبیشتر مسلم خواتین فحاشی و بے حیائی کے دائرے میں داخل ہو چکی ہیں۔ پیش نظر کتاب میں اسی بے حیائی، عریانی اور بے پردگی کی تردید کرتے ہوئے اسلام کے نظامِ عفت وعصمت کی اہمیت اور ستر وحجاب کی افادیت کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

قرآن کریم نے لباس کا دوسرا مقصد زیب وزینت بتایا ہے۔ یعنی لباس جیسے ستر پوشی کا ذریعہ ہے ویسے ہی انسان کے لئے باعثِ زینت بھی ہے۔ مزین ہونا اور خوبصورت دکھائی دینا مرد اور عورت کی فطرت میں شامل ہے۔ غالباً یہی باعث ہے کہ آج حسن وجمال اور آرائش وزیبائش کے اَن گنت طریقے اور اشیاء ایجاد ہو چکی ہیں۔ لیکن ایک مسلمان پر لازم ہے کہ وہ تجمل وآرائش کی کوئی بھی چیز یا طریقہ اختیار کرنے سے پہلے سوچے کہ آیا اللہ اور اس کے رسول نے اس کی اجازت دی ہے یا نہیں۔ پیش نظر کتاب میں زیب وزینت کے احکام کی بھی وضاحت کی گئی ہے اور اس حوالے سے قدیم مسائل کے ساتھ ساتھ چند جدید مسائل (جیسے ہیئر ٹرانسپلانٹ، پلکنگ، تھریڈنگ ، باڈی آرٹ، ہیئر کلرنگ، پلاسٹک سرجری، پینٹ کوٹ اور ٹائی پہننا، سر پر وِگ لگانا، لپ اسٹک، نیل پالش اور آنکھوں کے لینز وغیرہ کا استعمال جیسے مسائل) بھی قلم بند کئے گئے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ادنیٰ کوشش کو قبول فرمائے اور اسے اصلاحِ امت کا ذریعہ بنائے۔ (آمین!)

"وما توفیقی إلا باللہ علیہ توکلت وإلیہ انیب"

کتبہ

حافظ عمران ایوب لاہوری

بتاریخ: نومبر 2011ء، بمطابق: ذی الحجہ 1432ھ

ای میل: hfzimran_ayub@yahoo.com

ویب سائٹ: www.fiqhulhadith.com

فہرست

عنوانات	صفحہ نمبر

باب 1 لباس کا بیان

ستر کا بیان

جائز وناجائز لباس

لباس کے چند دیگر احکام

باب 2 زینت کا بیان

خواتین سے متعلقہ چند احکام

باب 3 حجاب کا بیان

باب 4 چند متفرق مسائل کا بیان

باب اللباس — لباس کا بیان

لباس کا معنی ومفہوم

لباس عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کی جمع اَلْبِسَه ہے۔ لباس کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے: ((هُوَ مَا يَسْتُرُ الْبَدَنَ وَ يَدْفَعُ الْحَرَّ وَ الْبَرْدَ ... وَ لِبَاسُ كُلِّ شَيْءٍ غِشَاوُهُ وَ اللَّبُوْسُ بِفَتْحِ اللَّامِ مَا يُلْبَسُ)) ''لباس وہ چیز ہے جو بدن کو چھپاتی ہے اور اسے گرمی وسردی سے محفوظ رکھتی ہے۔ اور ہر چیز کا لباس وہ چیز ہوتی ہے جو اسے ڈھانپ لے۔ اور لَبُوْس اس چیز کو کہتے ہیں جسے پہنا جاتا ہے۔''(۱)

امام رازی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ ((قَالَ الْقَفَّالُ : اَصْلُ اللِّبَاسِ هُوَ الشَّيْءُ الَّذِيْ يَلْبَسُهُ الْإِنْسَانُ وَ يَتَغَطَّى بِهِ)) ''قفال رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ لباس کی اصل وہ چیز ہے جسے انسان پہنتا ہے اور جس کے ساتھ خود کو ڈھانپتا ہے۔''(۲) تفسیر شعراوی میں ہے کہ ((اَللِّبَاسُ هُوَ الَّذِيْ يُوْضَعُ عَلَى الْجِسْمِ لِلسَّتْرِ)) ''لباس وہ چیز ہے جو ستر پوشی کے لئے جسم پر رکھی جاتی ہے۔''(۳)

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ لفظ لباس کا مادہ لبس ہے۔ اگر یہ باب لَبِسَ يَلْبَسُ (بروزن سمع) سے ہو تو اس کا معنی ہوگا ''کپڑا پہننا'' لیکن اگر یہ باب لَبَسَ يَلْبِسُ (بروزن ضرب) سے ہو تو اس کا معنی ''مشتبہ کر دینا، خلط ملط کر دینا'' ہوگا۔ یہ لفظ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر استعمال ہوا ہے، چند ایک حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ﴾[البقرة : ۱۸۷] ''وہ عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔''

(2) ﴿ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴾[الحج : ۲۳] ''اور اس (جنت) میں ان کا لباس ریشم ہوگا۔''

(3) ﴿ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ ﴾[البقرة : ٤٢] ''اور تم حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط (مشتبہ) نہ کرو۔''

لباس کا حکم

حکم کے اعتبار سے اہل علم نے لباس کی پانچ اقسام ذکر فرمائی ہیں:

فرض: اتنا لباس پہننا فرض ہے جو ستر ڈھانپ لے۔

مستحب: زیب وزینت کی غرض سے عمدہ لباس پہننا بالخصوص جمعہ وعیدین کے لئے مستحب ہے۔

---

(۱) [الموسوعة الفقهية الكويتية (۱۲۸/٦)]

(۲) [تفسير الرازي (۲۸۷/۱٦)]

(۳) [تفسير الشعراوي (٤٨٢/۱)]

جائز : جس لباس کی شریعت نے نہ تو ترغیب دلائی ہے اور نہ ہی اس سے منع کیا ہے اسے پہننا جائز ہے۔

مکروہ: ایسا عمدہ وقیمتی لباس جو تکبر کا ذریعہ بنے مکروہ ہے۔

حرام: تکبر کی غرض سے پہنا جانے والا لباس، اسی طرح مردوں کے لئے ریشمی لباس وغیرہ حرام ہے۔

لباس کی اہمیت وضرورت

اللہ تعالیٰ نے انسان کی بہت زیادہ تکریم فرمائی ہے اور اسے بہت سی مخلوقات پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ چنانچہ اس بات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے خود یوں فرمایا ہے کہ

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝﴾[الاسراء : ٧٠] ''بیشک ہم نے انسان کو (علم وعقل کے ذریعے، ان میں انبیاء ورسل اور الہامی کتب نازل کر کے، اپنے اولیاء پیدا کر کے اور انہیں ہر قسم کی نعمتوں سے نواز کر) شرف وتکریم عطا کی، اسے خشکی اور تری میں (بحری جہازوں اور کشتیوں پر) سوار کیا، اسے پاکیزہ چیزوں سے رزق عطا کیا (یعنی ماکولات، مشروبات، ملبوسات، بیویاں اور ہر ضرورت کی چیز مہیا کی) اور اسے اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت عطا کی (یعنی بہت سے ایسے فضائل عطا کئے جو دیگر مخلوقات کو عطا نہیں کئے)۔''

انسان کی تخلیق بھی بہت عمدہ ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝﴾[التین : ٤] ''ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے (یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ اس کا منہ نیچے کو جھکا ہوا ہے صرف انسان کو دراز قامت، سیدھا بنایا ہے جو اپنے ہاتھوں سے کھاتا پیتا ہے۔ پھر اس کے اعضاء کو نہایت تناسب کے ساتھ بنایا، ان میں جانوروں کی طرح بے ڈھنگا پن نہیں ہے۔ ہر اہم عضو دو دو بنائے اور ان میں نہایت مناسب فاصلہ رکھا۔ پھر اس میں عقل وتدبر، فہم وحکمت اور سمع وبصر کی قوتیں ودیعت کیں، گویا یہ انسان اللہ کی قدرت کا مظہر اور اس کا پرتو ہے[1])۔''

انسان کی تکریم اور اس کے امتیازی اوصاف میں سے ایک وصف یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پابندِ لباس بنایا ہے۔ وہ اپنی عملی زندگی سے تا دمِ حیات ہی نہیں بلکہ پیدائش کے روزِ اول سے ہی کسی نہ کسی لباس میں لپیٹ دیا جاتا ہے اور پھر یہ سلسلہ اس کی وفات پر بھی ختم نہیں ہوتا بلکہ اسے قبر میں اتارتے وقت بھی سفید لباس میں ملبوس کر کے ہی اتارا جاتا ہے گویا لباس انسان کا جزوِ لاینفک ہے۔ اور یہی چیز انسان کو دوسرے حیوانات سے ممتاز کرتی

---

(١) [ماخوذ از، تفسیر احسن البیان (ص : ١٧٢٩) مزید دیکھئے : تفسیر الرازی (٩٨/١٧) تفسیر السعدی (٩٢٩/١) تفسیر ابن کثیر (٤٣٤/٨) روح المعانی فی تفسیر القرآن (٣١/٢٣)]

ہے۔ چرند پرند، کیڑے مکوڑے، وحشی جانور اور دیگر مخلوقات ساری زندگی بے لباس ہی رہتی ہیں، سردی اور گرمی کی سختیوں میں بھی اپنے تن بدن کو کپڑے یا کسی اور چیز سے ڈھانپنے کا ان کے ذہن میں کبھی خیال تک نہیں آتا۔ جبکہ اس کے برعکس انسان کی تکریم کی یہ انتہا ہے کہ اسے مٹی میں دباتے وقت بھی لباس پہنایا جاتا ہے۔ بالفاظِ دیگر لباس انسان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیگر بہت سے انعامات کی طرح ایک خصوصی انعام ہے جس پر اسے اللہ تعالیٰ کا تہہ دل سے شکر گزار ہونا چاہیے اور اس کے شکر کا طریقہ یہی ہے کہ لباس کے انتخاب اور اسے پہننے میں اُن تعلیمات وہدایات کو ملحوظ رکھا جائے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے لباس کے حوالے سے ارشاد فرمائی ہیں۔

دراصل لباس انسان کی ایک فطری ضرورت ہے کیونکہ اس کی جبلت میں شرم وحیا کا جو عنصر رکھا گیا ہے وہ دوسری مخلوقات میں موجود نہیں۔ یہی باعث ہے کہ جب آدم وحواء علیہما السلام نے جنت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور شیطان کی بات مان کر ممنوعہ درخت کا پھل کھایا اور اُن کا جنتی لباس اُتر گیا تو انہیں سب سے پہلے اپنے بدن کو ڈھانپنے اور قابل ستر اعضاء کو چھپانے کی فکر لاحق ہوئی چنانچہ انہیں کچھ اور نہ ملا تو انہوں نے جنت کے پتوں کو ہی اپنے جسم پر چپکانا شروع کر دیا۔(۱) اس سے اُن مفکرین کی بھی تردید ہوتی ہے جو انسانی تہذیب وتمدن کے ارتقائی مراحل کا یوں ذکر کرتے ہیں کہ آغاز میں انسان بے لباس رہا کرتا تھا، پھر طویل زمانہ گزرنے کے بعد اسے لباس بنانے اور اسے پہننے کا طریقہ سلیقہ آیا۔ قرآن ان کی اس فکر کی تردید کرتے ہوئے ساری انسانیت کے والدین آدم وحواء علیہما السلام سے ہی لباس کی اہمیت وضرورت کو بیان کرتا ہے۔

یہاں یہ واضح رہے کہ یہی انسان جب اللہ تعالیٰ سے دور ہو جائے اور شیطان کے پیچھے چل پڑے تو پھر یہ اس فطری جذبۂ شرم وحیا سے بھی عاری ہو جاتا ہے، تب اس کی نظروں میں جانوروں کی طرح لباس کی کوئی قدر وقیمت نہیں رہتی بلکہ وہ بے حیائی و بے شرمی کو ہی اپنا شعار بنا لیتا ہے۔ یہی باعث ہے کہ جاہلی دور میں اہل عرب اگرچہ گرمی وسردی یا زیب وزینت کے اظہار کے لئے لباس کا استعمال تو کرتے تھے لیکن قابل ستر اعضاء کی پردہ پوشی ان کے نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتی تھی، اپنا ستر دوسروں کے سامنے کھولنا ان کے لئے کوئی عیب نہ تھا، راہ چلتے قضائے حاجت کے لئے بیٹھ جانا، سرعام برہنہ حالت میں نہالینا، تہبند اُتر جانے پر کسی قسم کی شرم نہ کرنا وغیرہ اُن کے عام معمول کی باتیں تھیں۔ اس سے بھی بڑھ کر اللہ کے گھر خانہ کعبہ میں طواف کرتے ہوئے برہنہ حالت اختیار کرنا نہ صرف اُن کے مردوں بلکہ عورتوں کا بھی وطیرہ تھا۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ مرد اور عورتیں بیت اللہ کا عریاں ہو کر طواف کرتے، مرد دن کے وقت اور عورتیں رات کے وقت طواف کیا کرتی تھیں اور طواف کرتے ہوئے اس قسم کے اشعار بھی پڑھتی تھیں:

---

(۱) [الأعراف: ۲۲]

اَلْیَوْمَ یَبْدُوْ بَعْضُهٗ اَوْ کُلُّهٗ وَمَا بَدَا مِنْهُ فَلَا اُحِلُّهٗ

''آج (میرے) جسم کا کچھ حصہ یا سارا جسم ہی ننگا ہوگا، البتہ جو ننگا ہوگا اسے میں کسی کے لئے حلال قرار نہیں دوں گی۔''(۱)

جاہلیت کی اس رسم بد کی تردید میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم ارشاد فرمایا:

﴿یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ وَّکُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ۝﴾ [الاعراف : ۳۱] ''اے بنی آدم! تم ہر نماز کے وقت اپنی زینت اختیار کرو اور کھاؤ پیؤ اور فضول خرچی نہ کرو، بیشک وہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

اس آیت مبارکہ میں جو ہر نماز کے وقت زینت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس سے مراد ایسا لباس ہے جو ستر کے مقام کو اچھی طرح چھپالے، علاوہ ازیں ہر اچھا لباس بھی زینت میں شامل ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی یہی تفسیر فرمائی ہے۔ نیز دیگر متعدد مفسرین اور ائمہ سلف جیسے امام مجاہد، عطاء، ابراہیم نخعی، سعید بن جبیر، قتادہ، سدی، ضحاک، مالک از زہری رحمہم اللہ وغیرہ سے بھی یہی منقول ہے کہ مذکورہ بالا آیت اُن مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی جو عریاں ہوکر بیت اللہ کا طواف کیا کرتے تھے، انہیں حکم دیا گیا کہ وہ ستر پوشی کریں۔(۲)

درج بالا حیا سوز حرکات اور بے شرمی و بے حیائی میں عرب معاشرہ ہی نہیں بلکہ دنیا کی دیگر اقوام بھی مبتلا رہی ہیں اور آج بھی ہیں جیسا کہ اہل نظر پر یہ بات مخفی نہیں۔ دراصل یہ ایک شیطانی بہکاوا ہی ہے کہ اس نے انسان کو اس کی فطرت کے ابتدائی مطالبات کو سمجھنے سے بھی محروم کر رکھا ہے، اسی کی یہ خواہش ہے کہ وہ تمام انسانوں کو بے لباس کر کے فحاشی و عریانی میں مبتلا کردے جیسا کہ اس نے ساری انسانیت کے والدین آدم وحواء علیہما السلام کا جنتی لباس اُتروا کر انہیں بے لباس کرایا تھا۔ قرآن کریم میں اولادِ آدم کو یہی ہدایت کی گئی ہے کہ کہیں شیطان کے بہکاوے میں مت آجانا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ کَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَیْکُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ یَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِیُرِیَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ یَرٰىکُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝﴾ [الاعراف : ۲۷] ''اے بنی آدم! ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں پھر اُسی طرح فتنے میں مبتلا کردے جس طرح اُس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوایا تھا اور اُن کے لباس اُن پر سے اُتروا دیئے تھے تاکہ ان کی شرمگاہیں ایک دوسرے کے سامنے کھولے۔ وہ اور اس کے ساتھی تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں

---

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۶۰۶/۲)]

(۲) [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۱۱/۸۔۲۱۳)]

سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ ان شیاطین کو ہم نے اُن لوگوں کا سرپرست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔''

ایک دوسرے مقام پر شیطانی رغبت کو یوں بیان فرمایا کہ

﴿ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ يَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ﴾[البقرۃ : ۲۶۸] ''شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور تمہیں فحاشی و بے حیائی اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔''

لباس کی غرض وغایت

اس وقت دنیائے عالم میں لوگ روزانہ کسی نہ کسی لباس میں ملبوس ہو کر ہی گھر سے باہر نکلتے ہیں (خواہ وہ عریاں ہو یا ساتر)۔ کچھ روزمرہ کی ضرورت سمجھتے ہوئے لباس زیب تن کرتے ہیں اور کچھ زیب وزینت کی غرض سے۔ اگرچہ زیب وزینت بھی لباس کی ایک غرض ہے لیکن لباس کا اصل مقصد قابلِ ستر اعضاء کو چھپانا اور خود کو بے شرمی و عریانی سے بچانا ہے۔ چنانچہ لباس کی اسی غرض وغایت کو قرآن کریم نے یوں بیان کیا ہے کہ

﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴾[الاعراف : ۲۶] ''اے اولادِ آدم! ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے کہ تمہارے جسم کے قابلِ شرم حصوں کو ڈھانکے اور تمہارے لئے جسم کی حفاظت اور زینت کا ذریعہ بھی ہو اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، شاید کہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنے اُن احسانات کو شمار کرا رہا ہے جو اس نے لباس اور زینت کی صورت میں اُن پر فرمائے ہیں، یہاں لباس سے مراد وہ ہے جو انسان کے لئے ستر پوشی کا کام دیتا ہے اور ﴿ رِيْشًا ﴾ سے مراد ظاہری زینت ہے، گویا لباس کا تعلق بنیادی ضروریات سے ہے اور زینت کا تعلق تکمیلے اور اضافے سے ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عربی زبان میں رِیَاش آرائشی ساز وسامان اور ظاہری چیزوں کو کہتے ہیں۔(۱)

اس آیت کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ ((الرِّيْشُ لِبَاسُ الزِّيْنَةِ ، اُسْتُعِيْرَ مِنْ رِيْشِ الطَّيْرِ لِاَنَّهُ لِبَاسُهُ وَ زِيْنَتُهُ ، اَيْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسَيْنِ : لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَ لِبَاسًا يُزَيِّنُكُمْ ، لِاَنَّ الزِّيْنَةَ غَرَضٌ صَحِيْحٌ كَمَا قَالَ : " لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِيْنَةً "[النحل : ۸] وَقَالَ : " وَ لَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ "[النحل : ٦])) ''ریش (پر) سے مراد زیب وزینت کا لباس ہے اور یہ لفظ پرندے کے پر سے مستعار ہے کیونکہ پر پرندے کا لباس بھی ہوتا ہے اور زینت بھی۔ تو آیت کا مطلب یہ ہوا کہ ہم نے تم پر دو

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۲/۱-۲)؛ تفسیر ابن جریر الطبری (۸/۱۹٤)]

لباس نازل کئے ہیں؛ ایک لباس وہ جو تمہارے قابل شرم حصوں کو ڈھانکے اور دوسرا لباس وہ جو تمہیں زیب وزینت بخشے کیونکہ زینت بھی غرضِ صحیح اور درست مقصد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ''(اور اس نے تمہارے لئے گھوڑے، خچر اور گدھے پیدا کئے) تا کہ تم ان پر سوار ہو اور وہ تمہاری زینت بنیں'' اور فرمایا کہ ''ان میں تمہارے لئے جمال وخوبصورتی ہے۔''(۱)

درج بالا توضیح سے لباس کی دو اغراض سامنے آئیں:

① لباس کا بنیادی اور اوّلین مقصد یہ ہے کہ لباس کے ذریعے اپنے قابلِ ستر اعضاء کو ڈھانکا جائے، مرد بھی اپنا ستر ڈھانکیں اور عورتیں بھی اور یہ عمل اُسی طرح بجالائیں جیسے انہیں کتاب وسنت میں تعلیم دی گئی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسا لباس قطعاً ممنوع اور غیر صحیح ہے جو ساتر نہ ہو۔ اور چونکہ لباس کا مقصودِ اوّل ستر پوشی ہی ہے اس لئے ساری انسانیت کے دشمن شیطان کی پوری کوشش ہے کہ وہ انسانوں کو اس مقصد سے غافل کر دے، لہٰذا ستر پوشی کی کوشش اور اس کی پابندی پوری شدومد کے ساتھ کرنی چاہیے۔

② ثانیاً لباس کی دوسری غرض اس کا باعثِ زینت ہونا ہے۔ یعنی لباس اس غرض سے بھی پہنا جا سکتا ہے کہ انسان اس سے زیب وزینت اور حسن وجمال حاصل کرے اور واقعتاً لباس اس دوسری غرض پر بھی پورا اُترتا ہے اور اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ لباس انسان کے جسمانی عیوب ونقائص کو چھپا کر اسے بالکل سلیم البدن ظاہر کرتا ہے مثلاً اگر کسی انسان کے جسم پر داغ دھبے ہیں، بدنما نشان ہیں، یا وہ لاغر ونحیف ہے، یا موٹا وفربہ ہونے کی وجہ سے اس کی توند باہر نکلی ہوئی ہے تو لباس انسان کے ان تمام عیوب کو چھپا دیتا ہے لیکن اگر لباس کی نعمت نہ ہوتی تو یہ تمام نقائص یقیناً سب کے سامنے ظاہر ہوتے اور اس کے لئے ندامت کا باعث بنتے۔

③ ان دونوں اغراض کے علاوہ قرآن کریم میں ایک مقام پر لباس کی ایک تیسری غرض بھی یوں بیان کی گئی ہے:

﴿وَّ جَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَأْسَكُمْ﴾ [النحل : ۸۱]

''(اللہ تعالیٰ نے) تمہیں ایسے کرتے (لباس اور کپڑے) بخشے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں اور کچھ دوسرے کرتے جو آپس کی جنگ میں تمہاری حفاظت کرتے ہیں (یعنی زرہیں، خودیں اور بکتر وغیرہ)۔''

یعنی لباس کا ایک مقصد گرمی وسردی جیسے موسمی اثرات سے بچاؤ اور دورانِ جنگ دشمن کے وار سے حفاظت بھی ہے۔ اس آیت مبارکہ میں دو مرتبہ لفظ سَرَابِيل کا ذکر ہے۔ سَرَابِيل جمع ہے سِرْبَال کی۔ پہلے سَرَابِيل سے ایسے لباس مراد ہیں جو روئی اور اُون وغیرہ سے بنائے جاتے ہیں، جو انسان کو موسمی شدت سے بچانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ یہاں صرف گرمی سے بچاؤ کا ذکر اس وجہ سے کیا کیونکہ عرب کا موسم اکثر وبیشتر گرم ہی

(۱) التفسیر الرازی (۷/ ۶۸)

تھا۔ تاہم جس علاقے میں سردی پڑتی ہے یہ لباس وہاں سردی سے بچاؤ کا بھی مفید ذریعہ ہیں۔ اور پھر سردی گرمی سے بچاؤ کے لباسوں کی جتنی اقسام اس وقت وجود میں آ چکی ہیں اُن سے ہم سب ہی واقف ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے جسے ہمہ وقت یاد رکھنا چاہیے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا کرنا چاہیے۔

مذکورہ آیت میں دوسرے سَـرَابِيل سے ایسا لباس مراد ہے جو جنگ میں دشمن کے وار سے انسان کو محفوظ رکھتا ہے اور لوہے سے تیار کیا جاتا ہے جیسے زرہیں اور خود وغیرہ۔ چونکہ اُس دور میں جنگیں نیزہ و برچھا اور تیر و تلوار وغیرہ کے ساتھ ہی لڑی جاتی تھیں اس لئے اِن ہتھیاروں سے بچاؤ کے لئے یہ جنگی لباس بہت اہمیت رکھتا تھا۔ آج اگر چہ جنگ کا انداز بدل چکا ہے لیکن جہاں کہیں بھی زمینی جنگ ہوگی وہاں یہ لباس آج بھی مفید ہوگا۔ نیز یہاں یہ بھی پیش نظر رہے کہ جیسے آج جنگ کا اسلوب بدل چکا ہے ویسے ہی جنگ میں جسمانی حفاظت کے لئے نئے نئے لباس بھی تیار کئے جا چکے ہیں تو دورِ جدید کے یہ تمام لباس بھی اسی آیت کے ذیل میں آئیں گے۔ تو لباس کا یہ ایک تیسرا مقصد ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سورۂ نحل میں ذکر فرمایا ہے۔

علاوہ ازیں درج بالا سورۂ اعراف کی آیت میں جو یہ ذکر ہے کہ ﴿ لِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ ﴾ ''تقویٰ کا لباس سب سے اچھا ہے'' اس کے متعلق اہل علم کا کہنا ہے کہ یعنی تقویٰ کا لباس حسّی لباس (یعنی ظاہری اُونی وسوتی لباس وغیرہ) سے بہتر ہے۔ کیونکہ تقویٰ کا لباس بندے کے ساتھ ہمیشہ رہتا ہے، کبھی پرانا اور بوسیدہ نہیں ہوتا اور لباسِ تقویٰ قلب وروح کا جمال ہے۔ رہا حسّی اور ظاہری لباس تو اس کی انتہا یہ ہے کہ یہ ایک محدود وقت کے لئے ظاہری ستر کو ڈھانپتا ہے یا انسان کے لئے خوبصورتی کا باعث بنتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اس کا اور کوئی فائدہ نہیں۔ نیز فرض کیا یہ لباس موجود نہیں تب زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ اس کا ظاہری ستر منکشف ہو جائے گا جس کا اضطراری حالت میں منکشف ہونا نقصان دہ نہیں اور اگر تقویٰ کا لباس معدوم ہو جائے تو باطنی ستر کھل جائے گا اور اسے رسوائی اور فضیحت کا سامنا کرنا پڑے گا۔''(۱)

''لِبَاسُ التَّقْوَىٰ'' کی تشریح میں امام شوکانی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ ''تقویٰ کے لباس سے پرہیزگاری کا لباس اور اللہ کی نافرمانیوں سے بچنا مراد ہے یعنی اپنے اندر پرہیزگاری اور خشیتِ الٰہی پیدا کرنا، یہی لباس بہترین ہے اور سب سے زیادہ زیب وزینت کا باعث ہے... (مزید فرماتے ہیں کہ) تقویٰ کے لباس کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے شرم وحیا مراد ہے اور ایک قول کے مطابق اس سے مراد عمل صالح ہے۔''(۲)

شیخ ابوزہرہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ ''ضروری لباس تو وہی ہے جو شرمگاہ کو چھپاتا ہے اور ریش سے مراد زیب وزینت ہے جسے لوگ اپنے گھروں میں اختیار کرتے ہیں۔ ان لباسوں کا تعلق اجسام اور ان سے متصل (ظاہری)

---

(۱) [ماخوذ از تفسیر السعدی (۸۶۳/۱)] (۲) [تفسیر فتح القدیر (۲۵/۳)]

اشیاء یعنی گھروں اور رہائش گاہوں وغیرہ کے ساتھ ہے جبکہ دل کا بھی ایک لباس ہوتا ہے جسے انسان باطنی طور پر پہنتا ہے اور وہ لباسِ تقویٰ ہے۔ جیسے ظاہری لباس انسان کے جسم کو چھپاتا ہے اور اسے زینت بخشتا ہے اسی طرح تقویٰ کا باطنی لباس نفس کے عیوب چھپاتا ہے اور اسے اللہ کے غضب سے بچاتا ہے۔ یہ لباسِ تقویٰ دلوں کی زینت اور نور ہے اور یہ لباس لوگوں کے ظاہری لباس سے بہت بہتر ہے کیونکہ (فرمانِ نبوی ہے کہ) اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔''(۱)

معلوم ہوا کہ ظاہری لباس کے ساتھ ساتھ باطنی لباس یعنی لباسِ تقویٰ اختیار کرنا بھی بہت ضروری ہے کیونکہ وہ ظاہری لباس سے کہیں بہتر ہے اور انسان کے لئے روزِ قیامت کی بڑی رسوائی سے نجات کا ذریعہ بھی ہے۔ کتاب وسنت میں متعدد مقامات پر تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی اہمیت کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ تقویٰ دراصل ہر شعبۂ زندگی میں، ہر لمحہ، ہر موڑ پر اللہ کے خوف کو دل میں بٹھائے رکھنے کا نام ہے، بالفاظِ دیگر اللہ تعالیٰ کے اوامر پر عمل اور نواہی سے اجتناب کا نام تقویٰ ہے۔ اس مناسبت سے اگر ظاہری لباس کا جائزہ لیا جائے تو یہاں اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ سامنے آتا ہے کہ لباس کے ذریعے ستر پوشی اور زیب وزینت کا اظہار بھی اُن تعلیمات وہدایات کے مطابق ہو جو لباس کے حوالے سے اللہ اور اس کے رسول نے ارشاد فرمائی ہیں۔ یعنی لباس اُن تمام قابل ستر اعضاء کو چھپانے والا ہو جنہیں چھپانے کی کتاب وسنت میں ہدایت کی گئی ہے، زیب وزینت میں اس قدر حد سے بڑھا ہوا نہ ہو کہ اس میں اسراف کا پہلو نمایاں ہو، نہ ہی آدمی کی حیثیت سے گرا ہوا انتہائی کم تر اور ادنیٰ درجہ کا ہو، فخر وغرور اور ریاء ونمود کا بھی ذریعہ نہ ہو، مرد وخواتین کا لباس ایک دوسرے کے مشابہ بھی نہ ہو اور دیگر کسی بھی ممانعت پر مشتمل نہ ہو (جس کی تفصیل آئندہ ''جائز وناجائز لباس'' کے تحت آئے گی)۔ غالباً لباسِ تقویٰ اختیار کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کیونکہ لوگ دیگر اعمال کی طرح لباس کے معاملے میں بھی افراط وتفریط کا شکار ہیں۔ جس کے نتیجے میں بہت سی معاشرتی برائیاں اور فتنہ وفساد جنم لیتا ہے۔ اسی معاشرتی بگاڑ کے خاتمے کے لئے اللہ تعالیٰ نے لباسِ تقویٰ اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

⇦ لباس کا چونکہ اولین مقصد ستر پوشی ہے اس لئے آئندہ سطور میں سب سے پہلے ستر کی حدود وقیود اور احکام ومسائل ہی ذکر کئے جا رہے ہیں، ملاحظہ فرمایئے۔

ستر کا بیان

ستر کا مفہوم

''ستر'' دراصل عربی زبان کا لفظ ہے۔ یہ مصدر ہے باب سَتَرَ يَسْتُرُ (بروزن نصر) سے۔ اس کا معنی

---

(۱) [ماخوذ از ، زهرة التفاسير از شيخ ابو زهره (٢٨٠٦/٦)]

ہے ''چھپانا، ڈھانپنا''۔ سَاتِر چھپانے والے کو کہتے ہیں۔ سِتْر اور سِتَار پردے کو کہتے ہیں اور چونکہ گھروں میں پردہ لٹکانے کا مقصد بھی خود کو دوسروں کی نظروں سے چھپانا ہی ہوتا ہے اس لئے اسے یہ نام دیا گیا ہے۔ مَسْتُوْر چھپائی ہوئی چیز کو کہتے ہیں۔ خواتین کو بھی مستورات اسی لئے کہا جاتا ہے کیونکہ بالعموم انہیں لوگوں کی نظروں سے چھپایا جاتا ہے۔

لفظِ ستر اپنے اسی معنی میں متعدد احادیث میں بھی استعمال ہوا۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ﴿ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ﴾ ''جس نے کسی مسلمان کے عیوب چھپائے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کے عیوب چھپائیں گے۔''(۱) اور نبی کریم ﷺ کی ایک دعا میں یہ الفاظ مذکور ہیں کہ ﴿ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِي وَ آمِنْ رَوْعَاتِي ﴾ ''اے اللہ! میرے عیبوں کو چھپا لے اور میری گھبراہٹوں کو امن دے۔''(۲)

لفظِ ستر کا معنی اصل میں تو چھپانا ہی ہے لیکن اب اس سے انسانی جسم کے وہ مقامات بھی مراد لئے جاتے ہیں جنہیں دوسرے لوگوں کی نظروں سے چھپانا ضروری ہے۔ عربی میں اسی مفہوم کی ادائیگی کے لئے لفظ عورت مستعمل ہے جسے اردو میں مرد کی مؤنث کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ ﴾[النور :۳۱] ''جو ابھی عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہیں ہوئے۔'' اور متعدد احادیث میں حدودِ ستر کی تعیین کے لئے بھی یہی لفظ استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ الْفَخِذُ عَوْرَةٌ ﴾ ''ران چھپانے کی چیز ہے۔''(۳)

معلوم ہوا کہ ستر کا لغوی معنی تو ہے چھپانا لیکن آج کل یہ لفظ بول کر وہ مقامات مراد لئے جاتے ہیں جنہیں چھپانا لازم ہے۔ اور عورت کا لفظ جو اُردو میں مرد کی مؤنث کے طور پر مستعمل ہے عربی میں یہی لفظ مقاماتِ ستر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں ایک لفظ حجاب بھی ہے جس کا اردو میں معنی ''پردہ'' کیا جاتا ہے۔ تو یہ یاد رہے کہ ستر اور حجاب دونوں ایک چیز نہیں بلکہ ان میں فرق ہے اور وہ یہ کہ ستر اُن جسمانی اعضاء کو چھپانے کا نام ہے جنہیں چھپانا ہر حال میں ضروری ہے خواہ کوئی دیکھنے والا ہو یا نہ جبکہ حجاب ہر حال میں ضروری نہیں بلکہ صرف اس وقت ضروری ہے جب پاس کوئی غیر محرم موجود ہو یا جب عورت گھر سے باہر نکلنے کا ارادہ کرے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ ستر پوشی کا حکم جیسے عورتوں کے لئے ہے ویسے ہی مردوں کے لئے بھی ہے جبکہ حجاب کا حکم صرف عورتوں کے ساتھ خاص ہے۔

---

(۱) [مسلم (۲۶۹۹) کتاب الذکر والدعاء : باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن، ابو داود (۴۹۴۶)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود، ابوداود (۵۰۷۴) کتاب الادب : باب ما یقول اذا اصبح، ابن ماجه (۳۸۷۱)]

(۳) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۱۶۸۳) ابوداود (۴۰۱۴) ترمذی (۲۷۹۵)]

تیسرا فرق یہ ہے کہ عورت کے لیے ستر کی حد یہ ہے کہ وہ چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ سارا جسم ڈھانپے جبکہ حجاب کی صورت میں عورت چہرے اور ہاتھوں کو بھی ڈھانپے گی۔ حجاب کی تفصیل تو آئندہ مستقل عنوان کے تحت آئے گی جبکہ ستر کے احکام ومسائل کی کچھ تفصیل حسب ذیل ہے۔

ستر پوشی کا وجوب

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ [الاعراف : ۳۱]
''اے بنی آدم! تم ہر نماز کے وقت اپنی زینت اختیار کرو۔''

(ابن کثیر رحمہ اللہ) یہاں زینت سے مراد ایسا لباس ہے جو شرمگاہ کو چھپا لے۔(۱)

(قرطبی رحمہ اللہ) یہ آیت ستر پوشی کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔(۲)

(نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ) اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ ((وَقَدِ اسْتُدِلَّ بِالْآيَةِ عَلٰى وُجُوْبِ سَتْرِ الْعَوْرَةِ فِي الصَّلَاةِ وَ إِلَيْهِ ذَهَبَ جُمْهُوْرُ الْعُلَمَاءِ بَلْ سَتْرُهَا وَاجِبٌ فِيْ كُلِّ حَالٍ مِّنَ الْأَحْوَالِ وَ إِنْ كَانَ الرَّجُلُ خَالِيًا كَمَا دَلَّتْ عَلَيْهِ الْأَحَادِيْثُ الصَّحِيْحَةُ))''اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے کہ نماز میں ستر پوشی واجب ہے، جمہور علما کی یہی رائے ہے۔ بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) ستر پوشی ہر حال میں واجب ہے خواہ آدمی (کسی جگہ) اکیلا ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ صحیح احادیث اس کا ثبوت ہیں۔''(۳)

(امام خازن رحمہ اللہ) اپنی تفسیر میں نقل فرماتے ہیں کہ ((فِيْهِ دَلِيْلٌ عَلٰى أَنَّ سَتْرَ الْعَوْرَةِ وَاجِبٌ فِي الصَّلَاةِ وَ الطَّوَافِ وَ فِيْ كُلِّ حَالٍ)) ''اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ نماز، طواف اور ہر حال میں قابلِ ستر اعضاء کو چھپانا واجب ہے۔''(٤)

(شیخ وہبہ زحیلی) (یہ آیت دلیل ہے کہ) نماز اور غیر نماز ہر حال میں انسان پر اپنے ستر کو لوگوں کی نظروں سے چھپانا واجب ہے، یہی درست رائے ہے۔(٥)

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ﴾ [الاعراف: ۲٦] ''اے اولادِ آدم! ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے کہ تمہارے جسم کے قابلِ شرم حصوں کو ڈھانکے۔''

(۱) [تیسیر العلی القدیر (۱۹۷/۲)]
(۲) [تفسیر قرطبی (۱۹۰/٤)]
(۳) [فتح البیان فی مقاصد القرآن (۳۳۲/٤)]
(٤) [لباب التاویل فی معانی التنزیل (۱۵/۳)]
(٥) [التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنهج (۱۸٦/۸)]

(قرطبی رحمہ اللہ) اس آیت کی تفسیر میں نقل فرماتے ہیں کہ ((قَالَ كَثِيْرٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ : هٰذِهِ الْآيَةُ دَلِيْلٌ عَلٰى وُجُوْبِ سَتْرِ الْعَوْرَةِ لِاَنَّهُ قَالَ " يُوَارِيْكُمْ سَوْآتِكُمْ " وَقَالَ قَوْمٌ اِنَّهُ لَيْسَ فِيْهِ دَلِيْلٌ عَلٰى مَا ذَكَرُوْهُ ، بَلْ فِيْهَا دَلَالَةٌ عَلَى الْاِنْعَامِ فَقَطْ ، قُلْتُ : الْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَصَحُّ)) ''اہل علم کی اکثریت کا کہنا ہے کہ یہ آیت ستر پوشی کے وجوب کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (لباس کا مقصد ہی یہ) بیان فرمایا ہے کہ ''وہ تمہاری شرمگاہ کو ڈھانک لے'' البتہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس آیت میں ایسی کسی بات کی کوئی دلیل نہیں بلکہ اس میں تو محض لباس کے انعامِ الٰہی ہونے کا ثبوت ہے۔ میرے نزدیک پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے (کہ ستر ڈھانپنا واجب ہے)۔''(۱)

(3) حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں (ایک بار) ایک بھاری پتھر اٹھائے چلا جا رہا تھا کہ میرا کپڑا اگر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ﴿ خُذْ عَلَيْكَ ثَوْبَكَ وَلَا تَمْشُوْا عُرَاةً ﴾ ''اپنے اوپر کپڑا لے لو اور برہنہ حالت میں مت چلو۔''(۲)

(نووی رحمہ اللہ) اس حدیث میں موجود ممانعت تحریم کے لئے ہے (یعنی بے لباس رہنا، ستر پوشی نہ کرنا اور برہنہ حالت اختیار کرنا حرام ہے)۔(۳)

(4) بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم اپنے ستر کن سے چھپائیں اور کن کے لیے چھوڑ دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ اِحْفَظْ عَوْرَتَكَ اِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ اَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ﴾ ''اپنے ستر کو اپنی بیوی اور لونڈی کے سوا سب سے چھپاؤ۔'' (راوی کا بیان ہے کہ) میں نے پھر عرض کیا اے اللہ کے رسول! اگر ایک آدمی کے ساتھ کوئی دوسرا آدمی بھی ہو؟ تو آپ نے فرمایا ﴿ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ لَّا يَرَيَنَّهَا اَحَدٌ فَلَا يَرَيَنَّهَا ﴾ ''حسب استطاعت کوشش کرو کہ اسے (ستر کو) کوئی نہ دیکھے۔'' (راوی کا بیان ہے کہ) میں نے پھر عرض کیا اے اللہ کے رسول! اگر ہم میں سے کوئی اکیلا ہو (تو کیا ستر ننگا کر سکتا ہے)؟ آپ نے فرمایا ﴿ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ يُّسْتَحْيٰى مِنْهُ مِنَ النَّاسِ ﴾ ''اللہ تعالیٰ لوگوں سے زیادہ مستحق ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔''(۴)

(امام بغوی رحمہ اللہ) تمام حالات میں ستر پوشی واجب ہے۔(۵)

---

(۱) [تفسیر قرطبی (۱۸۲/۷)]

(۲) [ابو داود (۴۰۱۶) مسلم (۳۴۱) کتاب الحیض : باب الاعتناء بحفظ العورة]

(۳) [شرح مسلم للنووی (۱۴۸/۳)]

(۴) [حسن : صحیح ابو داود (۳۳۹۰) کتاب الحمام : باب ما جاء فی التعری ' ابو داود (۴۰۱۷)]

(۵) [شرح السنة للبغوی (۴۳۶/۲)]

(علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ) ستر پوشی واجب ہے۔[1]

علاوہ ازیں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ[2]، امام نووی[3]، امام سرخسی[4]، امام زیلعی[5] اور شیخ ابن عثیمین رحمہم اللہ[6] نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے کہ نماز اور غیر نماز ہر حال میں ہر جگہ انسان کے لئے ستر پوشی واجب ہے۔ اور سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی نے اپنے ایک فتویٰ میں کہا ہے کہ ((سَتْرُ الْعَوْرَةِ وَاجِبٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ)) ''قابلِ ستر اعضاء کو چھپانا مسلمانوں کے اجماع کے ساتھ واجب ہے۔''[7]

درج بالا دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ ستر پوشی واجب ہے اور قابلِ شرم اعضاء کو نہ صرف دوسرے لوگوں کی نظروں سے چھپانا لازم ہے بلکہ خلوت وتنہائی میں بھی ان اعضاء کو چھپانا چاہیے۔ مزید برآں یہ بھی یاد رہے کہ جیسے انسان پر ستر پوشی واجب ہے اسی طرح یہ بھی لازم ہے کہ وہ بغیر کسی شرعی عذر کے کسی دوسرے مرد یا عورت کا ستر مت دیکھے اور ایسا کرنا اس پر حرام ہے۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَلَا تُفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ ﴾ ''کوئی مرد کسی مرد کے ستر کو نہ دیکھے اور نہ ہی کوئی عورت کسی عورت کے ستر کو دیکھے اور کوئی مرد کسی مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں نہ لیٹے اور نہ ہی کوئی عورت کسی عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں لیٹے۔''[8]

(نووی رحمہ اللہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کا کسی دوسرے مرد کے ستر کو دیکھنا اور عورت کا کسی دوسری عورت کے ستر کو دیکھنا حرام ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ نیز اسی طرح مرد کا کسی عورت کے ستر کو دیکھنا اور عورت کا کسی مرد کے ستر کو دیکھنا بھی بالاجماع حرام ہے (یہ حرمت زوجین کے علاوہ دوسروں کے لئے ہے)۔[9]

---

(۱) [عمدة القاری شرح صحیح بخاری (۲۰۷/۶)]

(۲) [مجموع فتاوی ابن تیمیة (۱۷٤/۲۱)]

(۳) [المجموع شرح المهذب (۱٦٥/۳)]

(٤) [المبسوط (٤۲٤/۲)]

(٥) [تبیین الحقائق (۲۳۲/۷)]

(٦) [شرح ریاض الصالحین (۸۸٤/۱)]

(۷) [فتاوی اسلامیة (۳۰۹/٤)]

(۸) [مسلم (۳۳۸) کتاب الحیض : باب تحریم النظر الی العورات ، ترمذی (۲۷۹۳) کتاب الادب : باب فی کراهیة مباشرة الرجال الرجال والمرأة المرأة ، ابوداود (٤۰۱۸) ابن ماجه (٦٦۱) نسائی فی الکبری (۹۲۲۹/٥) ابن حبان (٥٥۷٤) ابن خزیمة (۷۲) ابن ابی شیبة (۱۰٦/۱) ابو یعلی (۱۱۳٦)]

(۹) [شرح مسلم للنووی (۳۰/٤)]

(شیخ عبد المحسن العباد) مردوعورت کا ایک دوسرے کے ستر کو دیکھنا بالا ولیٰ حرام ہے (یعنی قباحت وشناعت اور برائی میں اس سے کہیں بڑھ کر ہے کہ مرد مرد کا اور عورت عورت کا ستر دیکھے)۔[1]

تاہم ستر پوشی اور کسی دوسرے کا ستر نہ دیکھنے کے اس حکم سے چند صورتیں مستثنیٰ ہیں، اُن کا مختصر بیان حسب ذیل ہے ملاحظہ فرمائیے۔

چند استثنائی صورتیں

○ اولاً جیسا کہ سطورِ بالا میں مذکور حدیث میں ہی استثناء موجود ہے کہ ﴿ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ ﴾ ''(اپنے ستر کو چھپاؤ) سوائے اپنی بیوی اور لونڈی کے۔'' اس سے معلوم ہوا کہ بیوی اور لونڈی کے سامنے مقاماتِ ستر کو کھولا جا سکتا ہے۔ بالفاظِ دیگر میاں بیوی ایک دوسرے کے مقاماتِ ستر دیکھ سکتے ہیں، جیسا کہ ہم بستری کے وقت دونوں کے سامنے ایک دوسرے کے ستر ظاہر ہی ہوتے ہیں اور یہ ان دونوں کا خاصہ ہے۔ حافظ ابن حجر[2] اور شیخ البانی رحمہما اللہ[3] نے بھی اسی کی تائید فرمائی ہے۔ اور سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ مرد اپنی بیوی (کے جسم) سے اور بیوی اپنے شوہر (کے جسم) سے جو چاہے دیکھ سکتی ہے۔[4] اور ایک دوسرے فتوے میں ہے کہ زوجین میں سے ہر ایک کے لیے دوسرے کے سامنے (مکمل) ننگا ہونا جائز ہے۔[5] اور جس روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول مذکور ہے کہ ﴿ مَا رَأَيْتُ فَرْجَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَطُّ ﴾ ''میں نے کبھی بھی رسول اللہ ﷺ کی شرمگاہ نہیں دیکھی۔'' وہ ضعیف ہے اس لئے قابل حجت نہیں۔[6]

لونڈی اور اس کے مالک کا بھی یہی حکم ہے۔ البتہ اہل علم کا کہنا ہے کہ یہاں لونڈی سے مراد صرف وہ لونڈی ہے جس کے ساتھ مالک کی ہم بستری جائز ہے اور اگر لونڈی ایسی نہ ہو مثلاً وہ کسی دوسرے آدمی کی منکوحہ ہو تو پھر مالک کے لئے اس کا ستر دیکھنا جائز نہیں۔[7]

○ نابالغ بچے پر ستر پوشی واجب نہیں کیونکہ وہ بلوغت تک اسلامی احکام کا پابند نہیں۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ

---

(۱) [شرح سنن ابی داود (۲۲/٤٦٤)]

(۲) [فتح الباری (۱/۲۹۰)]

(۳) [نظم الفرائد (۲/۲۰۵)]

(٤) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۱۹/۳٦۱)]

(۵) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۱۹/۳٦۳)]

(٦) [**ضعیف** : آداب الزفاف (ص / ۱۰۹) ارواء الغليل (۱۸۱۲) ضعيف ابن ماجه ' ابن ماجه (۱۹۲۲) كتاب النكاح : باب التستر عند الجماع]

(۷) [كما في شرح سنن ابی داود ، از شيخ عبد المحسن العباد (۲۲/٤٦۲)]

﴿رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ وَ عَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَحْتَلِمَ وَ عَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتَّى يَعْقِلَ﴾ ''تین آدمی مرفوع القلم ہیں (یعنی اُن کا گناہ نہیں لکھا جاتا)؛سونے والا حتی کہ بیدار ہو جائے، بچہ حتی کہ وہ بالغ ہو جائے اور پاگل حتی کہ وہ صاحبِ عقل بن جائے۔''(۱) معلوم ہوا کہ نابالغ بچہ اگر اپنا ستر ظاہر کر دے تو اسے کوئی گناہ نہیں ہوگا لیکن اس کے لیے بھی بہتر یہی ہے کہ وہ ستر ڈھانپ کر رکھے۔

○ غسل کے وقت انسان اپنا ستر ننگا کر سکتا ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جب آدمی اکیلا ہو اور کسی دیوار یا درخت کے پیچھے چھپ کر یا اپنے گھر، حمام یا اس طرح کی کسی ساتر جگہ میں غسل کرے تو اس کے لئے اپنا ستر ننگا کرنا جائز ہے۔ جمہور علما کی یہی رائے ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں یہ بات ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ننگے ہو کر غسل کیا۔(۲) اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے ننگے ہو کر غسل کیا۔(۳) اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک کپڑے کے ساتھ پردہ کیا ہوا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پیچھے چھپ کر غسل فرما رہے تھے۔(۴) تو اس طرح ضرورت کے وقت (بقدرِ ضرورت) اپنا ستر ننگا کرنا بالکل اسی طرح جائز ہے جیسے قضائے حاجت اور جماع و ہم بستری کے وقت جائز ہے۔(۵)

○ غسل دینے والے کے سامنے میت کا ستر ظاہر ہونا بھی ایک استثنائی صورت ہے۔ اور اس کا جواز شریعت میں موجود ہے جیسا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں تو انہیں ایک انصاری صحابیہ حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا اور چند دیگر خواتین نے غسل دیا۔(۶) البتہ بہتر یہ ہے کہ زوجین ہی ایک دوسرے کو غسل دیں یعنی اگر بیوی فوت ہو جائے تو اسے شوہر غسل دے اور اگر شوہر فوت ہو جائے تو اسے بیوی غسل دے تاکہ کسی کے سامنے ستر ظاہر ہونے کی نوبت ہی پیش نہ آئے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ ﴿لَوْ مُتِّ قَبْلِي لَغَسَّلْتُكِ﴾ ''اگر تو مجھ سے پہلے فوت ہو گئی تو میں تمہیں غسل دوں گا۔''(۷) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ ﴿لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا غَسَّلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِلَّا نِسَائُهُ﴾ ''اگر مجھے اپنے اس معاملے کا پہلے علم ہو جاتا کہ جس کا مجھے تاخیر سے علم ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف

---

(۱) [**صحیح**: صحیح ابو داود، ابو داود (۴۴۰۳) كتاب الحدود: باب في المجنون يسرق أو يصيب حدا]

(۲) [بخاری (۲۷۸) كتاب الغسل]

(۳) [بخاری (۲۷۹) كتاب الغسل]

(۴) [مسلم (۳۳٦) كتاب الحيض]

(۵) [مجموع الفتاوى لابن تيمية (۳۳۸/۲۱)]

(٦) [بخاری (۱۲۵۳) كتاب الجنائز: باب غسل الميت ووضوئه بالماء والسدر، مسلم (۹۳۹)]

(۷) [**حسن**: صحیح ابن ماجة (۱۱۹۷) إرواء الغليل (۷۰۰) أحمد (۲۲۸/٦) دارمی (۳۷/۱)]

آپ کی بیویاں ہی غسل دیتیں۔''(۱) اور اگر زوجین میں سے ایک کی وفات کے وقت دوسرا موجود نہ ہو تو پھر قریبی رشتہ داروں کو چاہیے کہ میت کو غسل دیں کیونکہ وہ محبت وشفقت اور راز کی باتیں چھپانے میں زیادہ امین ہیں۔

○ مریض علاج کی غرض سے طبیب یا ڈاکٹر کے سامنے اپنے قابل ستر اعضاء بھی ظاہر کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی لیڈی ڈاکٹر نہ ہو تو عورت بھی مجبوراً کسی مرد ڈاکٹر کے سامنے اپنا ستر ظاہر کر سکتی ہے۔ کیونکہ یہ ایک مجبوری کی صورت ہے اور مجبوری میں ممنوع کام بھی مباح ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ﴾ [البقرة: ۱۷۳] ''پس جو مجبور ہو اور وہ نہ تو قانون شکنی کا ارادہ رکھتا ہو اور نہ ہی حد سے تجاوز کا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔'' اور ایک قاعدہ ہے کہ ((الضَّرُوْرَاتُ تُبِيحُ الْمَحْظُوْرَاتِ)) ''ضرورتیں ممنوعہ کاموں کو مباح بنادیتی ہیں۔''(۲)

نیز سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی سے کسی نے دریافت کیا کہ اگر بچے کی ولادت کے وقت نارمل طریقے سے بچے کی پیدائش ناممکن ہو جائے اور آپریشن کی ضرورت پیش آ جائے تو کیا مرد ڈاکٹر کے سامنے عورت کو بے لباس کیا جا سکتا ہے تو کمیٹی نے یہ فتویٰ دیا کہ جب واقعتاً ایسی صورتحال ہو پھر اس مجبوری اور ضرورت کی وجہ سے عورت کو مرد ڈاکٹر کے سامنے اپنے قابل شرم اعضاء ظاہر کرنے کی اجازت ہے۔(۳)

شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ رحمہ اللہ اپنے ایک فتویٰ میں فرماتے ہیں کہ علاج معالجے اور کسی تکلیف کے دفعیہ کے لئے مرد وعورت اپنا ستر ننگا کر سکتے ہیں، اگرچہ اصل میں یہ حرام ہے لیکن بوقتِ ضرورت اس کا جواز موجود ہے۔(۴)

اسی طرح شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ بوقتِ ضرورت ڈاکٹر یا طبیب مرد کے ستر کو چھو سکتا ہے اور علاج کی غرض سے اسے دیکھ بھی سکتا ہے۔(۵) البتہ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ بوقتِ ضرورت علاج کی غرض سے مرد عورت کے سامنے اور عورت مرد کے سامنے اپنا ستر ننگا کر سکتی ہے لیکن اس کی دو شرطیں ہیں؛ ایک یہ کہ کسی فتنہ کا خدشہ نہ ہو اور دوسرے یہ کہ وہاں کسی قسم کی خلوت وتنہائی بھی نہ ہو (بلکہ مزید معالج یا مریض بھی موجود ہوں)۔(۶)

○ علاوہ ازیں اگر اتفاقاً کسی گھر کی چھت گر جائے، یا آگ لگ جائے، یا کسی گھر میں چور یا ڈاکو گھس جائیں تو

---

(۱) [صحیح: صحيح ابن ماجة (۱۱۹٦) أبو داود (۳۱٤۱) ابن ماجة (۱٤٦٤)] حافظ ابن حجرؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [تلخيص الحبير (۲/۲۷٤)] حافظ بوصیریؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [مصباح الزجاجة (۱/٤٧٤)]

(۲) [اصول الفقه الذى لا يسع الفقيه جهله (ص: ۲۰۳) الاشباه والنظائر (ص: ۸٤) الموافقات (٥/٩٩)]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۲٤/۲۰٤)]

(٤) [فتاوى ورسائل محمد بن ابراهيم آل شيخ (۳/۱٤٦)]

(٥) [مجموع فتاوى ابن باز (٦/۲۰)]

(٦) [مجموع فتاوى ورسائل ابن عثيمين (۱۲/۲۱۸)]

پھر غیر اور اجنبی مرد بغیر کسی کے ستر کی پرواہ کیے اس گھر میں داخل ہو سکتے ہیں اور اہل خانہ کی امداد وتعاون کر سکتے ہیں اور یہ مسئلہ بھی اُسی حالتِ اضطرار اور مجبوری سے متعلقہ ہے جس کے دلائل سطورِ بالا میں بیان کیے گئے ہے۔

○ اہل علم کا کہنا ہے کہ جرم کی تفتیش کے لئے متعلقہ افسران اگر ضرورت سمجھیں تو مرد یا عورت کے ستر کو ننگا کر کے جسم کے کسی بھی حصے کو چیک کر سکتے ہیں۔

مرد کا ستر

مرد کا ستر ناف اور گھٹنے کا درمیانی حصہ ہے۔اس کے چند دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَا بَيْنَ السُّرَّةِ وَالرُّكْبَةِ عَوْرَةٌ ﴾ ''ناف اور گھٹنے کے درمیان جو کچھ ہے ستر ہے۔''(۱)

(2) فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ اَلْفَخِذُ عَوْرَةٌ ﴾ 'ران ستر ہے۔''(۲)

(3) رسول اللہ ﷺ نے حضرت معمر رضی اللہ عنہ کو رانیں ننگی کیے ہوئے دیکھا تو فرمایا ﴿ يَا مَعْمَرُ غَطِّ فَخِذَيْكَ فَإِنَّ الْفَخِذَيْنِ عَوْرَةٌ ﴾ ''اے معمر! اپنی رانوں کو ڈھانپ لو کیونکہ رانیں ستر میں شامل ہیں۔''(۳)

(شوکانی رحمہ اللہ) رقمطراز ہیں کہ ((وَقَالَ الْأَكْثَرُ : إِنَّ عَوْرَةَ الرَّجُلِ مِنْ سُرَّتِهِ إِلَى رُكْبَتِهِ)) ''اکثر اہل علم کا کہنا ہے کہ مرد کا ستر اس کی ناف سے لے کر اور اس کے گھٹنے تک ہے۔''(٤)

(بغوی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ ((وَعَوْرَتُهُ مَا بَيْنَ السُّرَّةِ وَ الرُّكْبَةِ)) ''مرد کا ستر ناف اور گھٹنے کا درمیانی حصہ ہے۔''(٥)

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) مرد کے ستر کے متعلق فرماتے ہیں کہ ((وَهِيَ مَا بَيْنَ السُّرَّةِ وَ الرُّكْبَةِ)) ''وہ ناف اور گھٹنے کا درمیانی حصہ ہے۔''(٦)

(شیخ وہبہ زحیلی) نقل فرماتے ہیں کہ ((وَعَوْرَةُ الرَّجُلِ ... مَا بَيْنَ السُّرَّةِ وَ الرُّكْبَةِ)) ''مرد کا ستر وہ ہے

---

(۱) [حسن : ارواء الغلیل (۲۷۱) السنن الصغری للبیهقی (۳۲۳)]

(۲) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۱٦۸۳) ابوداود (٤۰۱٤) ترمذی (۲۷۹٥)]

(۳) [حسن : مسند احمد (٥/۲۹۰) شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے حسن کہا ہے۔[الموسوعة الحديثية (۲۲٤۹٥) حاکم (٤/۱۸۰) بغوی (۲۲٥۱) طبرانی کبیر (۱۹/٥٥۱)] البتہ شیخ البانی ؒ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ [المشكاة (۳۱۱٤)]

(٤) [تفسیر فتح القدیر (٥/۲۱۰)]

(٥) [معالم التنزيل "تفسير بغوی" (٦/۳۷)]

(٦) [شرح رياض الصالحين (تحت الحديث : ۱٦۲۷)]

جو ناف اور گھٹنے کے درمیان ہے۔''(۱)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) علماء کے اقوال میں سے صحیح یہ ہے کہ مرد کا ستر ناف اور گھٹنے کا درمیانی حصہ ہے۔(۲)

(شیخ صالح الفوزان) مرد کے ستر کی حد ناف سے گھٹنے تک ہے۔(۳)

○ ران بھی ستر میں شامل ہے۔ کیونکہ وہ ناف اور گھٹنے کا درمیانی حصہ ہی ہے۔ چنانچہ اہل علم کا کہنا ہے کہ

(حافظ ابن حجر رحمہ اللہ) حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ران ستر میں شامل ہے۔''(٤)

(نووی رحمہ اللہ) اکثر علماء کا یہی موقف ہے کہ ران ستر میں شامل ہے۔(٥)

(شوکانی رحمہ اللہ) حق بات یہی ہے کہ ران ستر میں شامل ہے۔(٦)

(بغوی رحمہ اللہ) اکثر اہل علم کی یہی رائے ہے کہ ران ستر ہے۔(۷)

(البانی رحمہ اللہ) ران ستر ہے۔(۸)

یہاں یہ یاد رہے کہ جن روایات میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران کو ظاہر کیا تھا جیسا کہ جنگ خیبر کے موقع پر جب آپ اپنی سواری پر سوار تھے تو ایک صحابی کے بیان کے مطابق ﴿ ثُمَّ حَسَرَ الْإِزَارَ عَنْ فَخِذِهِ حَتَّى إِنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِ فَخِذِ نَبِيِّ اللّٰهِ ﷺ ﴾ ''پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران سے تہبند ہٹا دیا حتی کہ میں آپ کی شفاف اور سفید رانوں کی سفیدی اور چمک دیکھنے لگا۔''(۹) اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں رانوں سے کپڑا ہٹا کر بیٹھے ہوئے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے آپ اسی حالت میں رہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تب بھی آپ اسی حالت میں رہے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو بھی آپ ویسے ہی رہے لیکن جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے اپنی رانیں ڈھانپ لیں اور دریافت کرنے پر وجہ یہ بتائی کہ ''کیا میں اس سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔''(۱۰)

---

(۱) [التفسير الميسر في العقيدة والشريعة والمنهج (١٨٢/٨)]

(۲) [فتاوى اسلامية (٤/ ٣٠٩)]

(۳) [الملخص الفقهي (١٠٩/١)]

(٤) [تلخيص الحبير (٥٠٤/١)]

(٥) [المجموع (١٧٥/٣)]

(٦) [نيل الأوطار (٥٣٢/١)]

(۷) [تفسير بغوى (٣٧/٦)]

(۸) [تمام المنة (ص/ ١٦٠)]

(۹) [بخارى (٣٧١) كتاب الصلاة : باب ما يذكر في الفخذ]

(۱۰) [حسن : إرواء الغليل (٢٩٨/١) طبراني كبير (١١٦٥٦) معرفة السنن والآثار للبيهقي (٢٠٥٢٠٣) مسند احمد (٢٨٨/٦) شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے صحیح لغیرہ کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (٢٦٤٦٧)]

تو ایسی تمام روایات سابقہ مسئلے کے خلاف نہیں ہیں کیونکہ اصول میں یہ بات مسلم ہے کہ ((اَنَّ الْقَوْلَ اَرْجَحُ مِنَ الْفِعْلِ)) ''بلاشبہ قول فعل سے زیادہ راجح ہے۔'' (یعنی جو احکام رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دیئے ہیں کہ جن کے مطابق ران سمیت ناف اور گھٹنے کا درمیانی حصہ ستر ہے، ہم ان پر عمل کے پابند ہیں اور جو رسول اللہ ﷺ نے خود عمل کیا وہ صرف آپ کے ساتھ ہی خاص تھا یعنی کسی دوسرے کے لئے جائز نہیں کہ وہ ان روایات کو دلیل بنا کر اپنی رانیں ننگی رکھے)۔(۱)

○ ناف اور گھٹنے خود ستر میں شامل نہیں۔ کیونکہ جن روایات سے ان کے ستر ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے یا تو وہ ضعیف ہیں یا غیر واضح ہیں البتہ یہ حدیث ان کے ستر نہ ہونے کی دلیل ہے ﴿ مَا بَيْنَ السُّرَّةِ وَالرُّكْبَةِ عَوْرَةٌ ﴾ ''ناف اور گھٹنے کے درمیان جو کچھ ہے ستر ہے۔'' کیونکہ اس حدیث میں صرف ان دونوں مقامات کے درمیانی حصے کو ستر کہا گیا ہے جس سے واضح ہے کہ یہ دونوں خود ستر نہیں۔ اور جس روایت میں ہے کہ ﴿ الرُّكْبَةُ مِنَ الْعَوْرَةِ ﴾ ''گھٹنا ستر کا حصہ ہے۔'' وہ ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں نضر بن منصور فزاری کوفی راوی کمزور ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے منکر الحدیث اور امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔(۲)

(امام رازی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ ((وَالسُّرَّةُ وَالرُّكْبَةُ لَيْسَتَا مِنَ الْعَوْرَةِ)) ''ناف اور گھٹنا خود ستر میں شامل نہیں۔''(۳)

(شوکانی رحمہ اللہ) گھٹنے ستر میں شامل نہیں۔(۴)

(البانی رحمہ اللہ) گھٹنوں کے ستر ہونے (کے دلائل) میں کچھ بھی صحیح نہیں ہے۔(۵)

(شیخ وہبہ زحیلی) نقل فرماتے ہیں کہ ((وَهُمَا لَيْسَتَا بِعَوْرَةٍ)) ''ناف اور گھٹنا دونوں خود ستر نہیں۔''(۶)

عورت کا ستر

آزاد عورت کا سارا جسم ستر ہے سوائے چہرے اور ہاتھوں کے۔ چند دلائل ملاحظہ فرمائیے۔

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ ﴾ [النور: ۳۱] ''عورتیں اپنی ٹانگیں زمین پر اس طرح مت ماریں کہ ان کی خفیہ زینت کا پتہ چل جائے۔''

---

(۱) [نیل الأوطار (۵۳۲/۱-۵۳۴) تمام المنة (ص/۱۵۹)]

(۲) [میزان الاعتدال (۲۶۴/۴)]

(۳) [مفاتیح الغیب "تفسیر رازی" (۳۰۱/۱۱)]

(۴) [نیل الاوطار (۵۳۶/۱)]

(۵) [تمام المنة (ص/۱۶۰)]

(۶) [التفسير المنير في العقيدة والشريعة والمنهج (۲۲۳/۱۸)]

(ابن حزم رحمہ اللہ) یہ آیت نص ہے کہ عورت کی ٹانگیں اور پنڈلیاں ستر ہیں۔(۱)

(2) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ ذَكَرَ الْإِزَارَ : فَالْمَرْاَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ : تُرْخِيْ شِبْرًا ، قَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ : اِذًا يَنْكَشِفُ عَنْهَا ، قَالَ : فَذِرَاعٌ لَا تَزِيْدُ عَلَيْهِ ﴾ ”جب رسول اللہ ﷺ نے تہبند کا ذکر کیا تو انہوں نے عورت کے متعلق پوچھا کہ وہ اسے کس قدر لمبا کرے؟ آپ نے فرمایا ”ایک بالشت لٹکا لے۔“ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اس سے تو اس کے پاؤں ننگے ہوں گے۔ آپ نے فرمایا ”ایک ہاتھ لٹکا لے اور اس سے زیادہ نہ کرے۔“(۲)

(البانی رحمہ اللہ) یہ حدیث دلیل ہے کہ عورتوں کے پاؤں بھی ستر میں شامل ہیں اور یہ بات عہد نبوی میں عورتوں میں معروف تھی۔ قرآن کریم کے اس ارشاد ﴿ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ ﴾ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ موجود ہے۔(۳)

(3) ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿ اَلْمَرْاَةُ عَوْرَةٌ ﴾ ”عورت (مکمل) ستر ہے۔“(۴)

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (ان کی بہن) اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے ہاں آئیں اور انہوں نے باریک کپڑے پہنے ہوئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے اپنا منہ موڑ لیا اور فرمایا ﴿ يَا اَسْمَاءُ ! اِنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيْضَ لَمْ يَصْلُحْ لَهَا اَنْ يُرَى مِنْهَا اِلَّا هٰذَا وَ هٰذَا ، وَ اَشَارَ اِلَى وَجْهِهٖ وَ كَفَّيْهِ ﴾ ”اے اسماء! جب لڑکی بالغ ہو جائے تو جائز نہیں کہ اس سے کچھ نظر آئے سوائے اس کے اور اس کے اور (یہ کہتے ہوئے) آپ نے اپنے چہرے اور ہاتھوں کی طرف اشارہ کیا۔“(۵)

(ابن العربی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ ((وَعَوْرَةُ الْمَرْأَةِ جَمِيْعُ بَدَنِهَا اِلَّا وَجْهَهَا وَ كَفَّيْهَا)) ”عورت کا سارا جسم ستر ہے سوائے اس کے چہرے اور دونوں کے ہاتھوں کے۔“(۶)

(شیخ وہبہ زحیلی) رقمطراز ہیں کہ ((وَعَوْرَةُ الْمَرْأَةِ جَمِيْعُ بَدَنِهَا مَا عَدَا الْوَجْهِ وَ الْكَفَّيْنِ)) ”عورت

---

(۱) [المحلى (۲٤۳/۳)]

(۲) [**صحيح** : غاية المرام (۹۰) صحيح ابو داود ، ابو داود (٤١١٧) كتاب اللباس : باب في قدر الذيل]

(۳) [السلسلة الصحيحة (٤٦٠)]

(٤) [**صحيح** : المشكاة (۳۱۰۹) صحيح الترغيب (۳٤٦) صحيح الجامع الصغير (٦٦٩٠) صحيح ترمذى ، ترمذى (۱۰۹۳) كتاب الرضاع : باب ما جآء في كراهية الدخول على المغيبات]

(٥) [**صحيح** : صحيح ابو داود ، ابو داود (٤١٠٤) كتاب اللباس : باب فيما تبدى المرأة من زينتها ، صحيح الترغيب (۲۰٤٥) صحيح الجامع الصغير (۷۸٤۷) غاية المرام (۱۸۷) المشكاة (٤۳۷۲)]

(٦) [احكام القرآن لابن العربى (٤٩٩/٣)]

کا سارا جسم ستر ہے سوائے چہرے اور دونوں ہاتھوں کے۔''(۱)

○ درج بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ عورت کا سارا جسم ستر ہے سوائے چہرے اور ہاتھوں کے۔ البتہ اہل علم کا کہنا ہے کہ یہاں اتنی گنجائش ضرور موجود ہے کہ اگر کسی ضرورت (مثلاً گھر کے کام کاج میں مشغولیت وغیرہ) کی وجہ سے عورت کا سر، پاؤں یا بازو وغیرہ محرم رشتہ داروں (یا خادم) کے سامنے ظاہر ہو جائیں تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اَتٰى فَاطِمَةَ بِعَبْدٍ قَدْ وَهَبَهُ لَهَا ، قَالَ وَعَلٰى فَاطِمَةَ ثَوْبٌ اِذَا قَنَّعَتْ بِهِ رَاْسَهَا لَمْ يَبْلُغْ رِجْلَيْهَا وَاِذَا غَطَّتْ بِهِ رِجْلَيْهَا لَمْ يَبْلُغْ رَاْسَهَا ، فَلَمَّا رَاَى النَّبِيُّ ﷺ مَا تَلْقٰى قَالَ : اِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكِ بَاْسٌ اِنَّمَا هُوَ اَبُوْكِ وَ غُلَامُكِ ﴾ ''نبی کریم ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے ایک غلام لائے جو آپ نے ان کو ہبہ کیا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ایسا کپڑا تھا کہ وہ اگر اسے سر پر لپیٹتیں تو ان کے پاؤں تک نہ پہنچتا تھا اور اگر پاؤں کو چھپاتیں تو سر پر نہ رہتا تھا۔ پس جب نبی ﷺ نے ان کی اس اُلجھن کو دیکھا تو فرمایا ''تمہارے لئے کوئی حرج کی بات نہیں، تمہارے سامنے صرف تمہارے والد ہیں اور تمہارا غلام ہے۔''(۲)

(البانی رحمہ اللہ) اس حدیث میں واضح دلیل موجود ہے کہ لڑکی اپنا سر اور اپنے پاؤں اپنے والدین کے سامنے ظاہر کر سکتی ہے بلکہ اپنے غلام کے سامنے بھی۔(۳)

(شیخ تویجری) انہوں نے عورت کے اُس ستر کا ذکر کرتے ہوئے 'کہ جسے وہ اپنے محرم رشتہ داروں اور عورتوں سے بھی چھپائے گی' نقل فرمایا ہے کہ ان لوگوں کے لئے عورت کا مکمل جسم ہی ستر ہے سوائے اُن اشیاء کے جو اغلباً ظاہر ہو جاتی ہیں جیسے چہرہ، سر، گردن، دونوں ہاتھ اور دونوں قدم۔(٤)

○ لونڈی کے ستر کے متعلق اہل علم کا کہنا ہے کہ آزاد عورت کے مقابلے میں لونڈی کو چاہیے کہ وہ اپنا سارا جسم چھپائے حتی کہ ہاتھ بھی، صرف چہرہ ننگا رکھے تا کہ آزاد اور لونڈی میں فرق ہو سکے۔ یہی رائے قابل ترجیح ہے۔ تاہم اس مسئلے میں اختلاف بہر حال موجود ہے۔ اہل ظاہر کا کہنا ہے کہ آزاد اور لونڈی کے ستر میں کوئی فرق نہیں۔ جبکہ جمہور علما کی رائے یہ ہے کہ ان دونوں کے ستر میں فرق ہے۔ لونڈی کا ستر مرد کی طرح ناف اور گھٹنوں کا درمیانی حصہ ہے۔(٥) انہوں نے اُس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ اِذَا زَوَّجَ

(۱) [التفسیر المنیر فی العقیدة والشریعة والمنهج (۱۸۲/۸)]

(۲) [صحیح : الصحیحة (۲۸٦۸) ابوداود (٤١٠٦) کتاب اللباس : باب فی العبد ینظر الی شعر مولاته]

(۳) [السلسلة الصحیحة (تحت الحدیث : ۲۸٦۸)]

(٤) [موسوعة الفقه الاسلامی (٩٣/٤)]

(٥) [نیل الأوطار (٥٣٨/١) الأم (١٨٣/١) الحاوی (١٦٧/٢) تحفة الفقهاء (٢٥٠/١) الکافی (ص/٦٣)]

اَحَدُکُمْ عَبْدَہُ اَمَتَہُ فَلَا یَنْظُرَنَّ اِلَی عَوْرَتِھَا ﴾ ''جب تم میں سے کوئی اپنے غلام کی شادی اپنی لونڈی سے کر دے تو اس (لونڈی) کے ستر کو نہ دیکھے۔'' ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿ فَلَا یَنْظُرَنَّ اِلَی مَا دُوْنَ السُّرَّۃِ وَالرُّکْبَۃِ ﴾ '' وہ (اس لونڈی کی) ناف سے نیچے اور گھٹنے سے اوپر ہرگز نہ دیکھے۔''(۱) واضح رہے کہ اس حدیث میں صرف مالک کے لیے اپنی شادی شدہ لونڈی کا ستر بیان ہوا ہے نہ کہ ہر شخص کے لیے یہ مقدار ہے۔ لہٰذا راجح موقف وہی ہے جسے اوپر بیان کر دیا گیا ہے۔ (واللہ اعلم)

جائز و ناجائز لباس

لباس میں اصل جواز ہے

لباس اور زیب وزینت کا تعلق خواہ بدن سے ہو یا کپڑوں سے یا کسی جگہ سے، ان میں اصل جواز ہی ہے یعنی ہر طرح کا لباس اور ہر قسم کی زیب وزینت کی چیز اصلاً حلال ہے (سوائے اس کے جس سے شریعت نے خود منع کر دیا ہے) اور اس موقف کی بنیاد اُن دلائل کا عموم ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے بندوں پر اپنے انعامات کا ذکر کیا ہے اور بالخصوص یہ فرمایا ہے کہ کائنات کی ہر پاکیزہ چیز یعنی لباس، زیب وزینت کی اشیاء اور دیگر نعمتیں اس نے اپنے بندوں کے لئے ہی بنائی ہیں تاکہ وہ اپنی زندگی میں ان سے فائدہ حاصل کریں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

(1) ﴿ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ﴾ [البقرۃ : ۲۹] ''وہی ہے (اللہ) جس نے سب کا سب تمہارے لئے پیدا کیا جو کچھ زمین میں ہے (معلوم ہوا کہ تمام اشیاء میں اصل اباحت ہے اور ہر چیز دراصل انسان کے فائدے اور تمتع کے لئے پیدا کی گئی ہے خواہ لباس ہو یا کچھ اور)۔''

(2) ﴿ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِیَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا خَالِصَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ [الاعراف : ۳۲] ''(اے نبی!) ان سے کہو کس نے اللہ کی اُس زینت (انواع واقسام کے لباس وغیرہ) کو حرام کر دیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لئے نکالا تھا اور کس نے خدا کی بخشی ہوئی پاک چیزیں (ماکولات ومشروبات وغیرہ) ممنوع کر دیں؟ کہو، یہ ساری چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی ایمان لانے والوں کے لئے ہیں اور قیامت کے روز تو خالصتاً انہی کے لئے ہوں گی، اسی طرح ہم اپنی باتیں صاف صاف بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لئے جو علم رکھنے والے ہیں۔''

(3) ﴿ وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُیُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُیُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا یَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَ یَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَ مِنْ اَصْوَافِهَا وَ اَوْبَارِهَا وَ اَشْعَارِهَاۤ اَثَاثًا وَّ مَتَاعًا

(۱) [حسن : المشکاۃ (۳۱۱۱) أبو داود (۴۱۸) کتاب الصلاۃ : باب متی یؤمر الغلام بالصلاۃ]

إِلَىٰ حِينٍ ○ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُم مِّمَّا خَلَقَ ظِلَالًا وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ الْجِبَالِ أَكْنَانًا وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيلَ تَقِيكُم بَأْسَكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُونَ ○﴾ [النحل : ۸۰-۸۱] ''(اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق کردہ اشیاء کے ذریعے بندوں پر احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا) اللہ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں کو جائے سکون بنایا۔ اس نے جانوروں کی کھالوں سے تمہارے لئے ایسے مکان (خیمے) پیدا کیے جنہیں تم سفر اور قیام، دونوں حالتوں میں (اٹھاتے وقت) ہلکا پاتے ہو۔ اس نے جانوروں کے صوف اور اُون اور بالوں سے تمہارے لئے پہننے اور برتنے کی بہت سی چیزیں پیدا کر دیں جو زندگی کی مدتِ مقررہ تک تمہارے کام آتی ہیں۔ اس نے اپنی پیدا کی ہوئی بہت سی چیزوں (درختوں اور ٹیلوں وغیرہ) سے تمہارے لئے سائے کا انتظام کیا، پہاڑوں میں تمہارے لئے پناہ گاہیں (غاریں وغیرہ) بنائیں۔ اور تمہیں ایسی پوشاکیں بخشیں جو تمہیں گرمی سے بچاتی ہیں اور کچھ دوسری پوشاکیں جو آپس کی جنگ میں تمہاری حفاظت کرتی ہیں (زرہ وغیرہ)۔ اس طرح وہ تم پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کرتا ہے شاید کہ تم فرمانبردار بنو۔''

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) انہوں نے ایک فتویٰ میں یوں کہا ہے کہ ((اَلْأَصْلُ فِي اللِّبَاسِ الْإِبَاحَةُ)) ''لباس میں اصل جواز ہی ہے۔''(۱)

(شیخ ابن جبرین رحمہ اللہ) لباس میں اصل اباحت وجواز ہی ہے اور انسان ہر طرح کا میسر لباس زیب تن کر سکتا ہے البتہ شریعت نے کچھ لباس پہننے سے منع کیا ہے انہیں پہننا جائز نہیں۔(۲)

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) انہوں نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ ((اَلْأَصْلُ فِي اللِّبَاسِ الْحِلُّ حَتَّى يَقُومَ دَلِيلٌ عَلَى التَّحْرِيمِ)) ''لباس میں اصل حلت وجواز ہی ہے حتی کہ حرمت کی کوئی دلیل ثابت ہو جائے۔''(۳)

(شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ رحمہ اللہ) لباس میں اصل اباحت وجواز ہے۔(٤)

(شیخ وہبہ زحیلی) لباس اور زیب وزینت کی اشیاء میں اصل جواز ہے خواہ ان کا تعلق کپڑوں سے ہو یا بدن سے یا جگہ سے۔(٥)

(شیخ تویجری) بنیادی طور پر ہر لباس پہننا جائز ہے سوائے اس لباس کے جس سے شریعت نے منع کر دیا ہے۔(٦)

---

(۱) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (٤٧/٢٤)]

(۲) [شرح عمدة الاحكام (٧٨/٢)]

(۳) [فتاوی نور علی الدرب ۔ لابن عثیمین : فتاوی الزينة والمرأة : احکام لباس المرأة]

(٤) [فتاوی ورسائل محمد بن ابراهيم آل الشيخ (٦٨/٤)]

(٥) [الفقه الاسلامي وادلته (١٨٣/٤)]

(٦) [شرح الفتوى الحموية (ص: ١٦٩)]

(موسوعہ فقھیہ کویتیہ) اس موسوعہ میں بھی یہی تحریر ہے کہ لباس میں اصل جواز ہے۔[1]

اس حکم سے مستثنیٰ لباس

درج بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ ہر طرح کا لباس (خواہ قدیم طرز کا ہو یا جدید) زیب تن کیا جا سکتا ہے اور اسی طرح زیب و زینت کی ہر چیز استعمال کی جا سکتی ہے سوائے اُس کے جس سے کتاب و سنت میں منع کر دیا گیا ہے۔ آئندہ سطور میں چند ایسے ہی ناجائز و ممنوع لباس ذکر کیے جا رہے ہیں، ملاحظہ فرمایئے۔

کفار کا لباس ممنوع ہے

کتاب و سنت میں متعدد مقامات پر یہود، نصاریٰ، مشرکین اور دیگر کفار کی مشابہت سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے اور خود نبی کریم ﷺ کا بھی یہی عمل تھا کہ تقریباً ہر چیز میں غیر مسلموں کی مخالفت ہی کی کوشش کرتے۔ اسی لئے شریعتِ اسلامیہ میں یہ بات اصولی طور پر مسلّم ہے کہ مسلمانوں کے لئے کفار کی مشابہت ہرگز جائز نہیں، نہ ان کی عبادت میں، نہ عادت میں اور نہ ہی مخصوص ہیئت و کیفیت میں۔ لہٰذا جیسے ہر قول و فعل میں کفار کی مشابہت سے بچنا چاہیے ویسے ہی ان کے مخصوص لباس زیب تن کرنے سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ چند دلائل ملاحظہ فرمایئے:

(1) ﴿وَلَا تَتَّبِعۡ أَهۡوَآءَ ٱلَّذِينَ لَا يَعۡلَمُونَ﴾ [الجاثية : ١٨] ''اُن لوگوں کی خواہشات کی پیروی مت کرو جو علم نہیں رکھتے۔''

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ ''جو علم نہیں رکھتے'' سے مراد ایسے تمام لوگ ہیں جو شریعت کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور ''اُن کی خواہشات'' سے مراد وہ اشیاء ہیں جن کی وہ خواہش رکھتے ہیں اور جس ظاہری راستے پر مشرکین چل رہے ہیں۔[2]

(2) ﴿وَلَا يَكُونُوا۟ كَٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلۡكِتَـٰبَ مِن قَبۡلُ فَطَالَ عَلَيۡهِمُ ٱلۡأَمَدُ فَقَسَتۡ قُلُوبُهُمۡۖ وَكَثِيرٌ مِّنۡهُمۡ فَـٰسِقُونَ﴾ [الحديد : ١٦] ''اور وہ (اہل ایمان) اُن لوگوں کے مانند نہ ہوں جنہیں اس سے پہلے کتاب دی گئی، پھر ان پر مدت لمبی ہوگئی تو ان کے دل سخت ہوگئے اور ان میں سے بہت سے فاسق ہیں۔''

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت کے ان الفاظ ﴿وَلَا يَكُونُوا﴾ ''اور وہ نہ ہوں'' میں مطلق طور پر اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی مشابہت سے ممانعت موجود ہے۔[3] اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں اہل کتاب کی قلبی قساوت اور ان کے فسق کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ((وَلِهٰذَا نَهَى اللّٰهُ

---

(۱) [الموسوعة الفقهية الكويتية (١٣٠/٦)] (۲) [اقتضاء الصراط المستقيم (ص : ٨)]

(۳) [ايضا (ص : ٤٣)]

الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْ يَّتَشَبَّهُوْا بِهِمْ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الْاُمُوْرِ الْاَصْلِيَّةِ وَ الْفَرْعِيَّةِ))''اور (یہود ونصاریٰ کی) انہی نافرمانیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو منع فرمایا ہے کہ وہ اصلی یا فرعی کسی بھی چیز میں ان کی مشابہت اختیار نہ کریں۔''(۱)

(3) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا ، لَاتَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ وَ لَا بِالنَّصَارٰى ﴾ ''جس نے مسلمانوں کے علاوہ دوسروں کی مشابہت کی وہ ہم میں سے نہیں، (لہٰذا) نہ تم یہود کی مشابہت کرو اور نہ ہی نصاریٰ کی۔''(۲)

(4) فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ ﴾ ''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں شمار ہوگا۔''(۳)

(5) رسول اللہ ﷺ بروز ہفتہ اور اتوار اکثر روزہ رکھتے اور فرماتے کہ یہ دونوں مشرکین کے عید کے دن ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ اُن کی مخالفت کروں۔(۴)

(6) جب آپ ﷺ نے یوم عاشورا (دس محرم) کا روزہ رکھنے کا حکم دیا تو لوگوں نے کہا کہ اس دن کی تو یہود و نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا اگلے سال ہم ان شاء اللہ نو محرم کا روزہ رکھیں گے۔(۵)

(7) ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہود ونصاریٰ خضاب نہیں لگاتے پس تم ان کی مخالفت کرو (یعنی خضاب لگایا کرو)۔''(٦)

(8) اور فرمایا کہ ''مشرکین کی مخالفت کرو اور داڑھی چھوڑ دو۔''(۷)

(9) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آذربائیجان میں مقیم صحابہ کے لئے یہ فرمان لکھ کر ارسال فرمایا کہ ﴿ اِيَّاكُمْ وَ التَّنَعُّمَ وَ زِيَّ اَهْلِ الشِّرْكِ ﴾ ''ناز و نعمت اور اہل شرک کی خصوصی ہیئت (وضع قطع) اختیار کرنے سے بچو۔''(۸)

(10) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَيَّ ثَوْبَيْنِ مُعَصْفَرَيْنِ

---

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۱۱٤/٦)]

(۲) [صحيح : السلسلة الصحيحة (۲۱۹٤) صحيح الجامع الصغير (۹٥٦٥) صحيح الترغيب (۲۷۲۳) ترمذی (۲٦۹٥) كتاب الاستئذان والآداب : باب ما جاء فی كراهية اشارة اليد بالسلام]

(۳) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (٦۱٤۹) ابوداود (٤۰۳۱) كتاب اللباس : باب فی لبس الشهرة]

(٤) [حسن : صحيح الجامع الصغير (٤۸۰۳) طبرانی كبير (٦۱٦)]

(٥) [مسلم (۱۱۳٤) كتاب الصيام : باب أی يوم الصيام فی عاشورا' أبو داود (۲٤٤٥) ابن ماجة (٥۸۰۹)]

(٦) [بخاری (٥۸۹۹) كتاب اللباس : باب الخضاب]

(۷) [بخاری (٥۸۹۲) كتاب اللباس : باب تقليم الاظفار]

(۸) [مسلم (۲۰٦۹) كتاب اللباس : باب تحريم لبس الحرير]

فَقَالَ : اِنَّ هٰذِهٖ مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْهَا ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے مجھ پر دو سرخ (زرد سرخی مائل) رنگ کے کپڑے دیکھے تو فرمایا ''یہ کفار کے کپڑے ہیں لہٰذا انہیں مت پہنو۔''(۱)

عریاں لباس ممنوع ہے

عریاں لباس سے مراد ایسا چست وتنگ یا باریک لباس ہے جس سے انسان کے قابلِ ستر اعضاء ظاہر ہوں۔ اس قسم کا لباس اس لئے ناجائز ہے کیونکہ لباس پہننے کا اوّلین مقصد ہی ستر پوشی ہے (جیسا کہ اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے) اور جو لباس یہی مقصد پورا نہیں کرتا وہ پہننا کیونکر جائز ہوسکتا ہے؟۔

(1) سابقہ اَوراق میں ذکر کردہ ستر پوشی کے وجوب کے تمام دلائل اس مسئلے کا بھی ثبوت ہیں۔

(2) فرمانِ نبوی ہے کہ ''دو قسم کے لوگ جہنمی ہیں جو ابھی تک میں نے نہیں دیکھے ایک وہ قوم جن کے پاس گائیوں کی دموں کی مانند کوڑے ہوں گے اور وہ ان کے ساتھ لوگوں کو ماریں گے اور دوسرے وہ عورتیں جو لباس پہننے کے باوجود (لباس کی تنگی و باریکی کی وجہ سے) ننگی ہوں گی۔ (دوسروں کو اپنی طرف) مائل کرنے والی اور (خود دوسروں کی طرف) مائل ہونے والی ہوں گی۔ ان کے سروں پر (جوڑے) بختی اونٹوں کے کوہانوں کی مانند حرکت کرتے ہوں گے۔ یہ خواتین نہ تو جنت کو دیکھ سکیں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو ہی محسوس کر سکیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو اتنے اِور اتنے فاصلے پر محسوس کی جاسکے گی۔''(۲)

(3) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ﴿ اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ اللَّيْلِ وَ هُوَ يَقُوْلُ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مَاذَا اُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتَنِ ؟ مَاذَا اُنْزِلَ مِنَ الْخَزَائِنِ ؟ مَنْ يُوْقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ ؟ كَمْ مِّنْ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ؟ ﴾ ''نبی کریم ﷺ رات کے وقت بیدار ہوئے اور کہا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، کیسی کیسی بلائیں اس رات میں نازل ہو رہی ہیں اور کیا کیا رحمتیں اس کے خزانوں سے اتر رہی ہیں۔ کوئی ہے جو ان حجرہ والیوں کو بیدار کردے۔ دیکھو بہت سی دنیا میں لباس پہننے والی عورتیں آخرت میں ننگی ہوں گی (یعنی جو عورتیں باریک کپڑے پہن کر غیروں کو اپنا جسم دکھاتی پھرتی ہیں انہیں روزِ قیامت یہ سزا دی جائے گی کہ وہ ساری مخلوق کے سامنے ننگی ہوں گی)۔''(۳)

(حافظ ابن حجر ہیثمی رحمہ اللہ) انہوں نے اس عمل کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے کہ عورت اتنا باریک لباس پہنے جس سے جلد ظاہر ہو۔(٤)

(۱) [مسلم (۲۰۷۷) كتاب اللباس والزينة : باب النهي عن لبس الرجل الثوب المعصفر' احمد (۱۶۲/۲)]
(۲) [بخاری (٥٨٤٤) كتاب اللباس : باب ما كان النبي ﷺ يحوز من اللباس والبسط]
(۳) [مسلم (۲۱۲۸) كتاب اللباس : باب النساء الكاسيات العاريات المائلات المميلات]
(٤) [الزواجر (۱۲۷/۱)]

شہرت کا لباس ممنوع ہے

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِي الدُّنْيَا أَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾ ”جس نے دنیا میں شہرت کا لباس پہنا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائیں گے۔“ (١)

شہرت کے لباس سے مراد وہ لباس ہے جو عام لوگوں کے لباس سے رنگ میں مختلف ہونے کی وجہ سے شہرت کا باعث بنے۔ لوگوں کی نظریں اس کی طرف اٹھیں اور اسے پہننے والا تعجب و تکبر میں پڑ جائے۔ (٢) یاد رہے کہ یہ حدیث نفیس و عمدہ لباس پہننے کے خلاف نہیں بلکہ عوام (میں مروج علاقائی) لباس سے مختلف ' تکبر اور فخر و ریاء کے لیے پہنے گئے لباس کی ممانعت میں واضح دلیل ہے۔ (٣)

(شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ) یہ حدیث دلیل ہے کہ شہرت کا لباس پہننا حرام ہے البتہ یہ حدیث محض نفیس لباس کے ساتھ مختص نہیں بلکہ ایسے شخص کے متعلق ہے جو فقراء وغیرہ جیسے لوگوں کے لباس سے ہٹ کر لباس پہنتا ہے تا کہ لوگ اسے دیکھیں اور اس کے (مختلف النوع) لباس پر تعجب کا اظہار کریں۔ (٤)

(موسوعه فقهيه كويتيه) اس موسوعہ میں حرام اور ناجائز لباسوں کے ضمن میں مذکور ہے کہ ((لُبْسُ الْأَلْبِسَةِ الَّتِيْ تُخَالِفُ عَادَاتِ النَّاسِ مَكْرُوْهٌ لِمَا فِيْهِ مِنْ شُهْرَةٍ أَيْ مَا يَشْتَهِرُ بِهِ عِنْدَ النَّاسِ وَ يُشَارُ إِلَيْهِ بِالْأَصَابِعِ)) ”ایسے لباس پہننا جو لوگوں میں مروّجہ (علاقائی و قومی) لباس سے مختلف ہوں مکروہ ہے کیونکہ ایسے لباس شہرت کا ذریعہ بنتے ہیں یعنی ان کے ذریعے انسان لوگوں میں مشہور ہوتا ہے اور انگلیوں کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔“ (٥)

(شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ) لباس میں شہرت بھی ناپسندیدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ یا تو انسان ایسا قیمتی لباس پہنے جس کا لوگوں میں رواج نہ ہو یا پھر ایسا گھٹیا لباس پہنے جس کی لوگوں میں عادت نہ ہو۔ سلف ایسی دونوں قسم کی شہرتوں کو ناپسند کیا کرتے تھے۔ (٦)

(سرخسی رحمہ اللہ) انسان انتہائی خوبصورت اور قیمتی لباس نہ پہنے کہ لوگ انگلیوں کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کریں

---

(١) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (٢٩٠٥) كتاب اللباس : باب من لبس شهرة من الثياب ' ابن ماجة (٣٦٠٦) ابو داود (٤٠٦٩) احمد (١٣٩/٢)]

(٢) [النهاية في غريب الحديث (٥١٥/٢) نيل الاوطار (٩٤/٢) عون المعبود (٥٠/١١)]

(٣) [نيل الأوطار (٥٩٦/١)]

(٤) [عون المعبود شرح سنن ابى داود (٥١/١١)]

(٥) [الموسوعة الفقهية الكويتية (١٣٧/٦)]

(٦) [مجموع الفتاوى لابن تيمية (١٣٨/٢٢)]

اور ایسا پراگندہ اور بوسیدہ لباس بھی زیب تن نہ کرے کہ لوگ اس کی جانب انگلیوں سے اشارہ کرنے لگیں کیونکہ ان میں سے ایک لباس میں تو اسراف وفضول خرچی ہے اور دوسرے میں بخل اور سب سے بہتر میانہ روی ہے۔ (۱)

تکبر کا لباس ممنوع ہے

ایسا قیمتی وخوبصورت لباس جو محض لوگوں کو دکھانے اور انہیں حقیر ظاہر کرنے کی غرض سے پہنا جائے، حرام ہے کیونکہ فخر وتکبر نہ صرف حرام اور کبیرہ گناہ ہے بلکہ جہنم میں داخلے کا موجب بھی ہے۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ

﴿ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِىْ فِىْ حُلَّةٍ تُعْجِبُهُ نَفْسُهُ ، مُرَجِّلٌ جُمَّتَهُ ، إِذْ خَسَفَ اللّٰهُ بِهِ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ﴾ ''ایک شخص ایک (قیمتی) لباس زیبِ تن کر کے، تکبر وغرور میں سرمست، سر کے بالوں میں کنگھی کیے ہوئے اکڑ کر اتراتا ہوا جا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا، اب وہ قیامت تک اس میں تڑپتا رہے گا یا دھنستا رہے گا۔'' (۲)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِىْ قَدْ أَعْجَبَتْهُ جُمَّتُهُ وَ بُرْدَاهُ إِذْ خُسِفَ بِهِ الْأَرْضَ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِى الْأَرْضِ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ ﴾ ''ایک شخص جا رہا تھا کہ وہ اپنے بالوں اور کپڑوں پر اترایا تو اسے زمین میں دھنسا دیا گیا، اب وہ قیامت تک زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔'' (۳)

ان احادیث میں محض قیمتی اور خوبصورت لباس پہننے والے کے لئے سزا کا ذکر نہیں ہے کیونکہ قیمتی اور خوبصورت لباس پہننا تو جائز ہے بلکہ ان میں اُن حضرات کے لئے وعید کا ذکر ہے جو قیمتی لباس پہن کر تکبر اور فخر وغرور کا شکار ہو جاتے ہیں، زمین پر اترا کر چلنے لگتے ہیں اور اللہ کے کمزور بندوں کو حقیر سمجھنے لگتے ہیں۔ یاد رہے کہ فخر وتکبر لباس میں ہی نہیں بلکہ بول چال، رہن سہن، بود وباش، غرض ہر چیز میں ہی ناپسندیدہ اور حرام ہے۔ اس کے چند دلائل حسب ذیل ہیں، ملاحظہ فرمائیے:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَلَا تَمْشِ فِى الْأَرْضِ مَرَحًا ﴾ [الاسراء : ۳۷] ''اور زمین میں اکڑ کر مت چلو۔''

(2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِىْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ كِبْرٍ ﴾ ''جس کے دل میں رائی برابر بھی تکبر ہوا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' (٤)

---

(۱) [المبسوط (۲٦٨/٣٠)] (۲) [بخاری (۵۷۸۹) کتاب اللباس : باب من جر ثوبه من الخيلاء]

(۳) [مسلم (۲۰۸۸) کتاب اللباس والزينة : باب تحريم التبختر في المشي مع اعجابه بثيابه]

(٤) [صحیح : صحيح ابو داود ، ابو داود (٤٠٩١) کتاب اللباس : باب ما جاء في الكبر ، ابن ماجه (٤١٧٣)]

(3) حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَ الْعَظَمَةُ إِزَارِي ، فَمَنْ نَازَعَنِي وَاحِدًا مِنْهُمَا قَذَفْتُهُ فِي النَّارِ ﴾ ''بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میرا ازار ہے، جو بھی ان میں سے کسی کو مجھ سے چھیننے کی کوشش کرے گا، میں اسے جہنم میں پھینک دوں گا۔''(۱)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَ كَانَ رَجُلًا جَمِيلًا فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ إِنِّي رَجُلٌ حُبِّبَ إِلَيَّ الْجَمَالُ وَ أُعْطِيتُ مِنْهُ مَا تَرَاهُ حَتَّى مَا أُحِبُّ أَنْ يَفُوقَنِي أَحَدٌ إِمَّا قَالَ : بِشِرَاكِ نَعْلِي وَ إِمَّا قَالَ : بِشِسْعِ نَعْلِي أَفَمِنَ الْكِبْرِ ذَالِكَ ؟ قَالَ : لَا وَ لٰكِنَّ الْكِبْرَ مَنْ بَطِرَ الْحَقَّ وَ غَمِطَ النَّاسَ ﴾ ''ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور وہ ایک خوبصورت آدمی تھا۔ اس نے کہا، اے اللہ کے رسول! مجھے خوبصورتی پسند ہے اور مجھے یہ حاصل بھی ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، حتی کہ میں نہیں چاہتا کہ کوئی جوتے کے تسمے میں بھی مجھ سے بڑھ جائے۔ کیا یہ کیفیت تکبر اور بڑائی میں سے ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''نہیں، تکبر یہ ہے کوئی حق کا انکار کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔''(۲)

(5) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جہنم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ﴿ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ ﴾ ''ہر اجڈ، سخت دل اور متکبر (اہل جہنم میں سے ہے)۔''(۳)

لباس میں اسراف اور بخیلی ممنوع ہے

لباس میں جیسے شہرت و تکبر اور ریاء و نمود ممنوع ہے اسی طرح اسراف و بخیلی بھی ممنوع ہے۔ اس اصول کو بھی ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ لباس کے معاملے میں نہ تو بہت زیادہ فضول خرچی سے کام لیا جائے کہ حد سے زیادہ قیمتی و شوخ لباس پہنا جائے اور نہ ہی بخیلی و کنجوسی اختیار کی جائے کہ ہمیشہ انتہائی گھٹیا و بوسیدہ لباس ہی زیب تن رکھا جائے بلکہ ان دونوں انتہاؤں کے درمیان میانہ روی کا راستہ اختیار کرتے ہوئے حسبِ توفیق لباس پہننے کی کوشش کرنی چاہیے۔ درج ذیل دلائل سے یہی بات واضح ہوتی ہے:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ ﴾ [الاعراف : ۳۱] ''اے بنی آدم! تم ہر نماز کے وقت اپنی زینت اختیار کرو اور کھاؤ پیو اور

---

(۱) [صحیح : صحیح ابوداود ، ابوداود (۴۰۹۰) کتاب اللباس : باب ما جاء فی الکبر ، ابن ماجہ (۴۱۷۴) مسند احمد (۲/۳۷۶) مسند حمیدی (۱۱۴۹) السلسلۃ الصحیحۃ (۵۴۱)]

(۲) [صحیح : صحیح ابوداود ، ابوداود (۴۰۹۲) کتاب اللباس : باب ما جاء فی الکبر]

(۳) [بخاری (۴۹۱۸ ، ۶۶۵۷) کتاب التفسیر : باب "عتل بعد ذلك زنیم" ، مسلم (۲۸۵۳)]

اسراف (فضول خرچی) نہ کرو، بیشک وہ (اللہ تعالیٰ) اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا کہ

﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ○ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوٓا إِخْوَانَ الشَّيٰطِينِ﴾ [الاسراء : ٢٦ـ٢٧]

''فضول خرچی نہ کرو، بلاشبہ فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں۔''

(3) سورۂ فرقان میں ارشاد ہے کہ

﴿وَالَّذِينَ إِذَآ أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ○﴾ [الفرقان : ٦٧]

''(رحمٰن کے بندے وہ ہیں) جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل، بلکہ اُن کا خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے۔''

(4) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ تَصَدَّقُوْا وَ الْبَسُوْا مَا لَمْ يُخَالِطْهُ إِسْرَافٌ أَوْ مَخِيْلَةٌ﴾ ''کھاؤ، پیؤ، صدقہ کرو اور لباس پہنو، لیکن اسراف (فضول خرچی) اور تکبر سے بچو۔''(۱)

(5) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ﴿كُلْ مَا شِئْتَ وَ الْبَسْ مَا شِئْتَ مَا أَخْطَأَتْكَ اثْنَتَانِ : سَرَفٌ أَوْ مَخِيْلَةٌ﴾ ''جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو پہنو جب تک دو چیزوں سے تجاوز نہ کرو؛ فضول خرچی اور تکبر۔''(۲)

(6) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِيَّاكُمْ وَ الشُّحَّ فَإِنَّهُ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ﴾ ''بخیلی سے بچو کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو بخیلی نے ہلاک کر دیا تھا۔''(۳)

○ اسلام نے جہاں لباس کے معاملے میں اسراف وتبذیر، فخر وتکبر، ریاونمود، شان وشوکت اور بے جا تکلفات میں پڑنے سے منع کیا ہے وہاں یہ بھی ترغیب دی ہے کہ لباس اور رہن سہن میں سادگی اختیار کی جائے۔ چنانچہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ صحابہ کرام نے ایک دن نبی کریم ﷺ کے سامنے دنیا (اسباب عیش وتنعم) کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا ﴿أَلَا تَسْمَعُوْنَ ؟ أَلَا تَسْمَعُوْنَ ؟ إِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيْمَانِ ، إِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيْمَانِ ـ يَعْنِيْ : التَّقَحُّلَ﴾ ''کیا تم سنتے نہیں ہو؟ کیا تم سنتے نہیں ہو؟ بلاشبہ سادگی ایمان کا حصہ ہے، بلاشبہ سادگی ایمان کا حصہ ہے۔'' یعنی زیب وزینت اور ناز ونعمت کو چھوڑ دینا۔(۴) ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب

---

(۱) [حسن : صحیح الترغیب (۲۱٤٥) ابن ماجه (۳٦۰٥) كتاب اللباس : باب البس ما شئت]

(۲) [بخاری تعليقا : كتاب اللباس (قبل الحديث : ٥٧٨٣)]

(۳) [صحيح : صحيح الادب المفرد (۳٦٦) ابو داود (۱٦۹۸) كتاب الزكاة : باب في الشح ، مسند احمد (۱۹۱/۲) شیخ شعیب ارناؤوط نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔[الموسوعة الحديثية (٦۷۹۲)]

(٤) [صحيح : صحيح ابو داود ، ابو داود (٤١٦١) كتاب الترجل : باب النهي عن كثير من الارفاء ، ابن ماجه (٤١١٨)]

رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی جانب روانہ کیا تو انہیں یہ نصیحت فرمائی کہ ﴿ اِیَّایَ وَ التَّنَعُّمَ فَاِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ لَيْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِيْنَ ﴾ ''ناز ونعمت کی زندگی سے بچو کیونکہ اللہ کے بندے ناز ونعمت اختیار کرنے والے نہیں ہوتے۔''(۱)

معلوم ہوا کہ لباس و رہائش اور دیگر ضروریاتِ زندگی میں ناز ونعمت چھوڑ کر سادگی اختیار کرنا نہ صرف ایمان کا حصہ ہے بلکہ اللہ کے بندوں کا وصف بھی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی قدرت وطاقت کے باوجود قیمتی لباس نہ پہنے بلکہ اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتے ہوئے سادہ لباس پہنے تو یہ بہت بہتر ہے۔ درج ذیل دلائل بھی اسی کے متقاضی ہیں:

(1) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ مَنْ تَرَكَ لُبْسَ ثَوْبِ جَمَالٍ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ تَوَاضُعًا كَسَاهُ اللّٰهُ حُلَلَ الْكَرَامَةِ ﴾ ''جس شخص نے تواضع اختیار کرتے ہوئے خوبصورت کپڑا پہننا چھوڑ دیا حالانکہ وہ اس کی طاقت بھی رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ اسے عزت کا لباس پہنائیں گے۔''(۲)

(2) حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ مَنْ تَرَكَ اللِّبَاسَ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ دَعَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰى يُخَيِّرَهُ مِنْ اَيِّ حُلَلِ الْإِيْمَانِ شَاءَ يَلْبَسُهَا﴾ ''جس شخص نے اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتے ہوئے (خوبصورت) لباس چھوڑ دیا اور وہ اس کی طاقت بھی رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن تمام مخلوقات کے سامنے بلائیں گے، حتی کہ اسے اختیار دیں گے کہ وہ ایمان کے لباسوں میں سے جسے چاہے پہن لے۔''(۳)

(3) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاِنَّ نَمِرَةً مِّنْ صُوْفٍ تُنْسَجُ لَهُ ﴾ ''رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اور آپ کے لیے اُون کی ایک چادر بُنی جا رہی تھی۔''(٤)

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿ اِنَّمَا كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الَّذِيْ يَنَامُ عَلَيْهِ أَدَمًا حَشْوُهُ لِيفٌ ﴾ ''بے شک رسول اللہ ﷺ کا وہ بستر جس پر آپ سوتے تھے چمڑے کا تھا اور اس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔''

---

(۱) [**صحیح** : السلسلة الصحيحة (۳۵۳) صحيح الجامع الصغير (۲٦٦۸) مسند احمد (۲٤۳/۵)]

(۲) [**حسن لغيره** : صحيح الترغيب (۲۰۷۳) كتاب اللباس و الزينة : باب الترغيب في ترك الترفع في اللباس تواضعا، ابو داود (٤۷۷۸) بيهقي في شعب الإيمان (۸۳۰٤)]

(۳) [**حسن لغيره** : صحيح الترغيب (۲۰۷۲) كتاب اللباس والزينة : باب الترغيب في ترك الترفع في اللباس تواضعا، ترمذی (۲٤۸۱) حاكم (٦١/١)، (۱۸٤/٤) امام حاکمؒ نے اس حدیث کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

(٤) [**صحیح** : الصحيحة (۲٦۸۷) صحيح الترغيب (۲۰۷٦) كتاب اللباس و الزينة : باب الترغيب في ترك الترفع في اللباس تواضعا، بيهقي في شعب الإيمان (٦١٦٥)]

ایک روایت میں یہ ہے کہ ﴿ كَانَ وِسَادَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الَّذِيْ يَتَّكِئُ عَلَيْهِ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهُ لِيْفٌ ﴾ ''رسول اللہ ﷺ کا وہ تکیہ جس پر آپ ٹیک لگاتے تھے' چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔''(۱)

(5) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ رَأَيْتُ عُمَرَ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ' وَقَدْ رَقَّعَ بَيْنَ كَتِفَيْهِ بِرِقَاعٍ ثَلَاثٍ ﴾ ''میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور وہ اس وقت مسلمانوں کے امیر تھے۔ انہوں نے اپنے دونوں کندھوں کے درمیان تین کپڑے کے ٹکڑوں کے ساتھ پیوند لگائے ہوئے تھے۔''(۲)

○ یہاں یہ واضح رہے کہ سادگی اختیار کرنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ انتہائی میلا کچیلا، گھٹیا اور ردّی قسم کا لباس پہنا جائے اور اچھا لباس بالکل ترک ہی کر دیا جائے بلکہ اپنی حیثیت کے مطابق (اسراف سے بچتے ہوئے) مناسب لباس پہننے کی کوشش کرنی چاہیے اور صفائی ستھرائی کا بھی خوب لحاظ رکھنا چاہیے کیونکہ میلا کچیلا لباس پہنے رکھنا کسی بھی باوقار مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔ اس حوالے سے درج ذیل احادیث قابل ذکر ہیں:

(1) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ أَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَرَأَى رَجُلًا شَعِثًا قَدْ تَفَرَّقَ شَعْرُهُ فَقَالَ : أَمَا كَانَ هٰذَا يَجِدُ مَا يُسَكِّنُ بِهِ شَعْرَهُ ؟ وَرَأَى رَجُلًا آخَرَ وَ عَلَيْهِ ثِيَابٌ وَ سِخَةٌ فَقَالَ : أَمَا كَانَ هٰذَا يَجِدُ مَا يَغْسِلُ بِهِ ثَوْبَهُ ﴾ ''رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ آپ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کے بال بکھرے بکھرے سے تھے۔ آپ نے فرمایا'' کیا اسے کوئی چیز نہیں ملتی کہ اس سے اپنے بالوں کو سنوار لے۔'' اور آپ نے ایک دوسرے آدمی کو دیکھا جس کے کپڑے میلے تھے۔ آپ نے فرمایا ''کیا اسے کوئی چیز نہیں ملتی کہ اس سے اپنے کپڑے دھولے۔''(۳)

(2) ابوالاحوص اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِيْ ثَوْبٍ دُوْنٍ فَقَالَ : أَلَكَ مَالٌ ؟ قَالَ : نَعَمْ ، قَالَ : مِنْ أَيِّ الْمَالِ ؟ قَالَ : قَدْ آتَانِيَ اللّٰهُ مِنَ الْإِبِلِ وَ الْغَنَمِ وَ الْخَيْلِ وَ الرَّقِيْقِ ، قَالَ : فَإِذَا آتَاكَ اللّٰهُ مَالًا فَلْيُرَ أَثَرُ نِعْمَةِ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَ كَرَامَتِهِ ﴾ ''میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے گھٹیا کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا'' کیا تمہارے پاس مال ہے؟'' میں نے کہا، ہاں۔ آپ نے پوچھا کس قسم کا؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ نے مجھے اونٹ،

(۱) [مسلم (۲۰۸۲) كتاب اللباس و الزينة : باب التواضع فی اللباس و الاقتصار على الغليظ منه واليسير]

(۲) [صحيح موقوف : صحيح الترغيب (۲۰۸۲) كتاب اللباس والزينة : باب الترغيب فی ترك الترفع فی اللباس تواضعا ' مؤطا (۹۱۸/۲)]

(۳) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (۱۳۳۳) السلسلة الصحيحة (٤۹۳) صحيح ابوداود ، ابوداود (٤۰٦۲) كتاب اللباس : باب فی الخلقان وفی غسل الثوب ، نسائی (٥۲۳٦)]

بکریاں، گھوڑے اور غلام ہر طرح کا مال عنایت فرمایا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا ''جب اللہ نے تمہیں مال دیا ہے تو اس کی نعمت اور احسان کا اثر تجھ پر نظر آنا چاہیے۔''(۱)

اس حدیث کی تشریح میں علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عمدہ کپڑے پہنو تا کہ لوگوں کو علم ہو سکے کہ تم مالدار ہو اور اللہ تعالیٰ نے انواع واقسام کی نعمتوں سے تمہیں نوازا ہے۔(۲)

شیخ عبد المحسن العباد اس حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں کہ نعمتِ الٰہی کے اظہار کا مطلب یہ ہے کہ (مالدار) انسان عمدہ لباس پہنے لیکن وہ بہت زیادہ قیمتی نہ ہو اور نہ ہی اس میں اسراف وفضول خرچی کا کوئی پہلو ہو بلکہ درمیانہ اور پسندیدہ لباس ہونا چاہیے جو نہ انتہائی گھٹیا ہو اور نہ ہی انتہائی قیمتی۔(۳)

معلوم ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مال ودولت سے نوازا ہو تو حسبِ حیثیت عمدہ لباس پہن کر اللہ کا شکر بھی ادا کرنا چاہیے اور نعمتِ الٰہی کا اظہار بھی۔ قرآن کریم میں بھی ہے کہ ﴿ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ ﴾ [الضحی : ۱۱] ''اور اپنے رب کی نعمت کا اظہار کرو۔''

○ درج بالا تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ سادہ لباس بھی دو طرح کا ہے اور آرائشی لباس بھی۔ دونوں کی ایک قسم محمود (پسندیدہ) ہے اور دوسری مذموم (ناپسندیدہ)۔ سادہ لباس کی پسندیدہ صورت یہ ہے کہ صرف رضائے الٰہی کی خاطر قیمتی لباس اور بے جا تکلفات سے اجتناب کرنا (لیکن صاف ستھرا رہنا اور مال ودولت اللہ کی راہ میں خرچ کر کے نعمتِ الٰہی کا اظہار کرنا)۔ اور سادہ لباس کی ناپسندیدہ صورت یہ ہے کہ مال کی فراوانی کے باوجود خود کو انتہائی میلے اور گھٹیا لباس میں ملبوس رکھنا (اور اللہ کی راہ میں کچھ خرچ بھی نہ کرنا)۔

علاوہ ازیں آرائشی لباس کی پسندیدہ صورت یہ ہے کہ درمیانے درجے کا عمدہ لباس پہننا کہ جس میں نہ تو اسراف وفضول خرچی ہو، نہ فخر وتکبر، نہ ریاء ونمود اور نہ ہی دوسروں کی تحقیر مقصود ہو بلکہ صرف اللہ کی نعمت کے اظہار کے لئے ایسا لباس پہنا جائے۔ جبکہ آرائشی لباس کی ناپسندیدہ صورت یہ ہے کہ بہت زیادہ قیمتی اور شوخ لباس پہننا تا کہ لوگوں کی نظریں انسان کی طرف اٹھیں، لباس کے معاملے میں فضول خرچی سے کام لینا، قیمتی لباس پہن کر دوسرے لوگوں کو حقیر سمجھنا وغیرہ۔ اس حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی درج ذیل حدیثِ مبارکہ انتہائی اہم ہے، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کو لباس سمیت ہر چیز میں خوبصورتی، صفائی ستھرائی اور عمدگی پسند ہے

---

(۱) [**صحیح** : غایة المرام (۷۵) صحیح الجامع الصغیر (۲۵٤) المشکاة (٤۳۵۲) صحیح ابو داود، ابو داود (٤۰٦۳) کتاب اللباس : باب فی الخلقان وفی غسل الثوب]

(۲) [تحفة الاحوذی (۱۲۲/٦)]

(۳) [شرح سنن ابی داود۔ از عبد المحسن العباد (۵۹/۲۳)]

لیکن اس میں تکبر کا شائبہ ہرگز نہیں ہونا چاہیے کیونکہ تکبر جنت میں داخلے کی رکاوٹ ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ ﴾"جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔" یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا کہ ﴿ إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُوْنَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَّنَعْلُهُ حَسَنًا ﴾"بلاشبہ آدمی چاہتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کا جوتا اچھا ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟)۔" آپ ﷺ نے فرمایا﴿ إِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ ، اَلْكِبْرُ : بَطَرُ الْحَقِّ وَ غَمْطُ النَّاسِ ﴾"(نہیں بلکہ) اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ تکبر تو یہ ہے کہ حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔"(۱)

تصاویر والا لباس ممنوع ہے

جس لباس، بستر، چادر یا پردے وغیرہ میں جاندار کی تصاویر ہوں اسے پہننا، گھر میں رکھنا یا زیب و زینت کے لئے استعمال کرنا ناجائز و ممنوع ہے۔ اس کے چند دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿ دَخَلَ عَلَىَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ أَنَا مُتَسَتِّرَةٌ بِقِرَامٍ فِيْهِ صُوْرَةٌ فَتَلَوَّنَ وَجْهُهُ ثُمَّ تَنَاوَلَ السِّتْرَ فَهَتَكَهُ ثُمَّ قَالَ : إِنَّ مِنْ أَشَدِّ النَّاسِ عَذَابًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يُشَبِّهُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰهِ ﴾"رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے، میں نے گھر میں ایک تصویر والا پردہ لٹکایا ہوا تھا، اسے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ تبدیل ہو گیا، پھر آپ نے اس پردے کو پکڑا اور پھاڑ دیا اور پھر فرمایا "یقیناً روزِ قیامت سب سے سخت عذاب اُن لوگوں کو ہوگا جو اللہ کی تخلیق میں اُس کی مشابہت کرتے ہیں۔"(۲)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ﴿ أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيْهَا تَصَاوِيْرُ ، فَلَمَّا رَآهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ فَعَرَفْتُ فِيْ وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ قَالَتْ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! أَتُوْبُ إِلَى اللّٰهِ وَ إِلَى رَسُوْلِهِ مَاذَا أَذْنَبْتُ ؟ قَالَ : مَا بَالُ هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ ؟ فَقَالَتْ : اشْتَرَيْتُهَا لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَ تَوَسَّدَ بِهَا ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : إِنَّ أَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ يُقَالُ لَهُمْ : أَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ ، وَقَالَ : إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِيْ فِيْهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ ﴾"انہوں نے ایک گدا خریدا جس میں کچھ تصاویر بنی ہوئی تھیں، جب رسول اللہ ﷺ نے اُسے دیکھا تو آپ دروازے پر ہی کھڑے ہو گئے اور اندر نہ آئے۔ میں آپ کے چہرے سے ناراضگی پہچان گئی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں اللہ سے اور اس کے رسول کے سامنے توبہ کرتی ہوں، میں نے کیا غلطی کی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "یہ گدا کیسا ہے؟" میں

---

(۱) [مسلم (۹۱) کتاب الایمان : باب تحریم الکبر و بیانه]

(۲) [مسلم (۲۱۰۷) کتاب اللباس : باب تحریم تصویر صورة الحیوان]

نے عرض کیا کہ میں نے ہی اسے خریدا ہے تا کہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس پر ٹیک لگائیں۔ آپ نے فرمایا ''ان تصاویر کے بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ جو تم نے بنایا ہے اب اس میں جان بھی ڈالو' اور آپ نے فرمایا ''جس گھر میں تصاویر ہوتی ہیں اس میں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے۔''(۱)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ جیسے جانداروں کی تصاویر والا لباس اور کپڑا گھر میں رکھنا ممنوع ہے اسی طرح اپنی ذاتی، والدین کی یا بزرگوں کی تصاویر فریم وغیرہ کروا کر گھر میں سجانا بھی ممنوع و نا جائز ہے۔

○ اہل علم کا کہنا ہے کہ تصاویر والے کپڑے کا ایسا استعمال جائز ہے جس میں اس کا احترام نہ ہو بلکہ بے حرمتی ہو جیسے اسے زمین پر بچھا لینا، بچے کا کوئی کھلونا بنا لینا یا گدا بنا لینا وغیرہ (واللہ اعلم)۔ جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ﴿ أَنَّهَا كَانَتْ اتَّخَذَتْ عَلَى سَهْوَةٍ لَهَا سِتْرًا فِيهِ تَمَاثِيلُ فَهَتَكَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَاتَّخَذَتْ مِنْهُ نُمْرُقَتَيْنِ ، فَكَانَتَا فِي الْبَيْتِ يَجْلِسُ عَلَيْهِمَا ﴾ ''انہوں نے اپنے حجرے کے سائبان پر ایک پردہ لٹکا دیا تھا جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے (جب دیکھا تو) اسے اتار کر پھاڑ ڈالا۔ (عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ) پھر میں نے اس پردے سے دو گدے بنا ڈالے۔ وہ دونوں گدے گھر میں رہتے تھے اور نبی کریم ﷺ ان پر بیٹھا کرتے تھے۔''(۲)

تاہم زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ زمین پر بچھانے کے لئے یا گدے وغیرہ بنانے کے لئے بھی بے جان اشیاء کی تصاویر والا کپڑا یا چادر ہی استعمال کی جائے۔ نیز بچوں کے کھلونے اگر جاندار اشیاء کی صورتوں پر مشتمل ہوں مثلاً گڑیاں وغیرہ جیسے کھلونے' تو اہل علم نے ان کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور اس کے لئے بطور دلیل چند صحیح احادیث کو پیش نظر رکھا ہے۔ اُن احادیث کی تفصیل کے لئے ہماری اسی سیریز کی دوسری کتاب '' اولاد اور والدین کی کتاب: بچوں سے متعلقہ مسائل کا بیان '' ملاحظہ فرمایئے۔

○ نیز یہ بھی یاد رہے کہ اگر کسی کے پاس کوئی ایسا لباس یا دوسری کوئی چیز موجود ہو یا تحفۃً مل جائے یا غلطی سے خرید لائے کہ جس میں کسی جاندار کی تصویر بنی ہو اور وہ اسے ضائع بھی نہ کر سکتا ہو تو کسی طریقے سے اس کا سر ختم کر دے اس طرح باقی جسم درخت کی مانند ہو جائے گا اور اس کا جواز موجود ہے۔ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے اس کے متعلق یہی فتویٰ دیا ہے کہ ﴿ أَمَّا الْجِسْمُ بِلَا رَأْسٍ فَهُوَ كَالشَّجَرَةِ وَلَا شَكَّ فِي جَوَازِهِ ﴾ ''اور سر کے بغیر جسم

---

(۱) [بخاری (۵۹۶۱) کتاب اللباس : باب من لم يدخل بيتا فيه صورة]

(۲) [بخاری (۲۴۷۹) کتاب المظالم : باب هل تكسر الدنان التي فيها الخمر او تخرق الزقاق ؟]

درخت کی مانند ہے اور اس کے جواز میں کوئی شک نہیں۔''(۱)

○ بے جان اشیاء کی تصاویر والا لباس پہننا جائز ہے یعنی وہ لباس جس میں پہاڑ، درخت یا دریا وغیرہ جیسی غیر ذی روح اشیاء کی تصاویر ہوں اسے پہنا جا سکتا ہے کیونکہ ایسی تصاویر بنانے کی شریعت میں اجازت دی گئی ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ سعید بن ابوالحسن رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو کہا کہ میں اپنے ہاتھ سے کام کرتا ہوں اور یہ تصاویر بناتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تصاویر بنانے سے ممانعت والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اسے سنا دیا۔ وہ فرمان سن کر اس کا سانس چڑھ گیا اور چہرہ زرد پڑ گیا۔ تب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ﴿ وَيْحَكَ إِنْ أَبَيْتَ إِلَّا أَنْ تَصْنَعَ فَعَلَيْكَ بِهٰذَا الشَّجَرِ وَ كُلِّ شَيْءٍ لَيْسَ فِيْهِ رُوْحٌ ﴾ ''افسوس! اگر تم تصاویر بنانا ہی چاہتے ہو تو ان درختوں اور ہر ایسی چیز جس میں روح نہیں ہے' کی تصاویر بنا سکتے ہو۔''(۲)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) ایک فتوے میں ہے کہ ((وَ أَمَّا تَصْوِيْرُ مَا لَيْسَ فِيْهِ رُوْحٌ كَالشَّجَرِ وَ نَحْوِهِ فَلَا بَأْسَ بِهِ)) ''ایسی چیز کی تصویر میں کوئی حرج نہیں جس میں روح نہیں جیسے درخت وغیرہ۔''(۳)

(شیخ ابن باز رحمہ اللہ) انہوں نے بھی اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔(۴)

(شیخ صالح الفوزان) جس چیز میں روح نہیں اس کی تصویر میں کوئی حرج نہیں جیسے درخت، عمارت، سمندر، نہریں اور ان کی طرح کی دیگر اشیاء۔ اہل علم کی کثیر تعداد کی یہی رائے ہے۔(۵)

○ صلیب کی تصویر والا لباس ممنوع ہے، اس لئے گھر کی کسی چیز مثلاً پردہ، کوٹ، بستر وغیرہ پر یا کسی لباس پر صلیب کی تصویر نہیں ہونی چاہیے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَكُنْ يَتْرُكُ فِيْ بَيْتِهِ شَيْئًا فِيْهِ تَصَالِيْبُ إِلَّا نَقَضَهُ ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر میں جب بھی کوئی ایسی چیز ملتی جس پر صلیب بنی ہوتی تو اسے توڑ دیتے تھے۔''(۶)

(امام ابن جوزی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ ((اَلتَّصَالِيْبُ أَشْكَالُ الصَّلِيْبِ)) یعنی تصالیب سے مراد ہے

---

(۱) [مجموع فتاوی ورسائل ابن عثیمین (۲/۲۶۰)]

(۲) [بخاری (۲۲۲۵) کتاب البیوع: باب بیع التصاویر التی لیس فیہا روح وما یکرہ من ذلك]

(۳) [فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء (۱/۲۸۸)]

(۴) [مجموع فتاوی ابن باز (۶/۳۸۰)]

(۵) [المنتقی من فتاوی الفوزان ـ المجلد الثانی ـ التصویر]

(۶) [بخاری (۵۹۵۲) کتاب اللباس: باب نقض الصور]

صلیب کی شکل کی اشیاء (صلیب جیسی اشیاء)۔(۱)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) اگر لباس خریدنے کے بعد علم ہو کہ اس میں صلیب کی تصویر ہے تو ایسے لباس میں نماز حرام ہے اور صلیب کی تصویر کو لباس سے ختم کرنا واجب ہے خواہ اسے کھرچ کر ختم کیا جائے، رنگ کر یا کسی اور طریقے سے۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر میں جب بھی کوئی ایسی چیز ملتی جس پر صلیب بنی ہوتی تو اسے توڑ دیتے تھے۔''(۲)

درندوں کے چمڑوں کا لباس ممنوع ہے

درندے کے لئے عربی میں سَبُعٌ کا لفظ مستعمل ہے۔ اس کی جمع سِبَاع ہے۔ اور درندہ ہر وہ جانور ہے جو چیر پھاڑ کرے۔(۳) اور ہر درندے کا چمڑہ خواہ اسے رنگا گیا ہو یا نہ استعمال کرنا جائز نہیں، نہ اس کا لباس پہنا جا سکتا ہے، نہ اس کا بستر بنایا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کی چٹائی یا قالین وغیرہ بنا کر اسے گھر میں بچھایا جا سکتا ہے۔

(1) ابوملیح بن اسامہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ﴿ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنْ جُلُوْدِ السِّبَاعِ ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کی کھالیں استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔''(٤)

(علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ) اس باب کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ درندوں کے چمڑوں سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں۔(٥)

(علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ) ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کے چمڑوں سے منع فرمایا ہے'' یعنی ان کا لباس پہننے، ان پر بیٹھنے اور ان سے اسی طرح کا دیگر نفع اٹھانے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس میں تکبر ہے یا اس لئے کہ ان کے بال ناپاک ہیں جو رنگنے سے بھی پاک نہیں ہوتے۔(٦)

(شیخ عبد المحسن العباد) درندوں کے چمڑوں سے ممانعت کا مطلب ہے انہیں استعمال میں لانا منع ہے یعنی ان کا لباس پہننا، ان کی چٹائی بنا کر زمین پر بچھانا یا زین پوش بنا کر اس پر بیٹھنا وغیرہ۔(٧)

(2) حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ﴿ اِنْ اَنَا صَدَقْتُ فَصَدِّقْنِیْ وَ

(١) [كشف المشكل من حديث الصحيحين (١٢٤٩/١)]

(٢) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (٩١/٢٤)]

(٣) [القاموس المحيط (ص: ٩٣٨)]

(٤) [**صحيح**: صحيح ابو داود، ابو داود (٤١٣٢) كتاب اللباس: باب فى جلود النمور والسباع]

(٥) [تحفة الاحوذى (٣٨١/٥)]

(٦) [مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (٢٠٤/٢)]

(٧) [شرح سنن ابى داود (٢٠٦/٢٣)]

اِنْ اَنَا كَذَبْتُ فَكَذِّبْنِي ﴾ ''اگر میں سچ بولوں تو میری تصدیق کرنا اور اگر میں جھوٹ بولوں تو میری تکذیب کرنا۔'' انہوں نے کہا کہ میں ایسا ہی کروں گا۔ پھر حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ﴿ فَأَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ ! هَلْ تَعْلَمُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنْ لُبْسِ جُلُوْدِ السِّبَاعِ وَ الرُّكُوْبِ عَلَيْهَا ؟ ﴾ ''میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کیا تمہیں خبر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے درندوں کی کھالوں کا لباس پہننے اور ان پر سوار ہونے (یعنی ان کی گدی یا زین پوش وغیرہ بنانے) سے روکا ہے۔'' تو انہوں نے کہا کہ ﴿ نَعَمْ ﴾ ''ہاں (مجھے خبر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی فرمایا ہے)۔''(۱)

(3) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا تَرْكَبُوا الْخَزَّ وَ لَا النِّمَارَ ﴾ ''ریشمی کپڑے اور چیتے کی کھال کو اپنی گدی مت بناؤ (یعنی انہیں بطورِ زین یا زین پوش استعمال نہ کرو)۔''(۲)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا جِلْدُ نَمِرٍ ﴾ ''جس جماعت میں چیتے کی کھال ہو اس کے ساتھ (رحمت کے) فرشتے نہیں چلتے۔''(۳)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کے درندے (خواہ چیتا ہو یا شیر) کا چمڑا استعمال کرنا جائز نہیں اور اسے کسی بھی طریقے سے استعمال میں نہیں لایا جا سکتا، نہ تو اس کی گدی یا سیٹ بنا کر اس پر بیٹھا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کا لباس بنا کر اسے پہنا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اس کا کوئی اور استعمال بھی ممنوع ہے۔

ضرورت سے زائد لباس ممنوع ہے

اہل علم کا کہنا ہے کہ ضرورت سے زائد لباس بناتے جانا دراصل اسراف میں شامل ہے اور چونکہ اسراف (فضول خرچی) ممنوع ہے اس لئے ضرورت سے زائد لباس بنانا بھی ممنوع ہے۔ علاوہ ازیں ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان مذکور ہے کہ

﴿ فِرَاشٌ لِلرَّجُلِ وَ فِرَاشٌ لِامْرَأَتِهِ وَفِرَاشٌ لِلضَّيْفِ وَ الرَّابِعُ لِلشَّيْطَانِ ﴾ ''ایک بستر مرد کے لیے، ایک اس کی عورت کے لیے، ایک مہمان کے لیے اور چوتھا بستر شیطان کے لیے ہے۔''(۴)

اس حدیث پر امام نووی رحمہ اللہ نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ ((بَابُ كَرَاهَةِ مَا زَادَ عَلَى الْحَاجَةِ مِنَ

---

(۱) [صحیح: صحیح ابوداود، ابوداود (۴۱۳۱) كتاب اللباس : باب في جلود النمور والسباع]

(۲) [صحیح: صحیح ابوداود، ابوداود (۴۱۲۹) كتاب اللباس : باب في جلود النمور والسباع]

(۳) [حسن: صحیح ابوداود، ابوداود (۴۱۳۰) كتاب اللباس : باب في جلود النمور والسباع]

(۴) [مسلم (۲۰۸۴) كتاب اللباس والزينة : باب كراهة ما زاد على الحاجة من الفراش واللباس، مسند احمد (۲۹۳/۳) ابوداود (۴۱۴۲) نسائی (۳۳۸۵)]

الْفِرَاشِ وَاللِّبَاسِ))''باب اس بیان میں کہ ضرورت سے زیادہ بستر اور لباس بنانا مکروہ وناپسندیدہ ہے۔''یعنی بستر اور لباس اتنے ہی بنانے چاہییں جتنی ضرورت ہو اور اگر ضرورت سے زیادہ بنا لیے جائیں تو یہ اسراف ہے۔

علاوہ ازیں اس حدیث کی شرح میں امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل علم کا کہنا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو چیز بھی ضرورت سے زائد ہو اور اسے محض فخر، غرور، تکبر اور دنیوی زیب وزینت کے لیے رکھا گیا ہو تو یہ مذموم ہے اور ہر مذموم کام کی نسبت شیطان کی طرف کی جاتی ہے کیونکہ وہی ایسا کرنے پر اُکساتا ہے، اس سے خوش ہوتا ہے اور ایسے کاموں پر تعاون بھی کرتا ہے۔(۱)

علامہ عبد الرؤف مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چوتھے بستر کو شیطان کے لیے اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ وہ زائد از ضرورت ہے اور فضول خرچی اور دنیوی زیب وزینت اختیار کرنے میں شمار ہوتا ہے اور یہ کام شیطان کو پسند ہے۔ اسی لیے اسے شیطان کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔(۲)

امام ابن جوزی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ ((فَالرَّابِعُ لِلشَّيْطَانِ فَإِنَّ اتِّخَاذَهُ إِسْرَافٌ إِذْ لَا حَاجَةَ إِلَيْهِ)) ''چوتھا بستر شیطان کے لئے اس وجہ سے ہے کیونکہ اسے بنانا اسراف ہے اس لئے کہ اس کی ضرورت نہیں۔''(۳)

شیخ عبد المحسن العباد نے نقل فرمایا ہے کہ اس بات کو انسان کی عادت پر محمول کیا جائے گا یعنی اگر کسی کے پاس زیادہ مہمان آتے ہیں تو اس کے (ضرورت کے) بستروں کی تعداد بھی اسی لحاظ سے شمار کی جائے گی اور اگر کسی کے پاس مہمان کم آتے ہیں تو اس کا حساب اسی کے مطابق لگایا جائے گا۔ مقصود صرف یہ ہے کہ گھر میں کوئی چیز محض فخر وغرور کے لیے یا ضرورت سے زائد نہ رکھی جائے۔ البتہ اگر کسی چیز کے (زیادہ تعداد میں) رکھنے کی ضرورت موجود ہو تو پھر ایسا کرنا جائز ہے۔(۴)

علاوہ ازیں ایک دوسری حدیث سے بھی ضرورت سے زائد اور انواع واقسام کے لباس پہننے کی مذمت ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ سَيَكُونُ رِجَالٌ مِنْ أُمَّتِي يَأْكُلُونَ أَلْوَانَ الطَّعَامِ وَيَشْرَبُونَ أَلْوَانَ الشَّرَابِ وَيَلْبَسُونَ أَلْوَانَ الثِّيَابِ وَيَتَشَدَّقُونَ بِالْكَلَامِ فَأُولَئِكَ شِرَارُ أُمَّتِي ﴾''عنقریب میری امت میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو انواع واقسام کے کھانے کھائیں گے، انواع واقسام کے مشروبات پئیں گے، انواع واقسام کے لباس پہنیں گے اور غیر محتاط کلام

---

(۱) [شرح مسلم للنووی (۵۹/۱٤)]

(۲) [فیض القدیر (٤/٥٥٨)]

(۳) [کشف المشکل من حدیث الصحیحین (۱/۱۱۰۷)]

(٤) [شرح سنن ابی داود (۲۳/۲۳٦)]

کریں گے۔(یادرکھو کہ) یہ میری امت کے بدترین لوگ ہوں گے۔‘‘[۱]

مردوں کے لئے ریشمی لباس ممنوع ہے

(1) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيْرَ فَإِنَّهُ مَنْ لَبِسَهُ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْآخِرَةِ ﴾’’ریشم مت پہنو کیونکہ جس نے اسے دنیا میں پہنا وہ آخرت میں اسے نہیں پہنے گا۔‘‘[۲]

(2) حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک ریشمی لباس لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! اسے آپ خرید لیجیے اور عید اور وفود کے لیے خوبصورتی حاصل کیجیے تو آپ نے فرمایا﴿ إِنَّمَا هٰذِهِ لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ ﴾’’یہ تو صرف اس کا لباس ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔‘‘[۳]

(3) حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ لَيَكُوْنَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّوْنَ الْحِرَّ وَ الْحَرِيْرَ وَ الْخَمْرَ وَ الْمَعَازِفَ ﴾’’عنقریب میری امت میں ایسے برے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو زنا کاری، ریشم پہننا، شراب پینا اور گانے بجانے کو حلال بنا لیں گے (یعنی یہ تمام اعمال حرام ہیں لیکن وہ انہیں حلال سمجھ لیں گے)۔‘‘[٤]

(4) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ﴿ إِنَّ نَبِيَّ اللهِ أَخَذَ حَرِيْرًا فَجَعَلَهُ فِي يَمِيْنِهِ وَأَخَذَ ذَهَبًا فَجَعَلَهُ فِي شِمَالِهِ ثُمَّ قَالَ : إِنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلَى ذُكُوْرِ أُمَّتِي ﴾’’بلاشبہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ میں ریشم اور بائیں ہاتھ میں سونا پکڑ کر کہا یقیناً یہ دونوں اشیاء میری امت کے مردوں پر حرام ہیں (معلوم ہوا کہ یہ اشیاء صرف مردوں کے لئے حرام ہیں عورتوں کے لئے نہیں، وہ انہیں پہن سکتی ہیں)۔‘‘[٥]

○ ایسا ریشم جو کسی دوسرے کپڑے کے ساتھ ملا ہوا ہو اسے پہننے میں اگرچہ اختلاف تو ہے لیکن راجح حرمت ہی ہے (جبکہ وہ ریشم چار انگلیوں سے زیادہ ہو)۔[٦] جمہور علماء اسی کے قائل ہیں[٧] اور امام نووی رحمہ اللہ نے بھی اسی

---

(۱) [**صحیح** : صحیح الجامع الصغیر (۳٦٦۳) صحیح الترغیب والترھیب (۲۱٤۸) السلسلة الصحیحة (۱۸۹۱) طبرانی اوسط (۲۳۵۱) بیهقی فی شعب الایمان (۳۳/۵)]

(۲) [بخاری (۵۷۳٤) کتاب اللباس : باب لبس الحریر وافتراشه للرجال وقدر ما یجوز منه ' مسلم (۲۰٦۹)]

(۳) [بخاری (۵۸۳۵) کتاب اللباس : باب لبس الحریر وافتراشه...... ' مسلم (۲۰٦۸)]

(٤) [بخاری (۵۵۹۰) کتاب الاشربة : باب ما جاء فیمن یستحل الخمر ویسمیه بغیر اسمه]

(٥) [**صحیح** : صحیح ابو داود (۳٤۲۲) کتاب اللباس : باب فی الحریر للنساء ' ابو داود (٤۰۵۷) نسائی (۵۱٤۵) ابن ماجة (۳۵۹۵) ابن حبان (۱٤٦۵ ـ الموارد) غایة المرام (۷۷)]

(٦) [تحفة الأحوذی (۳۸٤/۵) نیل الأوطار (۵٦۳/۱) الروضة الندیة (٤۵٦/۲)]

(٧) [تحفة الأحوذی (۳۸٤/۵)]

کو ترجیح دی ہے۔[1]

اور اس کی واضح دلیل حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جس میں مذکور ہے کہ ﴿رَأَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ جُبَّةً مُجَيَّبَةً بِحَرِيْرٍ فَقَالَ: طَوْقٌ مِّنْ نَّارٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ "رسول اللہ ﷺ نے ایک جبہ دیکھا جس کا گریبان ریشم کے ساتھ بنایا گیا تھا تو آپ نے فرمایا، قیامت کے روز یہ آگ کا طوق ہوگا۔"[2]

معلوم ہوا کہ اگر ریشم کسی دوسرے کپڑے کے ساتھ ملایا گیا ہو تو وہ بھی ممنوع ہے الا کہ وہ چار انگلیوں سے کم ہو۔ جیسا کہ اسی حدیث کے تحت شیخ البانی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ جو ریشم رسول اللہ ﷺ نے گریبان پر دیکھا شاید وہ چار انگلیوں سے زائد ہو کیونکہ اس مقدار سے کم ریشم حرمت سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے۔[3] اس مسئلے کی مزید وضاحت آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمایئے۔

○ چار انگلیوں سے کم ریشم جائز ہے۔ یعنی اگر کسی لباس پر چار انگلیوں سے کم مقدار کا ریشم لگا ہو تو وہ لباس پہنا جا سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ إِلَّا هٰكَذَا وَصَفَ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ إِصْبَعَيْهِ وَرَفَعَ زُهَيْرُ الْوُسْطَى وَالسَّبَّابَةَ﴾ "نبی ﷺ نے ریشم پہننے سے منع فرمایا تھا سوائے اتنے کے اور اس کی وضاحت نبی ﷺ نے دو انگلیوں کے اشارے سے کی تھی۔ زہیر (راوی حدیث) نے درمیانی اور شہادت کی انگلیاں اٹھا کر بتلایا۔"[4]

ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿نَهَى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ إِلَّا مَوْضِعَ إِصْبَعَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ أَوْ أَرْبَعَةٍ﴾ "آپ ﷺ نے دو، تین، یا چار انگلیوں سے زیادہ ریشم پہننے سے منع فرمایا ہے (یعنی چار انگلیوں سے زیادہ ریشم ممنوع ہے، کم نہیں)۔"[5]

امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دلیل ہے کہ مذکورہ مقدار (ریشم کی حرمت اور) ممانعت سے مستثنیٰ ہے۔[6] علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ اس حدیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ لباس پر ریشمی نشانات وغیرہ لگانا جائز ہے جبکہ اس کی مقدار چار انگلیوں سے زائد نہ ہو، جمہور اسی کے قائل

---

(۱) [شرح مسلم (۲۹۹/۷)]

(۲) [صحیح: الصحیحة (۲٦۸٤) صحیح الترغیب (۲۰۵٦) طبرانی اوسط (۸۱٦٦) بزار (ص: ۱۷۲)]

(۳) [السلسلة الصحیحة (۱۸۳/٦)، (تحت الحدیث: ۲٦۸٤)]

(٤) [بخاری (۵۸۲۹) کتاب اللباس: باب لبس الحریر وافتراشه...... مسلم (۲۰٦۹) ابو داود (٤۰٤۲) ترمذی (۱۷۲۱) نسائی (۲۰۲/۸) ابن ماجة (۳۵۹۳)]

(۵) [مسلم (۲۰٦۹) کتاب اللباس والزینة: باب تحریم لبس الحریر وغیر ذلك للرجال]

(٦) [احکام الاحکام شرح عمدة الاحکام (ص: ٤۸۸)]

ہیں۔[1] امام صنعانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ چار انگلیوں کے برابر ریشم کی رخصت ہی جمہور کا مذہب ہے۔[2]

○ کسی بیماری کے علاج کی غرض سے ریشم پہننے کی رخصت ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ لِلزُّبَيْرِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِيْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ لِحِكَّةٍ بِهِمَا ﴾ ''نبی کریم ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو خارش کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دی۔''[3]

اگر چہ اس مسئلے میں بعض علماء نے اختلاف کیا ہے اور علاج وغیرہ کے لئے بھی ریشم کا استعمال ممنوع قرار دیا ہے لیکن راجح موقف وہی ہے جو درج بالا حدیث سے ظاہر ہے۔ امام شافعی، قاضی ابو یوسف، امام قرطبی رحمہم اللہ اور جمہور اہل علم نے بھی یہی رائے اختیار کی ہے کہ کسی شدید ضرورت کی وجہ سے ریشم پہننا جائز ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے عذر کی وجہ سے حدیث میں مذکور دونوں صحابیوں کو ریشم پہننے کی اجازت دی ہے۔[4]

○ عورتوں کے لئے ریشمی لباس پہننا جائز ہے۔ جیسا کہ پیچھے حدیث گزری ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ریشم کے متعلق فرمایا کہ ''یہ میری امت کے مردوں پر حرام ہے'' جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ عورتوں کے لئے ریشم حلال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عہد رسالت کی خواتین ریشم پہن لیا کرتی تھیں جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿ أَنَّهُ رَأَى عَلَى أُمِّ كَلْثُوْمِ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بُرْدَ حَرِيْرٍ سِيَرَاءَ ﴾ ''انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کو زرد دھاری دار ریشمی جوڑا پہنے دیکھا۔''[5]

علاوہ ازیں ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے ریشمی دھاریوں والا ایک جوڑا عنایت فرمایا۔ میں اسے پہن کر نکلا تو میں نے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر غصہ کے آثار دیکھے ﴿ فَشَقَقْتُهَا بَيْنَ نِسَائِيْ ﴾ ''چنانچہ میں نے اس کے ٹکڑے کر کے اپنی عزیز عورتوں میں بانٹ دیئے۔''[6]

○ چھوٹے بچے چونکہ مکلّف نہیں ہوتے اس لیے اگر وہ ریشم پہن لیں تو گنہگار نہیں ہوں گے البتہ انہیں پہنانے والوں کو گناہ ہوگا۔ البتہ امام شوکانی رحمہ اللہ بچوں کے لیے مطلق طور پر ریشم کے جواز کے قائل ہیں۔[7]

---

(۱) [تحفة الاحوذی (۳۱٤/۵)]

(۲) [سبل السلام (۸۵/۲)]

(۳) [بخاری (۵۸۳۹) کتاب اللباس : باب ما یرخص للرجال من الحریر للحکة ' مسلم (۲۰۷٦) ابو داود (٤۰۵٦) ترمذی (۱۷۲۲) ابن ماجة (۳۵۹۲)]

(٤) [نیل الأوطار (۵٦۵/۱)]

(۵) [بخاری (۵۸٤۲) کتاب اللباس : باب الحریر للنساء]

(٦) [بخاری (۵۸٤۰) کتاب اللباس : باب الحریر للنساء]

(۷) [تحفة الأحوذی (۳۸۲/۵) نیل الأوطار (۵۵۹/۱)]

○ ریشم پر بیٹھنا بھی ممنوع ہے۔ یعنی ریشم کی چٹائی بنانا، بچھونا بنانا، تکیہ بنانا یا گدا وغیرہ بنانا بھی ناجائز ہے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ وَأَنْ نَجْلِسَ عَلَيْهِ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حریر اور دیباج (دونوں ریشم کی قسمیں ہیں) پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔''(۱)

جمہور اہل علم کا کہنا ہے کہ (مذکورہ) حدیث کے واضح لفظ اس بات کا ثبوت ہیں کہ ریشمی کپڑے پر بیٹھنا حرام ہے۔(۲) البتہ احناف کا کہنا ہے کہ ریشمی کپڑے کا بچھونا بنایا جا سکتا ہے۔(۳) جبکہ امام زیلعی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نے حنفی مذہب کو مشکل میں ڈال دیا ہے۔(۴)

بہرحال قابل ترجیح رائے وہی ہے جو اوپر ذکر کر دی گئی ہے کہ ریشمی لباس پر بیٹھنا بھی حرام ہے۔(۵) امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر (ریشم پر بیٹھنے کی حرمت کے متعلق) نص موجود نہ بھی ہوتی تب بھی ریشم پہننے کی ممانعت ہی اسے بچھونا یا لحاف بنانے کی ممانعت کے لیے کافی تھی کیونکہ لغوی وشرعی اعتبار سے یہ پہننے میں شامل ہے۔(۶)

امام صنعانی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ رہی بات ریشم پر بیٹھنے کی تو حدیث سے اس کی ممانعت ہی معلوم ہوتی ہے... اور حدیث کے یہ الفاظ'' آپ ﷺ نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم ریشم پر بیٹھیں'' ان حضرات کی قوی دلیل ہیں جو ریشم پر بیٹھنے سے منع کرتے ہیں اور یہ جمہور کا قول ہے... البتہ خواتین کے لئے ریشم کا بستر بچھانا جائز ہے کیونکہ ان کے لئے ریشم پہننا جائز ہے اور نیچے بچھانا بھی پہننے میں ہی شامل ہے اور جو لوگ عورتوں کے لئے ریشمی بچھونے یا بستر کی ممانعت کے قائل ہیں ان کے پاس اس کی کوئی دلیل موجود نہیں۔(۷)

مردوں کے لئے شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکانا ممنوع ہے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ

---

(۱) [بخاری (۵۸۳۷) کتاب اللباس : باب افتراش الحرير]

(۲) [الأم (۱۸۵/۱) حلية العلماء في معرفة مذاهب الفقهاء (۳۰۷/۲) الخرشي على مختصر سيدى خليل (۲۴۵/۱) الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف (۴۷۵/۱)]

(۳) [ملتقى الأبحر للعلامه الفقيه إبراهيم بن محمد الحلبي (۲۳۲/۲-۲۳۳)]

(۴) [نصب الراية (۲۲۷/۴)]

(۵) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: فتح الباری (۴۷۲/۱۱) نیل الأوطار (۵۶۲/۱)]

(۶) [أعلام الموقعين (۳۶۶/۲)]

(۷) [سبل السلام (۸۵/۲)]

فَفِي النَّارِ ﴾ ''تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہو وہ جہنم میں ہوگا۔''(۱)

اس حدیث میں ''ازار'' کا لفظ مذکور ہے اور ازار جسم کے نچلے حصے پر باندھے جانے والے کپڑے کو کہتے ہیں، اسی لئے اہل لغت نے اس کا معنی ''چادر'' اور ''تہبند'' کیا ہے۔ اب تہبند کے علاوہ اگر کوئی شلوار، پانجامہ یا پتلون بھی نیچے پہنی ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہوگا۔

(2) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾ ''جو شخص تکبر کی وجہ سے اپنا تہبند گھسیٹتا ہوا چلے گا اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن نظر بھی نہیں کریں گے۔''(۲)

علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ تہبند گھسیٹنے سے مراد یہ ہے کہ اسے سطح زمین پر گھسیٹ کر چلنا اور یہ بات نبی ﷺ کے اس فرمان ''تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہو وہ جہنم میں ہوگا'' کے ہی مترادف ہے۔ اور بظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کے ساتھ عورتوں پر بھی شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام ہے جیسا کہ حدیث میں (مردوں یا عورتوں کی تخصیص کے بغیر) عام لفظ ہیں ''جس نے بھی (اپنا تہبند) گھسیٹا'' لیکن مسلمانوں نے اجماع کیا ہے کہ (یہ حکم عورتوں کے لئے نہیں بلکہ) عورتیں اپنے تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکا سکتی ہیں۔(۳)

(3) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَجُرُّ إِزَارَهُ إِذْ خُسِفَ بِهِ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِي الْأَرْضِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ﴾ ''ایک مرتبہ ایک آدمی اپنا تہبند ٹخنوں سے گھسیٹتے ہوئے جا رہا تھا کہ اسے زمین میں دھنسا دیا گیا اور وہ اسی طرح تا قیامت زمین میں دھنستا ہی رہے گا۔''(٤)

(4) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ، قُلْتُ : مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! قَدْ خَابُوا وَخَسِرُوا ؟ فَأَعَادَهَا ثَلَاثًا ، قُلْتُ : مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! خَابُوا وَخَسِرُوا ؟ قَالَ : الْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ ﴾ ''روز قیامت تین آدمی ایسے ہوں گے جن سے اللہ تعالیٰ نہ کلام فرمائیں گے، نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائیں گے اور نہ ہی ان کا تزکیہ کریں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ میں نے عرض کیا وہ لوگ خائب وخاسر ہیں، اے اللہ کے رسول! یہ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے یہی

---

(۱) [بخاری (٥٧٨٧) کتاب اللباس : باب ما أسفل من الكعبين فهو في النار]

(۲) [بخاری (٥٧٨٤) کتاب اللباس : باب من جر إزاره من غير خيلاء]

(۳) [عون المعبود (١١/٦٦)]

(٤) [بخاری (٥٧٩٠) کتاب اللباس : باب من جر ثوبه من الخيلاء]

الفاظ تین مرتبہ دہرائے۔ میں نے پھر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ کون لوگ ہیں، یقیناً یہ خائب وخاسر ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا (وہ لوگ یہ ہیں): تہبند یا شلوار ٹخنے سے نیچے لٹکانے والا۔ احسان کر کے احسان جتلانے والا اور جھوٹی قسم کھا کر اپنا سودا فروخت کرنے والا۔''(۱)

معلوم ہوا کہ شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ نے کبیرہ گناہوں کے موضوع پر اپنی معروف کتاب "الزواجر" میں اس عمل کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔(۲) اسی طرح امام ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الکبائر" میں 55 نمبر کبیرہ گناہ یہ ذکر فرمایا ہے ((اِسْبَالُ الْاِزَارِ وَ الثَّوْبِ وَ اللِّبَاسِ وَ السَّرَاوِیْلِ تَعَزُّزًا وَ عُجْبًا وَ فَخْرًا وَ خُیَلَاء)) ''تہبند، کپڑا، لباس اور شلوار (وغیرہ) کو فخر وغرور اور عُجب وتکبر کا اظہار کرتے ہوئے ٹخنوں سے نیچے لٹکانا۔'' اور پھر اس عنوان کے تحت مفصل دلائل ذکر فرما کر یہ ثابت کیا ہے کہ خواہ تہبند ہو یا شلوار، جبہ ہو یا کوئی دوسرا کپڑا اسے ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ تفصیل کا طالب اس کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔(۳)

○ شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکانا ہی تکبر ہے۔ دراصل بعض روایات میں شلوار نیچے لٹکانے کو تکبر کے ساتھ مقید کیا گیا ہے اور یوں ذکر کیا گیا ہے کہ جو تکبر سے اپنی شلوار نیچے لٹکائے اسے یہ اور یہ سزا ہے۔ اس قید کی وجہ سے بعض لوگوں نے یہ ذہن بنا لیا ہے کہ صرف تکبر کے ساتھ شلوار نیچے لٹکانا ممنوع ہے اور اگر ایسی کوئی نیت نہ ہو تو پھر شلوار نیچے لٹکانے میں کوئی حرج نہیں۔ تو یاد رکھیے کہ ان حضرات کا یہ زعم درست نہیں کیونکہ فرمانِ نبوی کے مطابق شلوار نیچے لٹکانا بذاتِ خود تکبر ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ ﴿ اِرْفَعْ اِزَارَكَ اِلَى نِصْفِ السَّاقِ فَاِنْ اَبَيْتَ فَاِلَى الْكَعْبَيْنِ وَ اِيَّاكَ وَ اِسْبَالَ الْاِزَارِ فَاِنَّهَا مِنَ الْمَخِيْلَةِ ﴾ ''اپنا تہبند آدھی پنڈلی تک اونچا رکھو اور اگر ایسا نہ کر سکو تو ٹخنوں تک کر سکتے ہو، ٹخنوں سے نیچے تہبند لٹکانے سے بچنا کیونکہ یہ تکبر ہے۔''(٤)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ شلوار یا تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکانا بذاتِ خود ہی تکبر کی علامت ہے خواہ لٹکانے والے کی نیت کچھ بھی ہو اس لئے بہر حال اور بہر صورت مطلقاً یہ عمل حرام ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اگر اس کی نیت میں تکبر بھی شامل ہو تو پھر یہ اس سے بھی زیادہ برا ہے کہ جس میں تکبر نہیں۔ علاوہ ازیں مذکورہ بالا حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شلوار کی پسندیدہ حد آدھی پنڈلی ہے۔ جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں بھی اسی حد کا ذکر ہے کہ ﴿ اِزْرَةُ

---

(۱) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۳۰٦۷) غایۃ المرام (۱۷۰) الارواء (۹۰۰) صحیح الترغیب (۱۷۸۷) ابو داود (٤۰۸۷) کتاب اللباس: باب ما جاء في اسبال الازار، ترمذی (۱۲۱۱)]

(۲) [الزواجر عن اقتراف الکبائر (۱/ ٤۱۰)]

(۳) [الکبائر للذهبي (ص: ۲۱۵)]

(٤) [صحیح: صحیح ابو داود، ابو داود (٤۰۸٤) کتاب اللباس: باب ما جاء في اسبال الازار]

الْمُسْلِمِ اِلَى نِصْفِ السَّاقِ وَلَا حَرَجَ ۔ اَوْ لَا جُنَاحَ ۔ فِيْمَا بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْكَعْبَيْنِ ، مَا كَانَ اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فَهُوَ فِي النَّارِ ، مَنْ جَرَّ اِزَارَهُ بَطَرًا لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ ﴾ ''مسلمان کا تہبند آدھی پنڈلی تک ہوتا ہے، آدھی پنڈلی سے ٹخنوں تک کے مابین میں کوئی حرج نہیں اور جو ٹخنوں سے نیچے ہو وہ آگ میں ہے، جس نے تکبر سے اپنا تہبند گھسیٹا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔'' (۱)

اس حدیث پر امام ابوداود رحمہ اللہ نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ ((بَابٌ : فِيْ قَدْرِ مَوْضِعِ الْاِزَارِ)) ''باب: مرد کی چادر یا شلوار کہاں تک ہونی چاہیے؟'' یعنی اس حدیث میں شلوار یا تہبند کی حد بندی کا ذکر ہے۔ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے قمیص (یا شلوار وغیرہ) کی لمبائی کو چار انواع میں تقسیم کیا ہے۔ ① آدھی پنڈلی تک چادر رکھنا سنت ہے۔ ② آدھی پنڈلی سے ٹخنے تک رخصت ہے۔ ③ ٹخنوں سے نیچے لٹکانا کبیرہ گناہ ہے جبکہ تکبر سے نہ لٹائی گئی ہو۔ ④ جس نے تکبر سے چادر لٹکائی تو یہ گناہ میں پچھلی قسم سے بھی زیادہ سخت ہے۔ یوں چار قسمیں پوری ہوئیں۔ پہلی سنت، دوسری جائز، تیسری حرام بلکہ کبیرہ گناہ لیکن بعد والی سے درجے میں کم اور چوتھی جس نے تکبر سے چادر لٹکائی تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ اس میں یہ ثبوت ہے کہ جس نے اپنا کپڑا، تہبند، قمیص، شلوار (یا کوئی بھی جسم کے نچلے حصے پر پہنا ہوا کپڑا) ٹخنوں سے نیچے لٹکایا اس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا خواہ اس نے تکبر کی نیت سے ایسا کیا ہو یا نہ۔ (۲)

○ شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکانا لوگ معمولی بات سمجھتے ہیں، اسی لئے اکثر و بیشتر لوگوں کی عادت بن چکی ہے کہ اپنی شلوار، تہبند، پائجامہ یا پتلون وغیرہ کو ہمیشہ ٹخنوں سے نیچے ہی لٹکائے پھرتے ہیں۔ حالانکہ یہ عمل صرف ایک گناہ ہی نہیں بلکہ بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے، جن کا بالاختصار بیان حسب ذیل ہے:

1- اسے تکبر کہا گیا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے اور جہنم میں داخلے کا موجب ہے۔

2- اس سے لباس پاک نہیں رہتا بلکہ زمین پر کہیں نہ کہیں ضرور نجاست سے رگڑ کھا کر ناپاک ہو جاتا ہے۔

3- اس میں عورتوں کی مشابہت ہے (جو ممنوع ہے) کیونکہ انہیں کپڑا پاؤں تک لٹکانے کا حکم ہے نہ کہ مردوں کو۔

4- یہ گناہ انسان بڑی جرات و دلیری سے علی الاعلان کرتا ہے جو قباحت و شناعت میں اس گناہ سے کہیں بڑھ کر ہے جو انسان ڈرتے ہوئے چھپ کر کرتا ہے۔

5- اس گناہ پر انسان اصرار کرتا ہے جو کہ بذاتِ خود ایک گناہ ہے۔ یعنی انسان کو حکم تو یہ ہے کہ جب کوئی گناہ ہو جائے تو وہ اس سے توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے لیکن انسان نہ صرف اس گناہ کی معافی نہیں مانگتا

---

(۱) [صحیح : الصحيحة (۲۰۱۷) ابو داود (۴۰۹۳) كتاب اللباس : باب في قدر موضع الازار؟]

(۲) [شرح رياض الصالحين (۸۹۸/۱) كتاب اللباس : باب صفة طول القميص والكم والازار]

بلکہ اسے کرنے پر بھی مصر رہتا ہے اور مسلسل اسے کرتا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اور نہ ہی یہ کسی مومن کی شان کے لائق ہے۔

6- پھر اس میں اسراف وتبذیر (فضول خرچی) بھی ہے کہ جس سے قرآن کریم میں منع کیا گیا ہے اور فضول خرچ کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے۔

یہ اور اس طرح کی بہت سی دیگر برائیاں اس عمل کا حصہ ہیں اس لئے اس سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے اور ہمیشہ اپنی شلوار اور چادر ٹخنوں سے اونچی ہی رکھی چاہیے۔

○ انجانے میں، بیٹھے بیٹھے یا کسی کام کاج میں مصروفیت کی بنا پر اگر شلوار ٹخنوں سے نیچے چلی جائے تو کوئی حرج نہیں لیکن اپنی طرف سے پوری کوشش کرنی چاہیے کہ جب بھی شلوار نیچے جائے اسے اوپر کرلیا جائے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس نے تکبر سے اپنا کپڑا لٹکایا اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔'' یہ فرمان سنا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ﴿ إِنَّ أَحَدَ جَانِبَيْ إِزَارِيْ يَسْتَرْخِي إِنِّيْ لَأَتَعَاهَدُ ذَالِكَ مِنْهُ ﴾ ''میرے تہبند کا ایک پلو ڈھیلا ہو جاتا ہے اور لٹک جاتا ہے اور میں اس کا خیال بھی بہت رکھتا ہوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَسْتَ مِمَّنْ يَفْعَلُهُ خُيَلَاءَ ﴾ ''تم ان میں سے نہیں ہو جو تکبر سے ایسا کرتے ہیں۔''(۱)

حدیث کے ان الفاظ ''تم ان میں سے نہیں ہو جو تکبر سے ایسا کرتے ہیں'' کی تشریح میں ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بلاقصد وارادہ ڈھیلی ہو کر اگر شلوار نیچے چلی جائے تو کوئی حرج نہیں۔(۲) شیخ عبد المحسن العباد نقل فرماتے ہیں کہ (تم ان میں سے نہیں) یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے گناہ کے ارادے کے بغیر ایسا ہو جاتا تھا۔(۳)

○ شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے سے نہ وضوء ٹوٹتا ہے نہ نماز۔ کیونکہ جس روایت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹک جائے تو وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور نماز بھی باطل ہو جاتی ہے، وہ ضعیف ہونے کی بنا پر قابل حجت نہیں۔ اُس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

﴿ بَيْنَمَا رَجُلٌ يُصَلِّيْ مُسْبِلًا إِزَارَهُ ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : اذْهَبْ فَتَوَضَّأْ ، فَذَهَبَ

---

(۱) [بخاری (۵۷۸۴) كتاب اللباس : باب من جر ازاره من غير خيلاء ، مسلم (۲۰۸۵) ابو داود (۴۰۸۵) كتاب اللباس : باب ما جاء في اسبال الازار]

(۲) [مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (۱۱۱/۱۳)]

(۳) [شرح سنن ابی داود (۱۰۲/۲۳)]

فَتَوَضَّأَ ، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ : اذْهَبْ فَتَوَضَّأْ ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! مَا لَكَ أَمَرْتَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ ثُمَّ سَكَتَّ عَنْهُ ؟ قَالَ : إِنَّهُ كَانَ يُصَلِّيْ وَ هُوَ مُسْبِلٌ إِزَارَهُ وَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ صَلَاةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ ﴾ ''ایک مرتبہ ایک آدمی نماز پڑھ رہا تھا اور اس کا تہبند نیچے لٹک رہا تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا ''جاؤ اور وضو کرو۔'' چنانچہ وہ گیا اور وضو کر کے آیا۔ پھر آیا تو آپ نے فرمایا ''جاؤ اور وضو کرو۔'' تو ایک آدمی نے آپ سے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا وجہ تھی کہ آپ نے اسے وضو کرنے کا حکم دیا پھر آپ خاموش ہو گئے؟ آپ نے فرمایا ''یہ شخص تہبند لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ (ٹخنے سے نیچے کپڑا) لٹکانے والے (مرد) کی نماز قبول نہیں کرتا۔''(۱)

اسی روایت کی وجہ سے بعض کم علم لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ صرف نماز کے وقت شلوار یا پتلون ٹخنوں سے اونچی ہونی چاہیے اس کے علاوہ نہیں۔ حالانکہ ایک تو یہ روایت ضعیف ہے اور دوسرے جن روایات میں شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کی ممانعت مذکور ہے وہ عام ہیں۔ اس لئے نماز اور غیر نماز ہر حال میں اس عمل سے بچنا لازم ہے۔

مردوں کے لئے زرد سرخی مائل (زعفرانی) رنگ کا لباس ممنوع ہے

(1) حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ رَأَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى ثَوْبَيْنِ مُعَصْفَرَيْنِ فَقَالَ : إِنَّ هٰذِهِ مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْهَا ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے مجھ پر دو سرخ (زرد سرخی مائل) رنگ کے کپڑے دیکھے تو فرمایا ''یہ کفار کے کپڑے ہیں لہٰذا انہیں مت پہنو۔''(۲)

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ نَهَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ لِبَاسِ الْمُعَصْفَرِ ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے سرخ رنگ سے رنگے ہوئے لباس سے مجھے منع فرمایا۔''(۳)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ التَّزَعْفُرِ ، قَالَ قُتَيْبَةُ ، قَالَ حَمَّادٌ : يَعْنِيْ لِلرِّجَالِ ﴾ ''نبی کریم ﷺ نے مردوں کو زعفرانی رنگ کا لباس پہننے سے منع فرمایا ہے۔''(۴)

(علامہ عبد الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ) مردوں کے لئے زعفرانی رنگ سے رسول اللہ ﷺ کے منع کرنے کا ظاہری

---

(۱) [ضعیف : ضعیف الترغیب (۱۲٤۸) ضعیف الجامع الصغیر (۱٦۷۸) المشکاۃ (۷٦۱) السلسلة الضعیفة (تحت الحدیث : ۲۹۲۰) ابو داود (٤۰۸٦) کتاب اللباس : باب ما جاء فی إسبال الازار]

(۲) [مسلم (۲۰۷۷) کتاب اللباس والزینة : باب النهی عن لبس الرجل الثوب المعصفر' احمد (۱٦۲/۲)]

(۳) [مسلم (۲۰۸۷) کتاب اللباس والزینة : باب النهی عن لبس الرجل الثوب المعصفر' ابو داود (٤۰٤٤) ترمذی (۲٦٤) نسائی (۱۸۹/۲) احمد (۹۲/۱) بخاری فی خلق أفعال العباد (ص/٦۹)]

(٤) [مسلم (۲۱۰۱) کتاب اللباس : باب نهی الرجل عن التزعفر]

مفہوم یہی ہے کہ مطلقاً زعفرانی رنگ کا استعمال ممنوع ہے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ اور خواہ اسے بدن پر استعمال کیا جائے یا کپڑوں پر۔(۱)

(نووی رحمہ اللہ) یہ حدیث امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے ہم رائے حضرات کی دلیل ہے کہ مرد پر زعفرانی رنگ کا لباس پہننا حرام ہے۔(۲)

مردوں اور عورتوں کا باہمی مشابہت والا لباس ممنوع ہے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْاَةِ وَ الْمَرْاَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ ﴾ ”عورت جیسا لباس پہننے والے مرد اور مرد جیسا لباس پہننے والی عورت پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔“(۳)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ وَالْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتوں اور عورتوں سے مشابہت کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے۔“(٤)

(علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ) جب لباس میں باہم مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور عورتوں پر لعنت ہے تو حرکات و سکنات، اعضاء کی بناوٹ اور آواز میں مشابہت کرنے والے بالاولیٰ قابل مذمت ہیں۔(٥)

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) عورتوں کی مشابہت صرف اُن کے لباس میں ہی نہیں بلکہ اُن کی چال ڈھال، وضع قطع اور اس طرح کے دیگر اُمور میں بھی ہوتی ہے (اور یہ سب اُمور ناجائز وممنوع ہیں)۔(٦)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) ایک فتوے میں ہے کہ ((يَحْرُمُ عَلَى الْمَرْاَةِ اَنْ تَلْبَسَ ثِيَابَ الرِّجَالِ مُطْلَقًا سَوَاءٌ فِي الصَّلَاةِ اَوْ غَيْرِهَا)) ”عورت پر مردوں کے کپڑے پہننا مطلقاً حرام ہے خواہ وہ نماز میں ایسا کرے یا غیر نماز میں۔“(۷)

---

(۱) [تحفة الاحوذی (۸۲/۸)]

(۲) [شرح مسلم للنووی (۷۹/۱٤)]

(۳) [صحيح : صحيح ابن ماجه (۱۹۰۳) غاية المرام (۸٦) صحيح ابو داود ، ابو داود (٤۰۹۸) كتاب اللباس : باب في لباس النساء ، مستدرك حاكم (۱۹٤/٤) مسند احمد (۳۲٥/۲) ابن حبان (۱٤٥٥)]

(٤) [بخاری (٥۸۸٥) كتاب اللباس : باب المتشبهين بالنساء والمتشبهات بالرجال]

(٥) [التيسير بشرح الجامع الصغير للمناوی (٥٦۸/۲)]

(٦) [شرح رياض الصالحين (تحت الحديث : ۱٦۳۳)]

(۷) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۹٥/۲٤)]

(شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ) علماء نے وضاحت سے فرمایا ہے کہ لباس اور دیگر ہر چیز میں مرد پر عورت کی اور عورت پر مرد کی مشابہت حرام ہے۔(۱)

(شیخ عبد المحسن العباد) ہیئت وکیفیت اور لباس پہننے کا طریقہ بھی (مردوں اور عورتوں کی باہمی) اُسی مشابہت میں شامل ہے جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔(۲)

معلوم ہوا کہ نہ صرف لباس میں بلکہ تمام خصائص میں مردوں پر عورتوں کی اور عورتوں پر مردوں کی مشابہت حرام ہے۔ لہٰذا عورتوں جیسے بال بنانا، عورتوں جیسی شکل وصورت بنانے کی کوشش کرنا، عورتوں جیسی چال ڈھال اختیار کرنا، عورتوں جیسی زیب وزینت اپنانا، عورتوں جیسا اندازِ گفتگو اختیار کرنا وغیرہ تمام اُمور مرد پر حرام ہیں اسی طرح عورت پر بھی ایسے تمام اُمور میں مرد کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے۔

احتباء اور اشتمال صمّاء ممنوع ہے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ لِبْسَتَيْنِ : اَنْ يَحْتَبِىَ الرَّجُلُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ وَ اَنْ يَشْتَمِلَ بِالثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى اَحَدِ شِقَّيْهِ ﴾ ''نبی کریم ﷺ نے دو طرح کا لباس پہننے سے منع فرمایا ہے؛ (ایک) یہ کہ کوئی شخص ایک ہی کپڑے سے اپنی کمر اور پنڈلی کو ملا کر باندھ لے اور شرمگاہ پر کوئی دوسرا کپڑا نہ ہو اور (دوسرا) یہ کہ کوئی شخص ایک کپڑے کو اس طرح جسم پر لپیٹے کہ ایک طرف کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو (یعنی اس کا ایک پہلو ننگا ہو جائے)۔''(۳)

مذکورہ دونوں صورتوں میں ممانعت کا سبب شرمگاہ کے ننگے ہونے کا اندیشہ ہے اور یہ اُسی صورت میں ہے کہ جب انسان نے اپنے اوپر صرف ایک کپڑا لیا ہو۔ لیکن اگر انسان دو کپڑوں میں ملبوس ہو جیسا کہ آج کل بالعموم یہی رواج ہے تو پھر نہ تو شرمگاہ کے ظاہر ہونے کا امکان ہے اور نہ ہی کوئی ممانعت۔

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ اَنْ يَشْتَمِلَ الصَّمَّاءَ ﴾ ''نبی کریم ﷺ نے اشتمالِ صمّاء سے منع فرمایا ہے۔''(٤)

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الصَّمَّاءِ وَ عَنِ الْاِحْتِبَاءِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے صمّاء کے طور پر کپڑا لپیٹنے اور ایک ہی کپڑے میں احتباء سے منع

(۱) [فتاوی ورسائل محمد بن ابراهيم آل شيخ (٥٧/٤)]

(۲) [شرح سنن ابی داود ۔ از عبد المحسن العباد (١٣٧/٢٣)]

(۳) [بخاری (٥٨٢١) كتاب اللباس : باب الاحتباء فی ثوب واحد]

(٤) [بخاری (٣٦٨) كتاب الصلاة : باب ما يستر من العورة ، مسلم (٥١٦)]

فرمایا ہے۔''[۱]

اہل علم نے احتباء کی تعریف ان لفظوں میں کی ہے کہ (سرین پر بیٹھنا، پنڈلیاں کھڑی کرنا اور) کمر اور پنڈلیوں کو کسی کپڑے سے باندھ لینا یا (پشت پر بیٹھے ہوئے) گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ لینا۔[۲] احتباء سے ممانعت کا سبب اہل علم نے یہ بیان کیا ہے کہ اس طرح کپڑا لپیٹنے سے ستر ننگا ہونے کا اندیشہ ہے۔[۳]

اور اشتمال صَمّاء کی تعریف میں اہل لغت نے کہا ہے کہ کوئی شخص ایک کپڑے کو اپنے جسم پر اس طرح لپیٹ لے کہ نہ تو وہ اس سے کسی جانب کو بلند کرتا ہو اور نہ ہی اتنی جگہ باقی ہو کہ اس سے اس کا ہاتھ نکل سکے۔[٤] اسے پنجابی میں ''گونگی بُکّل'' بھی کہتے ہیں۔ یعنی ایک کپڑے سے اپنے جسم کو اس طرح مضبوطی سے لپیٹ لینا کہ اس سے ہاتھ باہر نکالنا ہی ناممکن ہو جائے۔ چونکہ اس صورت میں انسان کسی بھی کیڑے مکوڑے اور موذی جانور سے اپنا دفاع کرنے یا کسی اور ضرورت کے وقت اچانک اپنے ہاتھ باہر نکال کر اپنی ضرورت پوری کرنے سے عاجز ہے اس لئے اس سے منع کر دیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ احتباء اور اشتمالِ صماء کی ممانعت اسی وقت ہوگی جب جسم پر ایک کپڑا ہو اور اگر دو کپڑے ہوں جیسے آج کل شلوار قمیص وغیرہ کا عام رواج ہے تو پھر کوئی ممانعت نہیں کیونکہ اس لباس میں نہ تو شرمگاہ کے ظاہر ہونے کا اندیشہ ہے اور نہ ہی انسان ان میں اس طرح خود کو لپیٹے ہوتا ہے کہ بوقتِ ضرورت اپنے ہاتھ باہر ہی نہ نکال سکے۔ تاہم اگر لباس کے کسی طریقے میں مذکورہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک اندیشہ ہو تو پھر وہ لباس کا طریقہ ممنوع ہوگا خواہ کوئی بھی ہو۔ (واللہ اعلم)

○ چت لیٹے ہوئے ٹانگ پر ٹانگ رکھنا بھی ممنوع ہے کیونکہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ ﴿ اَنْ یَرْفَعَ الرَّجُلُ اِحْدَی رِجْلَیْهِ عَلَی الْاُخْرَی وَ هُوَ مُسْتَلْقٍ عَلَی ظَهْرِهِ ﴾ ''آدمی چت لیٹے ہوئے اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھے۔''[٥] واضح رہے کہ یہ ممانعت بھی اسی وقت ہے جب انسان ایک کپڑے میں ملبوس ہو اور اس طرح لیٹنے سے اس کی شرمگاہ کے ظاہر ہونے کا اندیشہ ہو، بصورتِ دیگر اس طرح لیٹنے میں کوئی حرج نہیں (یہی وجہ ہے کہ خود نبی کریم ﷺ سے بھی اس طرح لیٹنا ثابت ہے)۔[٦]

---

(۱) [صحیح: صحیح ابو داود، ابو داود (٤٠٨١) کتاب اللباس: باب فی لبسة الصماء، مسلم (٢٠٩٩)]

(۲) [النهاية في غريب الحديث والأثر (١/٣٣٥)]

(۳) [معالم السنن (٤/١٨٢) نيل الأوطار (٢/٥٣٨)]

(٤) [نيل الأوطار (١/٥٥٥)]

(٥) [مسلم (٢٠٩٩) كتاب اللباس والزينة: باب في منع الاستلقاء على الظهر ...]

(٦) [تفصیل کے لیے دیکھئے: تحفة الأحوذي ... شرح مسلم للنووي (١٤/٧٧) فيض القدير (٦/٤٠٣)]

لباس کے چند دیگر احکام

سفید رنگ کا لباس اور کفن پسندیدہ ہے

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا﴿ اِلْبَسُوْا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُم وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ ﴾ ''سفید لباس زیب تن کیا کرو' یہ تمہارے ملبوسات میں بہترین اور عمدہ لباس ہے اور اپنے مرنے والوں کو بھی اسی میں کفن دیا کرو۔''(١)

(2) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ اِلْبَسُوْا ثِيَابَ الْبَيَاضِ فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَ أَطْيَبُ ﴾ ''سفید لباس پہنو کیونکہ یہ بہت پاکیزہ اور عمدہ لباس ہے۔''(٢)

(3) سفید لباس فرشتوں کا لباس ہے جیسا کہ ایک طویل روایت میں ہے کہ ﴿ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ ... فَإِنَّهُ جِبْرِيْلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ ﴾ ''اچانک ایک شخص (جبرئیل علیہ السلام) حاضر ہوا جس کے کپڑے نہایت سفید اور بال نہایت سیاہ تھے... (اس حدیث کے آخر میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا) یہ جبرئیل علیہ السلام تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔''(٣)

سنن ابن ماجہ کے حاشیہ میں محمد بن عبدالہادی سندی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ سفید لباس کو اس لئے بہترین کہا گیا ہے کیونکہ اس میں میل کچیل اُس طرح (فوراً) ظاہر ہو جاتی ہے جس طرح کسی بھی دوسرے رنگ کے لباس میں ظاہر نہیں ہوتی، تو اس کا ازالہ کر دیا جاتا ہے اور یوں جس طرح اس رنگ کے لباس کی صفائی کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے اس طرح دوسرے رنگ کے لباس کا نہیں کیا جاتا، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ زیادہ پاکیزہ اور عمدہ لباس ہے۔(٤)

علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سفید لباس کو اس لئے بہترین کہا گیا ہے کیونکہ اغلباً یہ لباس تواضع وانکساری اور عدمِ تکبر پر دلالت کرتا ہے اور اس لئے بھی کہ یہ زیادہ پاکیزہ اور عمدہ لباس ہے۔(٥)

---

(١) [صحيح : صحيح أبو داود (٣٢٨٤) كتاب الطب : باب في الأمر بالكحل ' أبو داود (٣٨٧٨) ترمذی (٩٩٤) ابن ماجة (١٤٧٢) أحمد (٢٤٧/١) عبدالرزاق (٦٢٠٠) حاكم (٣٥٤/١)]

(٢) [صحيح : صحيح ابن ماجه ، ابن ماجه (٣٥٦٧) كتاب اللباس : باب البياض من الثياب]

(٣) [مسلم (٨) كتاب الايمان : باب بيان الايمان والاسلام والاحسان ، بخاری (٥٠) كتاب الايمان : باب سؤال جبريل النبي ا عن الايمان والاسلام والاحسان ، ابوداود (٤٦٩٥) ترمذی (٢٦١٠)]

(٤) [حاشية السندى على ابن ماجة (٤٨٨/٦)]

(٥) [مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (٣٥٠/٥)]

امام شوکانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث میں موجود حکم وجوب کے لئے نہیں (بلکہ استحباب کے لئے ہے) کیونکہ لباس کے متعلق نبی ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے دوسرے رنگ کا بھی لباس پہنا... اور کفن کے متعلق ابوداود میں ایک روایت ہے جسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے کہ "جب تم میں کوئی فوت ہو اور اسے وسعت حاصل ہو تو چاہیے کہ اس کا کفن منقش دھاری دار چادر کا ہو (اس سے معلوم ہوا کہ سفید لباس پہننا اور سفید کپڑے میں کفن دینا مستحب ہے واجب نہیں)۔"(۱)

○ اگرچہ سفید رنگ کا لباس پہننا بہتر ہے لیکن اس کے علاوہ دوسرے رنگوں کا لباس بھی پہنا جا سکتا ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو سبز چادر پہننا بہت پسند تھا۔(۲) اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے موٹے حاشیے والی نجرانی چادر اوڑھ رکھی تھی۔(۳) معلوم ہوا کہ سفید رنگ کے علاوہ دوسرے رنگوں کا لباس بھی زیب تن کرنے میں کوئی حرج نہیں، صرف اُن رنگوں سے بچنا ضروری ہے جن سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ پیچھے زعفرانی رنگ کے حوالے سے ذکر گزرا ہے۔ اسی طرح کوئی بھی ایسا رنگ جس سے کفار یا عورتوں کی مشابہت لازم آتی ہو اس سے بھی بچنا چاہیے کیونکہ ان دونوں کی مشابہت سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے جیسا کہ اس کی بھی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

شلوار قمیص پسندیدہ لباس ہے

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْقَمِيْصُ﴾ "رسول اللہ ﷺ کو تمام کپڑوں میں سے قمیص زیادہ پسند تھی۔"(۴)

عہدِ رسالت میں بالعموم لباس میں دو چادریں استعمال کی جاتی تھیں، ایک چادر اوپر لی جاتی تھی اور دوسری نیچے باندھی جاتی تھی۔ اوپر والی چادر کو رداء جبکہ نیچے والی کو ازار کہا جاتا تھا۔ اہل علم کا کہنا ہے کہ یہ حدیث ثبوت ہے کہ قمیص پہننا مستحب ہے اور نبی ﷺ نے چادروں کے مقابلے میں قمیص کو اس لئے زیادہ پسند فرمایا ہے کیونکہ ایک تو اس سے ستر پوشی زیادہ ہوتی ہے اور دوسرے یہ کہ اسے چادروں کی طرح باندھنا اور

---

(۱) [نیل الاوطار (۹۴/۲)] اور کفن سے متعلقہ حدیث کے لئے دیکھئے: صحیح ابوداود، ابوداود (۳۱۵۰) كتاب الجنائز: باب في الكفن، صحيح الجامع الصغير (۴۵۵) احكام الجنائز للالباني (ص: ۶۳)]

(۲) [بخاری (۵۸۱۳) كتاب اللباس: باب البرود والحبر والشملة]

(۳) [بخاری (۵۸۰۹) كتاب اللباس: باب البرود والحبر والشملة]

(۴) [**صحیح**: صحيح الترغيب (۲۰۲۸) ابوداود (۴۰۲۵) كتاب اللباس: باب ما جاء في القميص، ترمذی (۱۷۶۴) كتاب اللباس: باب ما جاء في القمص]

سنبھالنا بھی نہیں پڑتا۔(۱)

شیخ عبد المحسن العباد رقمطراز ہیں کہ قمیص وہ لباس ہے جسے سارے جسم پر ڈال کر سر اور گردن کے علاوہ مکمل جسم ڈھانپ لیا جاتا ہے، اس کا ایک گریبان ہوتا ہے جس سے سر ظاہر ہوتا ہے اور دو آستینیں ہوتی ہیں جن سے ہاتھ باہر نکلتے ہیں۔ یہ بہت عمدہ اور بہترین لباس ہے کیونکہ ستر پوشی میں نہایت کامل ہے، جبکہ اس کے مقابلے میں تہبند بعض اوقات کھل جاتا ہے اور ستر ننگا ہو جاتا ہے۔ قمیص کو کندھوں پر پہنا جاتا ہے جس کی وجہ سے تہبند کے برعکس اس کے نیچے گرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دورانِ حج قمیص، پگڑی اور شلوار پہننے کے بارے میں ممانعت آئی ہے جبکہ حج کے علاوہ یہ بہترین لباس ہے کیونکہ اس سے ایک طرف جہاں سارا جسم چھپ جاتا ہے وہاں دوسری طرف ستر ننگا ہونے کا بھی امکان نہیں رہتا۔(۲)

لباس پہنتے وقت دائیں جانب کا لحاظ رکھنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ أَنَّهُ ﷺ كَانَ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ فِي تَنَعُّلِهِ وَتَرَجُّلِهِ وَطُهُوْرِهِ وَفِي شَأْنِهِ كُلِّهِ ﴾ ''آپ ﷺ کو اپنے جوتا پہننے میں، کنگھی کرنے میں، وضو کرنے میں اور دیگر تمام کاموں میں دائیں طرف سے شروع کرنا پسند تھا۔''(۳)

ہر معاملے کی طرح لباس پہنتے وقت بھی دائیں اطراف کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا لَبِسَ قَمِيْصًا بَدَأَ بِمَيَامِنِهِ ﴾ ''رسول اللہ ﷺ جب قمیص پہنتے تو دائیں جانب سے آغاز کرتے۔''(٤)

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِذَا لَبِسْتُمْ وَإِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَابْدَأُوْا بِأَيَامِنِكُمْ ﴾ ''جب تم لباس پہنو یا وضوء کرو تو اپنی دائیں جانب سے شروع کیا کرو۔''(٥)

جمعہ کے لئے عمدہ لباس مخصوص کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَا عَلَى أَحَدِكُمْ إِنْ وَّجَدَ سَعَةً

(۱) [نیل الاوطار (۱۰۳/۲) تحفۃ الاحوذی (۳۷۲/۵) شرح ریاض الصالحین لابن عثیمین (تحت الحدیث : ۷۹٤)]

(۲) [شرح سنن ابی داود (٤۹۲/۲۲)]

(۳) [بخاری (۱٦۷، ٤۲٦) کتاب الوضوء : باب التیمن فی الوضوء والغسل، مسلم (٦۲۸) أبو داود (٤۱٤۰) ترمذی (٦۰۸) نسائی (۷۸/۱) ابن ماجۃ (٤۰۱) أبو عوانۃ (۲۲۲/۱) شرح السنۃ (۳۱۰/۱)]

(٤) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (٤۷۷۹) ترمذی (۱۷٦٦) ابواب اللباس : باب ما جاء فی القمص]

(٥) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۷۸۷) ابو داود (٤۱٤۱) کتاب اللباس : باب فی الانتعال]

اَنْ يَّتَّخِذَ ثَوْبَيْنِ لِجُمُعَتِهِ سِوَى ثَوْبَىْ مِهْنَتِهِ ﴾ ''اگر کشادگی ہو تو پھر یہ بات کتنی عمدہ ہے کہ تم میں سے ہر شخص اپنے کام کاج کے کپڑوں کے علاوہ دو کپڑے جمعہ کے لئے خاص کر لے۔''(۱)

علامہ شمس الحق عظیم آبادی ؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دلیل ہے کہ جمعہ کے دن عمدہ لباس پہننا اور باقی دنوں کے ملبوسات کے علاوہ اس دن خاص لباس زیب تن کرنا مستحب ہے۔(۲)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَ لَبِسَ مِنْ أَحْسَنِ ثِيَابِهِ ... ﴾ ''جس نے جمعہ کے روز غسل کیا اور بہترین کپڑے زیب تن کئے اور خوشبو بھی لگائی اگر میسر ہو تو، پھر جمعہ کے لئے آیا اور لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگیں، پھر (نفلی) نماز پڑھی جو اس کے لئے مقدر کی گئی، پھر خاموش رہا جب امام (خطبے کے لئے) نکلا، حتی کہ اپنی نماز سے فارغ ہوا تو یہ اس کے لئے اس جمعے اور سابقہ جمعے کے مابین (صادر ہونے والے گناہوں) کا کفارہ ہے۔''(۳)

اس کی شرح میں علامہ عبید اللہ رحمانی مبارکپوری ؒ رقمطراز ہیں کہ اس حدیث میں جمعہ کے روز جو کہ مسلمانوں کے لئے عید کا دن ہے، عمدہ لباس پہننے اور تجمل و آرائش اختیار کرنے کی مشروعیت ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔(۴)

عید کے دن عمدہ لباس پہننا

حضرت عمر ؓ ایک ریشمی لباس لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا﴿ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! ابْتَعْ هٰذِهِ فَتَجَمَّلْ بِهَا لِلْعِيْدِ وَ الْوَفْدِ ﴾ ''اے اللہ کے رسول! اسے آپ خرید لیجیے اور عید اور وفود کے لیے خوبصورتی حاصل کیجیے۔'' تو آپ ﷺ نے فرمایا ''یہ تو صرف اس کا لباس ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔''(۵)

(امام شوکانی ؒ) فرماتے ہیں کہ عید کے لئے تجمل و آرائش کی مشروعیت اس حدیث سے یوں ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر ؓ (کی بات 'کہ یہ لباس عید کے دن خوبصورتی کے لئے حاصل کیجیے' پر اُن) کو عید کے لئے تجمل سے نہیں روکا بلکہ صرف ریشمی لباس پہننے والے پر ہی انکار کا اظہار فرمایا (اس سے معلوم ہوا کہ عید

---

(۱) [صحیح: غایة المرام (۷۷) ابن ماجه (۱۰۹۶) کتاب اقامة الصلوات: باب ما جاء فی الزینة یوم الجمعة]

(۲) [عون المعبود (۲۹۲/۳)]

(۳) [صحیح: صحیح ابو داود، ابو داود (۳۴۳) کتاب الطهارة: باب فی الغسل للجمعة، ترمذی (۵۲۸) ابن ماجه (۱۰۹۷) مسند احمد (۴۲۰/۵) صحیح ابن حبان (۲۷۶۷) شرح معانی الآثار (۲۱۶۴)]

(۴) [مرعاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح (۴۷۰/۴)]

(۵) [بخاری (۵۸۳۵) کتاب اللباس: باب لبس الحریر وافتراشه...... مسلم (۲۰۶۸)]

کے روز ریشمی لباس کے علاوہ دوسرے لباسوں سے خوبصورتی اختیار کی جاسکتی ہے)۔(۱)

موصوف ایک دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں کہ عیدین میں میسر لباس میں سے سب سے اچھا لباس پہننا اور اسی طرح سب سے عمدہ خوشبو لگانا مسنون ہے۔(۲)

(امام ابن قدامہ رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ ((يُسْتَحَبُّ اَنْ يَتَنَظَّفَ وَيَلْبَسَ اَحْسَنَ مَا يَجِدُ وَيَتَطَيَّبَ وَيَتَسَوَّكَ))'(عید کے روز) صاف ستھرا بننا' میسر لباس میں سے عمدہ و بہترین لباس پہننا' خوشبو لگانا اور مسواک کرنا مستحب ہے۔''(۳)

(امام ابن قیم رحمہ اللہ) عیدین کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اپنا سب سے بہترین لباس پہنتے تھے۔(٤)

(نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ) عید کے روز خوبصورت لباس پہننا مستحب ہے۔(٥)

کسی محتاج کو لباس پہنانے کی فضیلت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ اِدْخَالُ السُّرُوْرِ عَلَى الْمُؤْمِنِ ، كَسَوْتَ عَوْرَتَهُ ، اَوْ اَشْبَعْتَ جُوْعَتَهُ ، اَوْ قَضَيْتَ لَهُ حَاجَتَهُ ﴾''سب سے افضل عمل کسی مومن کو خوشی پہنچانا ہے'(مثلاً) تم اس کے ستر کو ڈھانپ دو (یعنی اسے لباس پہنا دو) یا اس کی بھوک مٹا دو' یا اس کی ضرورت پوری کر دو۔''(٦)

مرد و عورت کا نماز کا لباس

مردوں کے لیے ضروری ہے کہ نماز کے دوران اُن کے ستر میں سے کچھ بھی ننگا نہ ہو۔ جمہور اہل علم کا کہنا ہے کہ ستر پوشی نماز کے فرائض میں سے ایک فرض ہے۔(۷) امام شوکانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ حق بات یہی ہے کہ ستر ڈھانپنا نماز کے لیے واجب ہے۔(۸) اور مرد کے ستر کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے کہ وہ ناف اور گھٹنوں کا درمیانی

---

(۱) [نيل الأوطار (٢٨٤/٣)]

(۲) [السيل الجرار (٣٢٠/١)]

(۳) [المغني (٢٥٧/١٣)]

(٤) [زاد المعاد (١٢١/١)]

(٥) [الروضة الندية (١٤٤/١)]

(٦) [حسن : السلسلة الصحيحة (١٤٩٤) صحيح الترغيب (٢٠٩٠) كتاب اللباس والزينة : باب الترغيب في الصدقة على الفقير بما يلبسه كالثوب ونحوه ' رواه الطبراني]

(٧) [فتح الباري (١٣/٢)]

(٨) [نيل الأوطار (٥٤٠/١)]

حصہ ہے۔ ستر پوشی کے ساتھ مرد پر یہ بھی ضروری ہے کہ نماز کے وقت اس کے کندھوں پر کوئی کپڑا موجود ہو۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ لا يُصَلِّيَنَّ اَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى عَاتِقِهِ مِنْهُ شَيْئٌ ﴾ ''تم میں سے ہرگز کوئی شخص ایسے ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے کہ جس کا کوئی حصہ اس کے کندھے پر نہ ہو۔'' (۱) اگر کپڑا کم ہو تو صرف تہبند باندھ کر بھی مرد کی نماز درست ہے۔ (۲) اور اگر وسعت ہو تو ستر پوشی کے علاوہ زیب وزینت کے تقاضے پورے کرنا بھی بہت بہتر ہے کیونکہ قرآن کریم کی آیت ﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ﴾ کے مفہوم میں یہ چیز شامل ہے۔ علاوہ ازیں درج بالا حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرد نمازی کے لیے سر ڈھانپنا ضروری نہیں، تاہم اگر وہ سر پر ٹوپی یا پگڑی پہنے اور ہمہ وقت سر کو ڈھانپ کر رکھے تو یہ بہتر ضرور ہے۔

عورتوں کے لیے ستر پوشی (سوائے چہرے اور ہاتھوں کے مکمل جسم چھپانا) کے ساتھ صرف یہ ضروری ہے کہ اُن کے سر پر اَوڑھنی ہو کیونکہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ لا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةَ حَائِضٍ إِلَّا بِخِمَارٍ ﴾ ''اللہ تعالیٰ بالغ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں فرماتے۔'' (۳) جن آثار و روایات میں عورت کے لیے نماز میں تین کپڑوں یا دو کپڑوں کا تعین کیا گیا ہے (٤) ایسی تمام روایات کو استحباب و افضلیت پر محمول کیا جائے گا۔(٥) کیونکہ (اگر ستر ڈھانپا ہوا ہو تو) ایک کپڑے میں بھی نماز درست ہے۔(٦) جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث اس کی دلیل ہے۔(٧)

مرد و عورت کا احرام کا لباس

مردوں کے لیے احرام کا لباس دو اَن سلی چادریں ہیں۔ ایک بطورِ تہبند باندھ لی جائے اور دوسری اوپر اَوڑھ لی جائے۔ یاد رہے کہ سر اور چہرہ ننگا ہو۔ جوتا کوئی بھی استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن ٹخنے ننگے ہونے چاہییں۔ اگر جوتا میسر نہ ہو تو موزے بھی استعمال کیے جا سکتے ہیں لیکن انہیں ٹخنوں سے نیچے تک کاٹ لینا چاہیے۔ اسی طرح اگر تہبند کے لیے چادر میسر نہ ہو تو شلوار بھی پہنی جا سکتی ہے۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ وَ لْيُحْرِمْ أَحَدُكُمْ فِيْ إِزَارٍ وَ

(۱) [بخاری (۳۵۹، ۳٦۰) كتاب الصلاة : باب إذا صلى في الثوب الواحد فليجعل على عاتقيه]

(۲) [بخاری (۳٦۱) كتاب الصلاة : باب إذا كان الثوب ضيقا، مسلم (۳۰۱۰) ابن خزيمة (۷٦۷)]

(۳) [**صحيح** : صحيح أبو داود (۵۹٦) كتاب الصلاة : باب المرأة تصلي بغير خمار، أبو داود (٦٤۱)]

(٤) [**صحيح** : تمام المنة (ص/۱٦۲) مؤطا (۱/۱٦۰) بيهقي (۲/۲۳۳)]

(٥) [تمام المنة (ص/۱٦۲)]

(٦) [نيل الأوطار (۱/۵٤۹)]

(۷) [أحمد (۲/۲۳۰) بخاری (۳٦۵) كتاب الصلاة : باب الصلاة في القميص والسراويل والتبان والقباء، مسلم (۵۱۵) أبو داود (٦۲۵) نسائی (۲/٦۹) ابن ماجة (۱۰٤۷) ابن خزيمة (۷۵۸)]

رِدَاءٍ وَ نَعْلَيْنِ ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ ، فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ ، وَ لْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ ﴾ ''تمہیں چاہیے کہ تہبند، چادر اور جوتوں میں احرام باندھو۔ اگر جوتے نہ ملیں تو موزے پہن لو لیکن انہیں ٹخنوں سے نیچے تک کاٹ لو۔''(۱) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ﴿ مَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ ، وَ مَنْ لَمْ يَجِدْ إِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيلَ لِلْمُحْرِمِ ﴾ ''جس کے پاس احرام میں جوتے نہ ہوں وہ موزے پہن لے اور جس کے پاس تہبند نہ ہو وہ شلوار پہن لے۔''(۲)

عورتوں کو بھی میقات سے احرام باندھ لینا چاہیے خواہ وہ حیض یا نفاس میں ہی مبتلا ہوں۔ دورانِ حیض ونفاس ممکن ہو تو غسل کر کے احرام باندھیں۔ عورتوں کے احرام کے لیے کوئی خاص لباس متعین نہیں بلکہ ان کا احرام وہی عام لباس ہے جو وہ گھر میں پہنتی ہیں۔ تاہم اتنا ضرور ہے کہ انہیں نقاب اور دستانے پہننے سے منع کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ لَا تَنْتَقِبُ الْمَرْأَةُ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازَيْنِ ﴾ ''احرام والی عورت نقاب اور دستانے استعمال نہ کرے۔''(۳) تاہم یاد رہے کہ نقاب نہ پہننے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ احرام والی عورت غیر محرموں سے چہرہ بھی نہیں چھپائے گی بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایسا مخصوص سلا ہوا کپڑا جو پردہ کرنے کے لیے بنایا جاتا ہے وہ نقاب نہ پہنے علاوہ ازیں چادر کے ساتھ غیر محرموں سے اپنا چہرہ چھپائے جیسا کہ حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حالتِ احرام میں تھیں اور قافلے ہمارے سامنے سے گزرتے تھے جب وہ سامنے آتے تو ہم اپنی چادریں منہ پر لٹکا لیتیں اور جب وہ گزر جاتے تو منہ کھول لیتیں۔''(۴)

مردوں اور عورتوں کے احرام سے متعلقہ مسائل کی مزید تفصیل کے لئے ہماری اس موضوع پر دوسری مفصل کتاب ''حج و عمرہ کی کتاب'' ملاحظہ فرمایئے۔

لباس کی چند دعائیں

① لباس پہننے کی دعا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کوئی کپڑا پہنا اور پھر کہا:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَسَانِي هٰذَا الثَّوْبَ وَ رَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّي وَلَا قُوَّةٍ ﴾ ''ہر طرح کی تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے یہ لباس پہنایا اور مجھے میری ذاتی قوت وطاقت کے بغیر یہ عطا کیا۔''

---

(۱) [**صحيح** : تلخيص الحبير (۵۱۷/۲) احمد (۳٤/۲) ابن خزيمة (۲۶۰۱) ابن المنذر في الأوسط كما في التلخيص (٤٥٤/۲) حافظ ابن حجرؒ نے ''تلخيص'' میں فرمایا ہے کہ اس کی سند صحیح کی شرط پر ہے۔]

(۲) [بخاري (۱۸٤۱) كتاب العمرة : باب لبس الخفين للمحرم إذا لم يجد النعلين ، مسلم (۱۱۷۸)]

(۳) [بخاري (۱۸۳۸) كتاب جزاء الصيد : باب ما ينهى من الطيب للمحرم والمحرمة ، ابو داود (۱۸۲۵)]

(٤) [**حسن** : حجاب المرأة المسلمة للالباني (ص : ۱۰۷) ابو داود (۱۸۳۳) كتاب المناسك : باب في المحرمة تغطي وجهها ، ابن ماجة (۲۹۳۵) دارقطني (۲۹۵/۲) بيهقي (٤۸/۵) ابن خزيمة (۲۶۹۱)]

تو اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (۱)

② نیا لباس پہننے کی دعا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی نیا لباس پہنتے تو یہ دعا پڑھتے:

﴿ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ كَسَوْتَنِيْهِ اَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِهٖ وَ خَيْرِ مَا صُنِعَ لَهٗ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَ شَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ ﴾ "اے اللہ! ہر طرح کی تعریف تیرے لئے ہی ہے، تو نے ہی مجھے یہ پہنایا، میں تجھ سے اس کی بھلائی اور اس چیز کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں جس کے لئے اسے بنایا گیا ہے اور میں تجھ سے اس کی برائی اور اس چیز کی برائی کی پناہ مانگتا ہوں جس کے لئے یہ بنایا گیا ہے۔" (۲)

واضح رہے کہ جس روایت میں نیا لباس پہننے کی یہ دعا مذکور ہے ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ مَا اُوَارِيْ بِهٖ عَوْرَتِيْ وَ اَتَجَمَّلُ بِهٖ فِيْ حَيَاتِيْ ﴾ وہ ضعیف ہے۔ (۳)

③ جس نے نیا لباس پہنا ہو اس کے لئے دعا۔ اصحابِ رسول میں سے جب کوئی نیا لباس پہنتا تو دوسرے صحابہ اسے ان الفاظ میں دعا دیتے:

﴿ تُبْلِيْ وَ يُخْلِفُ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴾ "تم اسے بوسیدہ کرو اور اللہ تمہیں اس کے بدلے اور دے۔" (٤)

④ ایک دوسری روایت میں نیا لباس پہننے والے کے لئے یہ دعا مذکور ہے:

﴿ اِلْبَسْ جَدِيْدًا وَّ عِشْ حَمِيْدًا وَّ مُتْ شَهِيْدًا ﴾ "نیا لباس پہنو، خوبیوں والی زندگی گزارو اور شہادت کی موت حاصل کرو۔" (٥)

⑤ لباس اتارنے کی دعا۔ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ سَتْرُ مَا بَيْنَ اَعْيُنِ الْجِنِّ وَ عَوْرَاتِ بَنِيْ آدَمَ اِذَا وَضَعَ اَحَدُهُمْ ثَوْبَهٗ اَنْ يَقُوْلَ : بِسْمِ اللّٰهِ ﴾ "جنات اور اولادِ آدم کے ستروں کے درمیان پردہ یہ چیز ہے کہ جب ان میں سے کوئی اپنا لباس اتارے تو کہے بِسْمِ اللّٰهِ ۔" (٦)

---

(۱) [حسن : صحیح ابو داود ، ابو داود (۴۰۲۳) کتاب اللباس ، دارمی (۲۶۲۳) حاکم (۵۰۷/۱)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود ، ابو داود (۴۰۲۰) کتاب اللباس ، ترمذی (۱۸۲۲)]

(۳) [ضعیف : ضعیف ابن ماجه ، ابن ماجه (۳۵۵۷) مسند احمد (۴۴/۱) شیخ شعیب ارناؤوط کہتے ہیں کہ ابوالعلاء شامی راوی کے مجہول ہونے کی وجہ سے اس کی سند ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۳۰۵)]

(٤) [صحیح : صحیح ابو داود ، ابو داود (۴۰۲۰)]

(٥) [صحیح : صحیح ابن ماجه ، ابن ماجه (۳۵۵۸) کتاب اللباس : باب ما يقول الرجل اذا لبس ثوبا جديدا]

(٦) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۳۶۱۰) ابن السنی فی عمل الیوم واللیلة (۲۷۳)]

باب الزينة — زینت کا بیان

زیب وزینت کے چند اصول وضوابط

آئندہ سطور میں زیب وزینت کے چند ایسے اصول وضوابط ذکر کیے جا رہے ہیں جنہیں ملحوظ رکھنا ہر مسلمان مرد وعورت کے لئے ضروری ہے۔ دراصل یہ اصول کتاب وسنت سے ہی ماخوذ ہیں، ان کے دلائل کچھ تو پیچھے گزر چکے ہیں اور کچھ کا ذکر آئندہ اَوراق میں آ رہا ہے۔

① وہ زیب وزینت شریعت میں ممنوع نہ ہو، کیونکہ جس سے منع کیا گیا ہے اس سے بچنا ضروری ہے۔

② اسے اختیار کرنے سے کفار کی مشابہت لازم نہ آتی ہو۔

③ اسے اختیار کرنے سے مرد وعورت کی ایک دوسرے سے مشابہت نہ ہوتی ہو۔

④ وہ زینت اللہ کی تخلیق کو بدلنے کے ضمن میں نہ آتی ہو۔

⑤ اسے اختیار کرنے سے جسم کو کسی قسم کا نقصان نہ ہو۔

⑥ اس میں مال کا ضیاع یا اسراف وتبذیر نہ ہو۔

⑦ اس میں وقت کا ضیاع نہ ہو کہ انسان ہمہ وقت اسی میں لگا رہے اور یادِ الٰہی یا فرائض سے ہی غافل ہو جائے۔

⑧ اس کے ذریعے دوسروں کے سامنے فخر وغرور یا تکبر واَکڑ کا اظہار نہ ہوتا ہو۔

⑨ اسے اختیار کرنے میں فطرت کی خلاف ورزی نہ ہو۔

⑩ اس زینت کے لئے مرد یا عورت کو اپنے قابل ستر اعضاء کسی غیر کے سامنے ظاہر نہ کرنے پڑیں۔

سر ڈھانپنے کا بیان

ہر چند کہ سر کو ننگا رکھنا بھی جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ نماز اور غیر نماز (ہر حال) میں سر کو ٹوپی، پگڑی جیسی کسی نہ کسی چیز سے ڈھانپ کر ہی رکھا جائے۔ کیونکہ عہدِ نبوی میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عام معمول یہی تھا کہ وہ اکثر وبیشتر سر کو ڈھانپ کر ہی رکھتے تھے۔ اس کے چند دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ ﷺ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَ مُقَدَّمِ رَأْسِهِ وَعَلَى عِمَامَتِهِ ﴾ ''نبی کریم ﷺ نے موزوں، اپنے سر کے اگلے حصے اور اپنی پگڑی پر مسح کیا۔''(۱)

(2) حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَ الْخِمَارِ ﴾ ''رسول

(۱) [مسلم (۲۷٤) كتاب الطهارة : باب المسح على الناصية والعمامة]

اللہ ﷺ نے موزوں اور پگڑی پر مسح کیا۔''(۱)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ہم ایک روز دوپہر کے وقت اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا ﴿ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُقْبِلًا مُتَقَنِّعًا ﴾ ''یہ رسول اللہ ﷺ اپنے سر کو چادر سے چھپائے ہوئے تشریف لا رہے ہیں۔''(۲)

(4) حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ وَ عَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور (اس وقت) آپ کے سر پر کالی پگڑی تھی۔''(۳)

(5) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَ عَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ ﴾ ''نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے روز (مکہ میں) داخل ہوئے تو آپ کے سر پر کالی پگڑی تھی۔''(٤)

(6) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا اعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ ﴾ ''نبی کریم ﷺ جب پگڑی باندھتے تو اپنی پگڑی کا کنارہ دونوں کندھوں کے درمیان (پیچھے) چھوڑ دیتے تھے۔''(٥)

(7) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿ فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَ قَدْ عَصَبَ عَلٰى رَأْسِهِ حَاشِيَةَ بُرْدٍ ﴾ ''نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے اور آپ نے چادر کا ایک کونا اپنے سر پر لپیٹ رکھا تھا۔''(٦)

(8) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ عَلَيْهِ مِلْحَفَةٌ مُتَعَطِّفًا بِهَا عَلٰى مَنْكِبَيْهِ وَ عَلَيْهِ عِصَابَةٌ دَسْمَاءُ ﴾ ''رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے تو آپ دونوں کندھوں پر چادر اوڑھے ہوئے تھے اور (سر مبارک پر) ایک سیاہ پٹی (بندھی ہوئی) تھی۔''(٧)

(9) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ ... لَا تَلْبَسُوا الْقُمُصَ وَلَا الْعَمَائِمَ وَ لَا السَّرَاوِيْلَاتِ وَلَا الْبَرَانِسَ وَلَا الْخِفَافَ ﴾ ''ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ احرام باندھنے والا کیا لباس پہنے؟ آپ نے فرمایا: قمیص، پگڑی، شلوار و پاجامہ، ٹوپی اور موزے نہ پہنو (اس سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت

---

(۱) [مسلم (۲۷۵) كتاب الطهارة : باب المسح على الناصية والعمامة]

(۲) [بخاری (۵۸۰۷) كتاب اللباس : باب التقنع]

(۳) [مسلم (۱۳۵۹) كتاب الحج : باب جواز دخول مكة بغير احرام]

(٤) [مسلم (۱۳۵۸) كتاب الحج : باب جواز دخول مكة بغير احرام]

(٥) [**صحيح** : صحيح الجامع الصغير (٤٦٧٦) السلسلة الصحيحة (٧١٧) المشكاة (٤٣٣٨) ترمذی (۱۷۳٦) كتاب اللباس : باب فی سدل العمامة بين الكتفين]

(٦) [بخاری (۳۷۹۹) كتاب المناقب : باب قول النبی " اقبلوا من محسنهم وتجاوزوا عن مسيئهم "]

(٧) [بخاری (۳۸۰۰) كتاب المناقب : باب قول النبی " اقبلوا من محسنهم وتجاوزوا عن مسيئهم "]

میں صحابہ کا عام معمول یہی تھا کہ وہ پگڑی اور ٹوپی وغیرہ کے ساتھ سر کو ڈھانپ کر رکھتے تھے، اسی لئے انہیں دورانِ احرام ان اشیاء سے منع کیا گیا)۔"(۱)

(10) حضرت عبیداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ﴿ اَخبَرَنَا اَشْيَاخُنَا اَنَّهُمْ رَاَوْا اَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ يَعْتَمُّوْنَ وَ يُرْخُوْنَهَا بَيْنَ اَكْتَافِهِمْ ﴾ "ہمارے شیوخ نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے صحابہ کرام کو دیکھا، وہ پگڑیاں باندھتے تھے اور ان کا کنارہ اپنے کندھوں کے درمیان پیچھے لٹکا لیتے تھے (اس سے بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام سر پر پگڑیاں پہنا کرتے تھے)۔"(۲)

درج بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام کا یہی معمول تھا کہ وہ سر کو ننگا رکھنے کے بجائے کسی نہ کسی کپڑے، چادر، ٹوپی یا پگڑی وغیرہ کے ساتھ ڈھانپ کر رکھتے تھے۔ تاہم اس عمل کو علما ضروری اس لئے نہیں کہتے کیونکہ نبی ﷺ سے اس کا حکم ثابت نہیں، اور یہ اصول ہے کہ محض آپ ﷺ کے کسی فعل یا عمل سے وجوب ثابت نہیں ہوتا۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ یہ عمل پسندیدہ اور بہتر ضرور کیونکہ نبی ﷺ نے اس پر مداومت اختیار فرمائی ہے۔ اس لئے نماز اور غیر نماز ہر حال میں کوشش کرنی چاہیے کہ سر کو ڈھانپ کر ہی رکھا جائے۔ یہاں یہ بھی یاد رہے کہ اگر کوئی نماز وغیرہ میں سر کو ننگا رکھتا ہے تو اسے معیوب سمجھنا یا اسے بری نظروں سے دیکھنا ہرگز درست نہیں۔

(البانی رحمہ اللہ) میری رائے میں ننگے سر نماز پڑھنا ایک ناپسندیدہ عمل ہے، اس لئے کہ یہ مُسلّم ہے کہ مسلمان کے لئے مستحب ہے کہ وہ ایسی حالت میں نماز پڑھے جو مکمل اسلامی ہیئت کا مظہر ہو۔ جیسا کہ حدیث ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ اَحَقُّ اَنْ يُتَزَيَّنَ لَهُ ﴾ "(جب کوئی نماز پڑھے تو اسے چاہیے کہ اپنے دو کپڑے پہن لے کیونکہ) اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کے لئے زینت اختیار کی جائے"(۳) کا یہی تقاضا ہے۔ اور عرفِ سلف میں ننگے سر رہنے کو عادت بنا لینا، ننگے سر ہی راستوں اور بازاروں میں پھرنا اور اسی حالت میں عبادت گاہوں میں (نماز وغیرہ کے لئے) جانا، اچھی ہیئت تصور نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ یہ اجنبی (غیر اسلامی) عادت ہے جو اس وقت اسلامی ممالک میں آئی جب وہاں کفار مسلط ہوئے اور انہوں نے اپنی فاسد عادات وہاں پھیلا دیں، پھر مسلمانوں نے ان عادات میں اُن کی نقالی شروع کر دی اور یوں انہوں نے اپنا اسلامی تشخص ضائع کر دیا، اس لئے اس عادت کا کوئی جواز نہیں کیونکہ یہ سلف کے اسلامی عرف کے خلاف ہے، نیز اسے ننگے سر نماز پڑھنے کے لئے حجت بنانا بھی درست نہیں۔(٤)

---

(۱) [مسلم (۱۱۷۷) کتاب الحج : باب ما يباح للمحرم بحج أو عمرة وما لا يباح ' بخاري (۱۵٤۲)]

(۲) [مصنف ابن ابي شيبة (۲٥٤۷۷) باب في ارخاء العمامة بين الكتفين]

(۳) [**صحيح** : السلسلة الصحيحة (۱۳٦۹) صحيح الجامع الصغير (٦٥۲) بيهقي في الكبرى (۲/۲۳٦)]

(٤) [تمام المنة في التعليق على فقه السنة (ص : ۱٦٤)]

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) آدمی کا سر ستر میں شامل نہیں اس لئے اسے ڈھانپنا ضروری نہیں۔لہٰذا آدمی کے لئے نماز اور غیر نماز میں پگڑی یا ٹوپی پہننا یا سر کو ننگا رکھنا دونوں طرح درست ہے اور اس معاملے میں کسی (ٹوپی پہننے والے) کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے (ٹوپی نہ پہننے والے) پر کوئی عیب لگائے یا اسے حقیر سمجھے۔[(۱)]

(شیخ ابن باز رحمہ اللہ) کسی نے دریافت کیا کہ اگر کوئی امام لوگوں کو ننگے سر نماز پڑھائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ شیخ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ سر ستر میں شامل نہیں اور نمازی پر صرف ازار (نیچے باندھی جانے والی چادر) اور رداء (اوپر اوڑھی جانے والی چادر) ہی ضروری ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''تم میں سے کوئی ایسے ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے کہ اس کا کوئی حصہ اس کے کندھے پر نہ ہو''۔لیکن اگر کوئی زینت اختیار کرے اور مکمل لباس پہنے تو یہ افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''اے بنی آدم! ہر مسجد کے قریب زیب وزینت اختیار کرو''۔البتہ اگر کوئی ایسے علاقے میں ہو کہ جہاں سر ڈھانپنا لوگوں کی عادت میں شامل نہیں تو سر ننگا رکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔[(۲)]

سر کے بالوں کا بیان

○ **نبی کریم ﷺ کے بالوں کی کیفیت** کے بارے میں احادیث میں تین طرح کے الفاظ ملتے ہیں: وَفْرَہ ، جُمَّہ اور لِمَّہ۔وَفْرَہ سے مراد وہ بال ہیں جو کانوں کی لو تک پہنچیں۔لِمَّہ اس سے کچھ لمبے بالوں کو کہتے ہیں۔اور جُمَّہ اُن بالوں کو کہتے ہیں جو کندھوں تک پہنچیں۔اتباعِ نبوی کی غرض سے ان تینوں میں سے کوئی بھی کیفیت اختیار کی جا سکتی ہے۔اس حوالے سے چند احادیث ملاحظہ فرمائیے:

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿ كَانَ شَعْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِلَى شَحْمَةِ اُذُنَيْهِ ﴾ ''رسول اللہ ﷺ کے بال کانوں کی لو تک تھے۔''[(۳)]

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ كَانَ شَعْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِلَى اَنْصَافِ اُذُنَيْهِ ﴾ ''رسول اللہ ﷺ کے بال آپ کے کانوں کے درمیان تک آتے تھے۔''[(٤)]

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿ كَانَ شَعْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَوْقَ الْوَفْرَةِ وَ دُوْنَ الْجُمَّةِ ﴾ ''رسول اللہ ﷺ کے بال وَفرہ سے زائد اور جُمہ سے کم ہوتے تھے۔''[(٥)]

---

(١) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (٢٤/٤٥)]

(٢) [مجموع فتاوى ابن باز (١٠/٤٠٦)]

(٣) [**صحيح** : صحيح ابو داود ، ابو داود (٤١٨٥) كتاب الترجل : باب ما جاء في الشعر]

(٤) [**صحيح** : صحيح ابو داود ، ابو داود (٤١٨٦) كتاب الترجل : باب ما جاء في الشعر]

(٥) [**حسن** : صحيح ابو داود ، ابو داود (٤١٨٧) كتاب الترجل : باب ما جاء في الشعر]

(4) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ ﴿ كَانَ شَعْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَجِلًا لَيْسَ بِالسَّبِطِ وَلَا الْجَعْدِ ، بَيْنَ أُذُنَيْهِ وَ عَاتِقِهِ ﴾ ''رسول اللہ ﷺ کے بال نہ بالکل سیدھے اور نہ ہی بالکل گھنگھریالے تھے اور (لمبائی میں) کانوں اور کندھوں کے درمیان تک تھے۔''(۱)

(5) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَضْرِبُ شَعْرُهُ مَنْكِبَيْهِ ﴾ ''نبی کریم ﷺ کے بال کندھوں تک پہنچتے تھے۔''(۲)

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے بال عام طور پر کانوں کی لو تک ہوتے تھے (یعنی وَفْرَہ)۔ پھر کچھ اور بڑھ جاتے (تو لِمَّہ ہو جاتے)۔ اور بعض اوقات کندھوں تک پہنچنے لگتے (یعنی جُمَّہ ہو جاتے)۔ لہٰذا آج اگر کوئی لمبے بال رکھنا چاہے تو اس آخری کیفیت سے زیادہ لمبے بال رکھنے سے اجتناب کرے۔ کیونکہ ایک تو یہ مسنون نہیں اور دوسرے اس میں عورتوں کی مشابہت بھی ہے۔ غالباً یہی باعث ہے کہ جب ایک موقع پر حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن کے بال بہت زیادہ لمبے تھے تو آپ فرمانے لگے ''نحوست ہے، نحوست ہے۔'' یہ سن کر حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے اپنے بال کاٹ ڈالے اور اگلے روز خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا ''میں نے تجھے کوئی بری بات نہیں کہی تھی اور اب یہ بہتر ہے۔''(۳)

○ **بالوں کی تکریم کا حکم ہے** ۔ یعنی اگر کسی نے بال رکھے ہوں تو اسے چاہیے کہ بالوں کو پراگندہ رکھنے کی بجائے انہیں بنا سنوار کر رکھے، اُن میں تیل لگائے اور کنگھی کرے۔ بالوں کی تکریم کا یہی مفہوم ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ ﴿ مَنْ كَانَ لَهُ شَعْرٌ فَلْيُكْرِمْهُ ﴾ ''جس نے بال رکھے ہوں اسے چاہیے کہ اُن کی تکریم کرے (یعنی انہیں بنا سنوار کر رکھے)۔''(٤) تاہم یہاں یہ بات واضح رہے کہ بالوں کو باقاعدہ اہتمام کے ساتھ دھونے، تیل لگانے اور بنانے سنوارنے میں ایک دن کا وقفہ ہونا چاہیے (جیسا کہ اس حوالے سے حدیث آگے آ رہی ہے)۔

○ **سر کے درمیان سے بالوں کی مانگ نکالنا نبی ﷺ کا طریقہ تھا** ۔ اگرچہ پہلے آپ ﷺ مانگ نہیں نکالتے تھے کیونکہ مانگ نکالنا مشرکین کا طریقہ تھا جبکہ اہلِ کتاب مانگ نکالنے کی بجائے

---

(۱) [بخاری (۵۹۰۱) كتاب اللباس : باب الجعد]

(۲) [بخاری (۵۹۰۳) كتاب اللباس : باب الجعد]

(۳) [**صحيح** : صحيح ابو داود ، ابو داود (٤١٩٠) كتاب الترجل : باب في تطويل الجمة ، ابن ماجه (٣٦٣٦) كتاب اللباس : باب كراهية كثرة الشعر ، نسائي (٥٠٥٥)]

(٤) [**حسن صحيح** : السلسلة الصحيحة (٥٠٠) صحيح الجامع الصغير (٦٤٩٣) المشكاة (٤٤٥٠) ابو داود (٤١٦٣) كتاب اللباس : باب في اصلاح الشعر ، بيهقى فى شعب الايمان (٦٤٥٥)]

اپنے بالوں کو سیدھے ہی پیچھے کی طرف چھوڑ دیا کرتے تھے۔ اور جن اُمور میں آپ ﷺ کو کوئی حکم نہ دیا گیا ہوتا اُن میں آپ اہل کتاب کی موافقت کو ہی پسند فرماتے تھے۔ اس لئے آپ نے بال سیدھے رکھنا شروع کر دیئے مگر بعد میں (اللہ کے حکم سے) آپ نے مانگ نکالنی شروع کر دی۔(۱) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مشرکین اور کفار کی مشابہت صرف اُسی کام میں ممنوع ہے جو ان کی خاص دینی یا قومی علامت ہو۔ علاوہ ازیں سر کے درمیان سے مانگ نکالنے کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ﴿ كُنْتُ إِذَا أَرَدْتُ أَنْ أَفْرُقَ رَأْسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ صَدَعْتُ الْفَرْقَ مِنْ يَّأْفُوْخِهِ ﴾ ''میں جب رسول اللہ ﷺ کے سر پر مانگ نکالنے کا ارادہ کرتی تو آپ کے سر کے درمیانی حصے سے مانگ نکالتی تھی۔''(۲)

○ **ناغے سے کنگھی کرنی چاہیے** ۔ یعنی بالوں کی تکریم، مانگ نکالنے اور انہیں بنا سنوار کر رکھنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہر وقت انسان اسی کام میں لگا رہے۔ اسی لئے نبی ﷺ نے روزانہ کنگھی کرنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ التَّرَجُّلِ إِلَّا غِبًّا ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے (روزانہ) کنگھی کرنے سے منع فرمایا ہے، ہاں ایک دن چھوڑ کر کنگھی کرنا درست ہے۔''(۳)

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی ﷺ ہمیں اِرْفَاه سے منع فرماتے تھے، ہم نے پوچھا یہ اِرْفَاه کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا ﴿ التَّرَجُّلُ كُلَّ يَوْمٍ ﴾ ''روزانہ کنگھی کرنا۔''(۴)

شیخ البانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ بالوں کی تکریم کا حکم متعدد صحیح احادیث میں ثابت ہے ... لیکن وہ مذکورہ (بالا) دونوں احادیث کے ساتھ مقید ہے (یعنی بالوں کو سنوارنا تو چاہیے لیکن ناغے سے)۔(۵) علاوہ ازیں اہل علم کا کہنا ہے کہ روزانہ کنگھی کرنے کی ممانعت کا مطلب یہ بھی نہیں کہ انسان ہاتھ سے بھی اپنے بال درست نہ کرے، یعنی روزانہ کنگھی کرنا منع ہے لیکن اگر کوئی ہاتھ کے ساتھ اپنے بال درست کر لیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

○ **''قزع'' کی شریعت میں ممانعت ہے** ۔ چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَنْهٰى عَنِ الْقَزَعِ ﴾ ''میں نے نبی کریم ﷺ کو سنا، آپ قزع سے منع فرما رہے تھے۔''(۶) قزع

---

(۱) [**صحيح** : صحيح ابو داود ، ابو داود (۴۱۸۸) كتاب اللباس : باب ما جاء في الفرق]

(۲) [**حسن** : صحيح ابو داود ، ابو داود (۴۱۸۹) كتاب اللباس : باب ما جاء في الفرق]

(۳) [**صحيح** : السلسلة الصحيحة (۵۰۱) صحيح الجامع الصغير (۶۸۷۰) ابو داود (۴۱۵۹) كتاب اللباس : باب النهي عن كثير من الارفاء ، ترمذي (۱۷۵۶) نسائي (۵۰۵۵)]

(۴) [**صحيح** : السلسلة الصحيحة (۵۰۲) نسائي (۵۰۵۸) كتاب الزينة : باب الترجل غبا]

(۵) [تمام المنة في التعليق على فقه السنة (ص : ۷۳)]

(۶) [بخاري (۵۹۲۰) كتاب اللباس : باب القزع]

کی وضاحت ایک دُوسری حدیث میں یوں ہے کہ ﴿ وَ الْقَزَعُ اَنْ يُحْلَقَ رَأْسُ الصَّبِيِّ فَيُتْرَكَ بَعْضُ شَعْرِهِ ﴾ ''قزع سے مراد یہ ہے کہ بچے کے سر سے کچھ بال مونڈ دیئے جائیں اور کچھ رکھ لئے جائیں۔''(١) ایک اور روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے ایک بچے کو دیکھا کہ اس کے کچھ بال مونڈ دیئے گئے تھے اور کچھ چھوڑے ہوئے تھے تو آپ نے انہیں اس سے منع فرمایا اور کہا ﴿ احْلِقُوْهُ كُلَّهُ اَوِ اتْرُكُوْهُ كُلَّهُ ﴾ ''اس کے سارے بال مونڈ دو یا سارے رکھو۔''(٢)

معلوم ہوا کہ بالوں کی ایسی حجامت بنوانا کہ جس میں کچھ بال مونڈ دیئے جائیں اور کچھ چھوڑ دیئے جائیں، جائز نہیں (بالوں کو مونڈ کر کچھ بال لٹ کی صورت میں چھوڑ دینا بھی اسی میں شامل ہے)۔

داڑھی اور مونچھوں کا بیان

○ **داڑھی اور مونچھوں کا مفہوم** ۔ دراصل داڑھی کے لئے عربی میں لِحْيَة (اس کی جمع لِحًى یا لُحًى ہے) اور مونچھوں کے لئے عربی میں شَوَارِب (یہ شارب کی جمع ہے) کا لفظ مستعمل ہے۔ قاموس میں ہے کہ ((اللِّحْيَةُ بِالْكَسْرِ : شَعْرُ الْخَدَّيْنِ وَ الذَّقَنِ)) ''داڑھی سے مراد رخساروں اور ٹھوڑی پر اُگنے والے بال ہیں۔''(٣) مصباح المنير میں ہے کہ ((اللِّحْيَةُ : الشَّعْرُ النَّازِلُ عَلَى الذَّقَنِ)) ''ٹھوڑی پر اُگنے والے بالوں کا نام داڑھی ہے۔''(٤) لسان العرب میں مذکور ہے کہ ''داڑھی رخساروں اور ٹھوڑی پر اُگنے والے بالوں کا نام ہے۔''(٥) اور فتح الباری میں ہے کہ ((وَهِيَ اسْمٌ لِمَا نَبَتَ عَلَى الْخَدَّيْنِ وَ الذَّقَنِ)) ''داڑھی اُن بالوں کا نام ہے جو رخساروں اور ٹھوڑی پر اُگتے ہیں۔''(٦) امام نووی رحمہ اللہ رخساروں پر اُگنے والے بالوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ ((الصَّحِيْحُ الَّذِيْ قَطَعَ بِهِ الْجَمْهُوْرُ اَنَّ لَهُ حُكْمَ اللِّحْيَةِ)) ''صحیح بات جسے جمہور نے قطعی طور پر اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ بال داڑھی کے حکم میں شامل ہیں۔''(٧)

اور مونچھوں کے بارے میں المعجم الوسيط میں ہے ((الشَّارِبُ ... مَا يَنْبُتُ عَلَى الشَّفَةِ الْعُلْيَا مِنَ الشَّعْرِ)) ''اوپر والے ہونٹ پر جو بال اُگ آتے ہیں انہیں مونچھیں کہا جاتا ہے۔''(٨)

---

(١) [**صحيح** : صحيح ابو داود ، ابو داود (٤١٩٣) كتاب الترجل : باب فى الصبى له ذؤابة]

(٢) [**صحيح** : صحيح ابو داود ، ابو داود (٤١٩٥) كتاب الترجل : باب فى الصبى له ذؤابة]

(٣) [القاموس المحيط (ص : ١٧١٤)]

(٤) [المصباح المنير فى غريب الشرح الكبير (٢٥٠/٨)]

(٥) [لسان العرب (ماده : لحا)]

(٦) [فتح البارى (٣٥٠/١٠)]

(٧) [المجموع شرح المهذب (٣٧٨/١)]

(٨) [المعجم الوسيط (ص : ٤٧٧) باب الشين]

معلوم ہوا کہ داڑھی سے مراد صرف وہ بال ہیں جو رخساروں اور ٹھوڑی پر اُگتے ہیں، اسی لئے اہل علم نے ناک پر، کان پر، گردن پر، ٹھوڑی کے نیچے یا آنکھوں کے نیچے اُگنے والے بالوں کو کاٹنے یا مونڈنے کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ حنابلہ نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ گلے کے نیچے اُگنے والے بال کاٹے جاسکتے ہیں ((لِاَنَّهُ لَيْسَ مِنَ اللِّحْيَةِ)) ''کیونکہ وہ بال داڑھی میں شامل نہیں۔''(۱) ایک سوال کے جواب میں شیخ ابن جبرین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ((الشَّعْرُ الَّذِيْ عَلَى الرَّقَبَةِ اَوْ تَحْتَ الْحَنَكِ لَيْسَ مِنَ اللِّحْيَةِ ، اللِّحْيَةُ مَا نَبَتَ عَلَى اللَّحْيَيْنِ)) ''گردن پر یا ٹھوڑی کے نیچے اُگنے والے بال داڑھی میں شامل نہیں (کیونکہ) داڑھی کے بال صرف وہی ہیں جو دونوں جبڑوں پر اُگتے ہیں۔''(۲) شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کے فتویٰ کے مطابق گردن کے نیچے اُگنے والے بال داڑھی میں شامل نہیں کیونکہ وہ جبڑوں پر نہیں اُگے، البتہ کلامِ اہل لغت کے مطابق رخساروں کے بال بھی داڑھی میں شامل ہیں۔(۳)

○ **اسلام میں داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کتروانے کا حکم ہے** اور اس کے بہت سے دلائل ہیں، چند ایک ملاحظہ فرمائیے۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین شکل وصورت پر پیدا فرمایا ہے اور اس کا اظہار خود اللہ تعالیٰ نے سورۃ التین میں یوں فرمایا کہ ''یقیناً ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا ہے۔'' آیت میں مذکور لفظ انسان میں مرد اور عورت دونوں ہی شامل ہیں، لہٰذا مرد اپنی شکل وصورت کے ساتھ اور عورت اپنی شکل وصورت کے ساتھ بہترین تخلیق ہیں۔ اب اگر مرد کے چہرے کو داڑھی کے ساتھ سجایا گیا ہے تو اس کی خوبصورتی اور حُسن اسی میں ہے جبکہ عورت کا حُسن اس میں ہے کہ اس کے چہرے پر بال نہ ہوں۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنی داڑھی مونڈ کر خوبصورت بننے کی کوشش کرتا ہے تو یقیناً نہ صرف یہ اُس کی غلط فہمی ہے بلکہ وہ دو طرح کے جرموں کا مرتکب بھی ہے۔ ایک یہ کہ وہ اللہ کی تخلیق کو بدلنے کی کوشش کرتا ہے جو صریحاً شیطان کی پیروی ہے اور دوسرے یہ عورتوں کی مشابہت ہے جس سے واضح طور پر شریعتِ اسلامیہ میں ممانعت موجود ہے۔ نیز اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ داڑھی مُنڈانے سے کفار کی بھی مشابہت لازم آتی ہے (جو کہ ممنوع ہے) جیسا کہ اکثر وبیشتر کفار ومشرکین کا ہی یہ شیوہ وشعار ہے کہ وہ داڑھی مُنڈاتے اور مونچھیں بڑھاتے ہیں (اور بعض تو داڑھی کے ساتھ مونچھیں بھی مونڈ لیتے ہیں)۔ اسی طرح داڑھی مُنڈانے والا اُن تمام نبوی فرامین کی بھی مخالفت کرتا ہے جن میں داڑھی کو بڑھانے، معاف کرنے اور لٹکانے وغیرہ جیسے احکام دیئے گئے ہیں۔ ان تمام دلائل کی کچھ تفصیل حسب ذیل ہے:

---

(۱) [الموسوعة الفقهية الكويتية (۲۲٦/۳۵) فتح الباري (۳۵۱/۱۰)]

(۲) [شرح اخصر المختصرات ۔ لابن جبرين : حكم الاخذ من اللحية وبيان حدودها]

(۳) فتاوى نور على الدرب ۔ لابن عثيمين : فتاوى الطهارة : السواك وسنن الفطرة]

❶ **داڑھی مُنڈانا اللہ کی تخلیق کو بدلنا ہے** اور اللہ کی تخلیق میں تبدیلی شیطان کی پیروی ہے کیونکہ اسی نے کہا تھا کہ

﴿وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾[النساء : ۱۱۹] ''میں انہیں گمراہ کروں گا، انہیں امیدیں دلاؤں گا، میں انہیں حکم دوں گا تو وہ جانوروں کے کان چیریں گے اور میں انہیں حکم دوں گا تو وہ اللہ کی تخلیق (بنائی ہوئی صورتوں) کو بدلیں گے۔''

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدل کر شیطان کی پیروی کریں گے اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے کہ

﴿وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ۝ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ اُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۡ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ۝﴾[النساء : ۱۱۹۔۱۲۱] ''اور جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست بنالے تو وہ یقیناً کھلے نقصان میں جا پڑا۔ شیطان لوگوں سے وعدے کرتا ہے اور انہیں امیدیں دلاتا ہے مگر شیطان کے سارے وعدے فریب کے سوا کچھ نہیں۔ ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ اس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہ پائیں گے۔''

❷ **داڑھی مُنڈانے میں عورتوں کی مشابہت ہے** اور عورتوں کی مشابہت ممنوع ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ ﴿لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ وَالْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتوں اور عورتوں سے مشابہت کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے۔''(۱)

❸ **داڑھی مُنڈانے میں کفار کی مشابہت ہے** اور یہ بھی اسلام میں ممنوع ہے۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا ، لَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ وَ لَا بِالنَّصَارٰى﴾ ''جس نے مسلمانوں کے علاوہ دوسروں کی مشابہت کی وہ ہم میں سے نہیں، (لہٰذا) نہ تم یہود کی مشابہت کرو اور نہ ہی نصاریٰ کی۔''(۲) اور ایک دوسرا فرمان یوں ہے کہ ﴿مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ﴾ ''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں شمار ہوگا۔''(۳)

❹ **داڑھی مُنڈانا اسلامی فطرت کی مخالفت ہے** ۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ ﴿عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ ؛ قَصُّ الشَّارِبِ وَ إِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ ...﴾ ''دس کام اُمورِ فطرت میں سے ہیں؛ مونچھیں کاٹنا اور داڑھی

---

(۱) [بخاری (۵۸۸۵) کتاب اللباس : باب المتشبهين بالنساء و المتشبهات بالرجال]

(۲) [**صحیح** : الصحیحة (۲۱۹٤) ترمذی (۲٦۹۵) كتاب الاستئذان و الآداب]

(۳) [**صحیح** : صحیح الجامع الصغیر (٦۱٤۹) ابو داود (٤۰۳۱) كتاب اللباس : باب فی لبس الشهرة]

کو چھوڑ دینا۔"[1]

" عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ " کی تشریح میں امام ابن اثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ ((اَرَادَ مِنَ السُّنَّةِ يَعْنِيْ سُنَنَ الْاَنْبِيَاءِ الَّتِيْ اُمِرْنَا اَنْ نَقْتَدِيَ بِهِمْ)) "مراد یہ ہے کہ یہ کام سنت ہیں یعنی انبیاء کی سنت ہیں جن کی اقتداء کا ہمیں بھی حکم ہے۔"[2] فطرت کی تشریح میں امام بیضاوی رحمہ اللہ نے بھی یہی نقل فرمایا ہے کہ ((هِيَ السُّنَّةُ الْقَدِيْمَةُ الَّتِيْ اخْتَارَهَا الْاَنْبِيَاءُ وَ اتَّفَقَتْ عَلَيْهَا الشَّرَائِعُ وَ كَاَنَّهَا اَمْرٌ جِبِلِّيٌّ فُطِرُوْا عَلَيْهِ)) "اس سے مراد ایسی قدیم سنت ہے جسے تمام انبیاء نے اختیار فرمایا اور تمام شریعتیں جس پر متفق تھیں گویا یہ ایسا فطری کام ہے جس پر وہ تمام لوگ پیدا کئے گئے تھے۔"[3] اور ایک قول یہ ہے کہ فطرت سے مراد دین ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مہذب میں فرمایا ہے کہ امام ماوردی اور شیخ ابو اسحٰق رحمہما اللہ نے بالجزم کہا ہے کہ اس حدیث میں فطرت سے مراد دین ہے... (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ مزید نقل فرماتے ہیں کہ) "اس حدیث میں فطرت سے مراد یہ ہے کہ جب یہ تمام کام انجام دیئے جائیں گے تو ان کے کرنے والے کو اُس فطرت کے ساتھ متصف کیا جائے گا جس پر اللہ تعالیٰ نے بندوں کو پیدا کیا ہے، جس پر انہیں رغبت دلائی ہے اور جسے اُن کے لئے پسند فرمایا ہے تاکہ اس کے بندے صفات میں اکمل اور صورتوں میں اشرف بن جائیں۔"[4]

خلاصہ یہ ہے کہ اہل علم کے نزدیک فطرت کے دو مفہوم ہیں ایک اس سے مراد دین ہے اور دوسرا وہ سنت اور طریقہ جسے تمام انبیاء نے اختیار فرمایا ہے۔ بالفاظِ دیگر مونچھیں کاٹنا اور داڑھی رکھنا تمام انبیاء کی سنت ہے اور ایسا دین ہے جس کا حکم نہ صرف اُمتِ محمدیہ کے لیے ہے بلکہ سابقہ تمام امتوں کے لئے بھی تھا۔ لہٰذا داڑھی مُنڈانا ایک دینی خلاف ورزی ہونے کے ساتھ ساتھ تمام انبیاء کی سنت کی بھی مخالفت ہے۔ سابقہ انبیاء کی داڑھی کا ثبوت قرآن کریم میں ہی موجود ہے جیسا کہ ایک مقام پر ہے کہ (جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور سے واپس لوٹے اور قوم کو بچھڑے کی پوجا کرتے ہوئے پایا تو اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کی داڑھی پکڑ لی، اس پر انہوں نے عرض کی) ﴿ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِيْ ﴾[طه : ٩٣] "میری داڑھی مت پکڑ یئے۔" اس آیت کی تفسیر میں شیخ شنقیطی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ اس میں داڑھی رکھنے اور اسے نہ منڈوانے کا ثبوت موجود ہے... اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ ہارون علیہ السلام کی داڑھی کے بال بہت بڑھے ہوئے تھے اسی لئے انہوں نے اپنے بھائی سے کہا "میری داڑھی مت پکڑ یئے" اور اگر

---

(١) [مسلم (٢٦١) كتاب الطهارة : باب خصال الفطرة]

(٢) [النهاية في غريب الحديث ـ لابن الأثير (٨٨٢/٣)]

(٣) [نيل الاوطار ـ للشوكاني (١٤١/١)]

(٤) [فتح الباري ـ لابن حجر (٣٣٩/١٠)]

ان کی داڑھی مُنڈی ہوئی ہوتی تو ان کے بھائی اسے پکڑنے کی کوشش کبھی نہ کرتے۔(۱)

❺ داڑھی مُنڈانا نبی کریم ﷺ کے درج ذیل فرامین کی مخالفت ہے :

① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَ اَرْخُوا اللِّحَی ، خَالِفُوْا الْمَجُوْسَ ﴾ ''مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں لٹکاؤ، مجوس کی مخالفت کرو۔''(۲)

② حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ اَنْهِکُوا الشَّوَارِبَ وَ اَعْفُوا اللِّحَی ﴾ ''مونچھیں کتراؤ اور داڑھیوں کو معاف کردو (یا چھوڑ دو)۔''(۳)

③ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا﴿ خَالِفُوْا الْمُشْرِکِیْنَ وَ وَفِّرُوْا اللِّحَی وَ اَحْفُوا الشَّوَارِبَ ﴾ ''مشرکین کی مخالفت کرو؛ داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کتراؤ۔''(٤)

④ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہی کی ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿ اَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَ اَوْفُوا اللِّحَی ﴾ ''مونچھیں کتراؤ اور داڑھیاں پوری کرو۔''(٥)

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ (داڑھی رکھنے کے حکم کے حوالے سے) روایات میں پانچ طرح کے الفاظ ملتے ہیں اَعْفُوْا ، اَوْفِرُوْا ، اَرْخُوْا ، اَرْجُوْا اور وَفِّرُوْا ۔ان پانچوں کا معنی یہی ہے کہ داڑھی کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔(٦)

❻ داڑھی مُنڈانا نبی ﷺ کے فعل کی مخالفت ہے ۔ کیونکہ آپ ﷺ کی داڑھی تھی، یہ صحیح احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ چند ایک کا بیان حسب ذیل ہے اور ایک صحیح حدیث میں آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی موجود ہے کہ ﴿فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ﴾ ''جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔''(۷)

① حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿ کَانَ کَثِیْرَ شَعْرِ اللِّحْیَةِ ﴾ ''آپ ﷺ کی داڑھی کے بال بہت زیادہ تھے۔''(۸)

---

(۱) [اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن (۹۲/٤)]

(۲) [مسلم (۲٦۰) کتاب الطهارة : باب خصال الفطرة]

(۳) [بخاری (۵۸۹۳) کتاب اللباس : باب اعفاء اللحی ، مسلم (۲۵۹)]

(٤) [بخاری (۵۸۹۲) کتاب اللباس : باب تقلیم الاظفار]

(٥) [مسلم (۲۵۹) کتاب الطهارة : باب خصال الفطرة]

(٦) [شرح مسلم للنووی (۱۵۱/۳)]

(۷) [بخاری (۵۰٦۳) کتاب النکاح : باب الترغیب فی النکاح ، مسلم (۱٤۰۱)]

(۸) [مسلم (۲۳٤٤) کتاب الفضائل : باب شیبه ﷺ]

② حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق فرماتے ہیں کہ ﴿ كَانَ ...عَظِيْمُ اللِّحْيَةِ ﴾ ''آپ ﷺ کی داڑھی بہت بڑی تھی۔'' (۱)

③ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿ كَانَ ...كَثَّ اللِّحْيَةِ ﴾ ''آپ ﷺ کی داڑھی بہت گھنی تھی۔'' (۲)

④ ایک طویل روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے بارش کے لئے دعا کی تو بارش برسنے لگی، صحابی کا بیان ہے کہ ﴿حَتّٰى رَاَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ﴾ ''حتی کہ میں نے دیکھا کہ بارش کا پانی آپ ﷺ کی داڑھی سے ٹپک رہا تھا۔'' (۳)

⑤ ایک دوسری روایت میں ہے کہ نماز میں قراءت کرتے ہوئے نبی ﷺ کی داڑھی ہلتی تھی۔ (٤) جو اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کی داڑھی لمبی تھی اسی وجہ سے ہلتی تھی۔

❼ داڑھی مُنڈانا عملِ صحابہ کی مخالفت ھے۔ حالانکہ نبی ﷺ نے یہ حکم دیا ہے کہ ﴿ فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ ﴾ ''میری اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔'' (٥) صحابہ کرام کی داڑھیاں تھیں، اس کے چند دلائل حسب ذیل ہیں:

① ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مہندی اور کتم (بوٹی) کے ساتھ اپنی داڑھی رنگا کرتے تھے۔ (٦)

② ایک روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی ہے کہ وہ مہندی کے ساتھ اپنی داڑھی رنگتے تھے۔ (٧)

③ یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی داڑھی بہت بڑی تھی۔ (٨) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہ نقل فرمایا ہے کہ ((كَانَ ... عَظِيْمَ اللِّحْيَةِ)) ''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی داڑھی بڑی تھی۔'' (٩)

④ امام سیوطی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ ((كَانَ عَظِيْمَ اللِّحْيَةِ جِدًّا)) ''حضرت علی رضی اللہ عنہ کی داڑھی بہت ہی

---

(۱) [حسن: صحیح الجامع الصغیر (٤٨٢٠) مصنف ابن ابی شیبة (٥١٤/١١) مسند احمد (١١٦/١) شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو حسن لغیرہ کہا ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (٩٤٤)]

(۲) [ابن عساکر فی التاریخ ـ البیهقی فی الدلائل مختصرا (ص: ١٦٤)]

(۳) [بخاری (٩٣٣)، (١٠٣٣) کتاب الجمعة: باب الاستسقاء فی الخطبة یوم الجمعة]

(٤) [بخاری (٧٤٦) کتاب الاذان: باب رفع البصر الی الامام فی الصلاة]

(٥) [صحیح: صحیح ابن ماجه، ابن ماجه (٤٢) ترمذی (٢٦٧٦) السلسلة الصحیحة (٢٧٣٥)]

(٦) [مسلم: کتاب الفضائل: باب شیبه ﷺ، مسند ابو یعلی (٢٨٢٩) طبرانی اوسط (٨١٣٥)]

(٧) [مسلم: کتاب الفضائل: باب شیبه ﷺ، مسند بزار (٣١٦/٢) بیهقی فی الکبری (٣٠٩/٧)]

(٨) [تاریخ ابن عساکر]

(٩) [الاصابة فی تمییز الصحابة ـ لابن حجر (٤٥٥/٢)]

بڑی تھی۔"(۱) اور امام شعبی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ "میں نے علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا، آپ کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے اور داڑھی (اس قدر بڑی تھی کہ اس) نے آپ کے دونوں کندھوں کے مابین جگہ کو بھر رکھا تھا۔"(۲)

❽ **داڑھی مُنڈانے کے متعلق ائمہ اربعہ کی رائے۔** یعنی امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کی رائے یہ ہے کہ یہ عمل حرام ہے جیسا کہ علامہ عبد الرحمٰن الجزیری رحمہ اللہ نے اپنی معروف کتاب "الفقه علی المذاهب الاربعة" میں چاروں مذاہب کی یہی رائے نقل فرمائی ہے کہ ((يَحْرُمُ حَلْقُ اللِّحْيَةِ)) "داڑھی مُنڈانا حرام ہے۔"(۳) موسوعة فقهيه كويتيه میں ہے کہ "جمہور فقہائے حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ اور ایک قول کے مطابق شافعیہ کے نزدیک داڑھی منڈانا حرام ہے کیونکہ یہ عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داڑھی بڑھانے سے متعلقہ احکام کی خلاف ورزی ہے۔"(٤)

❾ **داڑھی مُنڈانے کے متعلق اہل علم کے اقوال۔**

(ابن حزم رحمہ اللہ) نقل فرماتے ہیں کہ ((اتَّفَقُوْا اَنَّ حَلْقَ اللِّحْيَةِ مُثْلَةٌ لَا تَجُوْزُ)) "اہل علم کا اتفاق ہے کہ داڑھی منڈوانا مثلہ ہے جو جائز نہیں۔"(٥)

(شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ ((يَحْرُمُ حَلْقُ اللِّحْيَةِ)) "داڑھی مُنڈوانا حرام ہے۔"(٦)

(امام ابن قیم رحمہ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی بڑھانے کا حکم دیا ہے (اس لئے داڑھی مُنڈانا جائز نہیں)۔(۷)

(علامہ ابن مفلح رحمہ اللہ) داڑھی مُنڈانا حرام ہے۔(۸)

(شمس الدین حطاب الرعینی رحمہ اللہ) داڑھی مُنڈانا جائز نہیں۔(۹)

(ابن عابدین حنفی رحمہ اللہ) مٹھی سے کم داڑھی کاٹنا (یا مُنڈانا) جیسا کہ آج کل بعض مغرب زدہ اور عورتوں کی مشابہت کرنے والے مرد کرتے ہیں، کسی نے بھی اسے پسند نہیں کیا۔(۱۰)

---

(۱) [تاريخ الخلفاء (ص: ۱۹۸)]
(۲) [مصنف ابن ابی شيبة (۲٥٦/۸) بسند صحيح]
(۳) [الفقه على المذاهب الاربعة (٤٥/۲)]
(٤) [الموسوعة الفقهية الكويتية (۲۲٥/۳٥)]
(٥) [مراتب الاجماع (ص: ۱٥۷)]
(٦) [الاختيارات الفقهية ـ از ابن تيمية (ص: ۳۸۸)]
(۷) [مدارج السالكين (٤٦/۳)]
(۸) [الفروع لابن مفلح (۱۲۹/۱)]
(۹) [مواهب الجليل لشرح مختصر الخليل (۳۱۳/۱)] (۱۰) [رد المحتار (۲٦۱/٥)]

(قاضی عیاض رحمہ اللہ) داڑھی مُنڈانا، اسے کاٹنا یا اسے جلانا (سب) مکروہ (تحریمی) ہے۔[1]

(علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ) داڑھی مُنڈانا، اُکھیڑنا (نوچنا) یا اسے بہت زیادہ کاٹنا، جائز نہیں۔[2]

(علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ) سب سے زیادہ درست قول اُس شخص کا ہے جس نے داڑھی بڑھانے سے متعلقہ احادیث کے ظاہر کے مطابق حکم لگایا ہے اور داڑھی کے طول وعرض سے کچھ بھی کاٹنے کو ناپسند کیا ہے۔ (واللہ اعلم)[3]

(شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ) داڑھی کاٹ دینا مجوسیوں کا طریقہ ہے اور یہ اللہ کی تخلیق کو بدلنا بھی ہے۔[4]

(شیخ ابن باز رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ ((حَلْقُ اللِّحْيَةِ لَا يَجُوْزُ)) ''داڑھی مُنڈانا جائز نہیں۔''[5]

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) لوگ داڑھی منڈانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے حالانکہ یہ حرام ہے۔[6] ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ یہ قابل تعزیر جرم ہے کیونکہ اس نے ایک واجب کو ترک کیا ہے۔[7]

(شیخ ابن جبرین رحمہ اللہ) جس نے داڑھی مُنڈوائی اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کی۔[8]

(شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ رحمہ اللہ) داڑھی مُنڈانا حرام ہے۔[9]

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) داڑھی مُنڈانا حرام ہے اور ایسا کرنے والا فاسق ہے کیونکہ اس نے اُن تمام احادیث کی مخالفت کی ہے جن میں داڑھی بڑھانے کا حکم موجود ہے۔[10]

(شیخ صالح بن عبدالعزیز آل شیخ) داڑھی مُنڈانا بالاجماع حرام ہے۔[11]

(شیخ عبد المحسن العباد) جس نے داڑھی مُنڈوائی اس نے حرام کا ارتکاب کیا۔[12]

---

(۱) [كما في شرح مسلم للنووي (۱۵۱/۳)]
(۲) [فيض القدير شرح الجامع الصغير (۲۵۷/۱)]
(۳) [تحفة الأحوذي (۳۹/۸)]
(٤) [حجة الله البالغة (ص: ۳۸٦) خصال الفطرة وما يتصل بها]
(٥) [مجموع فتاوى ابن باز (۳٦۸/۳)]
(٦) [الشرح الممتع على زاد المستقنع (۱۹٤/۸)]
(۷) [أيضا (۳۱۷/۱٤)]
(۸) [فتاوى اسلامية (۲۲۸/۱)]
(۹) [فتاوى ورسائل محمد بن ابراهيم آل الشيخ (۳٦/۲)]
(۱۰) [فتاوى اسلامية (۲۱٤/۱)]
(۱۱) [شرح العقيدة الطحاوية (ص: ۳۸٤)]
(۱۲) [شرح سنن ابي داود (۳٦۱/۱)]

(شیخ تویجری) انسان پر داڑھی مُنڈانا حرام ہے۔(۱)

(شیخ ابوالاشبال) داڑھی مُنڈانا کبیرہ گناہ ہے۔ یا تو یہ بذاتِ خود کبیرہ گناہ ہے جیسا کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے، یا پھر یہ صغیرہ گناہ ہے لیکن تکرار کی وجہ سے یہ کبیرہ بن جاتا ہے کیونکہ داڑھی مونڈنے والا اس گناہ کا ارتکاب روزانہ کرتا ہے (اس لئے اگر یہ گناہ صغیرہ بھی ہو تو مسلسل کرنے کی وجہ سے یہ کبیرہ بن جاتا ہے)۔(۲)

○ **داڑھی کترو انا اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کا فعل** ۔ درج بالا تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ داڑھی مُنڈانا بالکل جائز نہیں بلکہ حرام ہے اور تکرار کی وجہ سے یہ کبیرہ گناہ بن جاتا ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ تاہم اختلاف اس بات میں ہے کہ کیا داڑھی کو کسی حد تک کٹوایا جا سکتا ہے یا اس کی مقدار میں کانٹ چھانٹ کر کے کچھ کمی کی جا سکتی ہے یا نہیں۔ تو اس حوالے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا فعل اہل علم کے ہاں نہ صرف معروف بلکہ مرکزِ بحث بھی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ

﴿ وَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا حَجَّ اَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلَى لِحْيَتِهِ فَمَا فَضَلَ اَخَذَهُ ﴾ ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی (ہاتھ سے) پکڑ لیتے اور (مٹھی سے) جو بال زیادہ ہوتے انہیں کتروا دیتے۔''(۳)

اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے بعض اہل علم نے مٹھی سے زائد داڑھی کٹوانے کی اجازت دی ہے، جبکہ کچھ دوسرے اہل علم اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان دونوں آراء کے دلائل کی کچھ تفصیل حسب ذیل ہے:

❶ جو اہل علم بالکل داڑھی کٹوانے کی اجازت نہیں دیتے، ان کا کہنا ہے کہ

1- اگر یہ عمل جائز ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی ضرور وضاحت فرما دیتے (کیونکہ آپ نے داڑھی سے کہیں زیادہ معمولی احکام کی وضاحت فرمائی ہے جیسا کہ بیت الخلاء جاتے وقت دعا پڑھنا، کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنا یا چٹوانا، کھڑے ہو کر پانی نہ پینا، چھوٹے کا بڑے کو اور راہگیر کا بیٹھے ہوئے کو سلام کہنا، مسجد میں تھوکنے کا کفارہ، مسجد میں گمشدہ چیز کے اعلان کی ممانعت وغیرہ وغیرہ)۔

2- یہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ایک ذاتی فعل ہے جو صریح اقوالِ نبوی کے مقابلے میں حجت نہیں۔

3- پھر ان کا یہ عمل خاص حج سے متعلق ہے، عام نہیں۔

---

(۱) [موسوعۃ الفقہ الاسلامی (۲/۲۲۴)]

(۲) [شرح صحیح مسلم (از ابوالاشبال حسن الزھیری) : کتاب الحج : باب ما یباح للمحرم ... - مسئلۃ : حکم حلق اللحیۃ]

(۳) [بخاری (۵۸۹۲) کتاب اللباس : باب تقلیم الاظفار]

4- محدثین کے ہاں یہ اصول مسلم ہے کہ اگر کسی راوی کا عمل اپنی بیان کردہ روایت کے خلاف ہو تو اس کی روایت حجت ہو گی عمل نہیں (اس لئے ابن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل نہیں بلکہ داڑھی بڑھانے کے احکام پر مشتمل ان کی بیان کردہ روایات ہی قابل حجت ہوں گی)۔

5- نیز جس روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم طول وعرض سے اپنی داڑھی کاٹتے تھے، وہ بھی ضعیف ومن گھڑت ہے۔

(امام نووی رحمہ اللہ) نقل فرماتے ہیں کہ "مختار (پسندیدہ) رائے یہ ہے کہ داڑھی کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور اس سے کچھ بھی نہ کاٹا جائے۔"(۱)

(علامہ عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ) بعض لوگ ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کے آثار سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مٹھی سے زائد داڑھی کاٹ دینی چاہیے۔ یہ استدلال کمزور ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی صحیح احادیث اس کی نفی کرتی ہیں، ان میں مطلقاً داڑھیاں چھوڑنے کا حکم ہے۔ لہٰذا صریح اور مرفوع روایات کے مقابلے میں ان آثار واقوال سے دلیل پکڑنا درست نہیں، اس لئے سلامتی اسی میں ہے کہ احادیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے داڑھی کو بالکل چھوڑ دیا جائے اور اس کے طول وعرض سے کچھ بھی نہ کاٹا جائے۔(۲)

(شیخ ابن باز رحمہ اللہ) درست رائے یہ ہے کہ داڑھی بڑھانا اور اسے چھوڑ دینا واجب ہے اور اس سے کچھ بھی کاٹنا حرام ہے خواہ مٹھی سے زائد کاٹی جائے اور خواہ حج وعمرہ میں کاٹی جائے یا اس کے علاوہ۔(۳)

❷ درج بالا رائے کے برعکس دوسری رائے یہ ہے کہ مٹھی سے زیادہ داڑھی کاٹنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ

1- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کے عمل سے نہ صرف داڑھی کے احکام کی شدت میں کمی آجاتی ہے بلکہ یہ داڑھی کٹوانے کے جواز کے لئے بھی کافی ہے۔

2- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر کسی بھی صحابی کا انکار ثابت نہیں، اگر ان کا یہ عمل شریعت کے خلاف ہوتا تو کوئی نہ کوئی صحابی انہیں ضرور منع کرتا یا کم از کم ان کے اس عمل کو کراہت کی نظر سے ضرور دیکھتا، لیکن ایسا کچھ بھی ثابت نہیں۔

3- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جس طرح سنت کی اتباع کرتے تھے (کہ سنت کی معمولی سی خلاف ورزی بھی برداشت نہیں کرتے تھے حتی کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عادت کے طور پر کوئی کام کیا ہوتا تو اس میں بھی آپ کی موافقت کی ہی کوشش کرتے جیسا کہ اس کی واضح مثال ان کا حج کا عمل ہے۔ صحیح بخاری کی وہ روایت جس میں حج کے

---

(۱) [شرح مسلم للنووی (۱۵۱/۳)]

(۲) [تحفة الاحوذی (۱۱/٤)]

(۳) [التعلیق علی کتاب "وجوب اعفاء اللحیة" (ص: ۲۸)]

لئے جاتے ہوئے آپ ﷺ کا مختلف مقامات پر نماز پڑھنا مذکور ہے، نبی کریم ﷺ نے جہاں جہاں بھی قیام فرمایا تھا، ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی دورانِ حج وہاں وہاں قیام فرماتے۔ یہی باعث ہے کہ وہ دیگر تمام صحابہ میں اتباعِ سنت کے حوالے سے خصوصی طور پر مشہور تھے) تو یہ ممکن ہی نہیں کہ داڑھی بڑھانے کے احکام سے واقف ہونے کے باوجود ایک ناجائز کام کا ارتکاب کرتے، یقیناً انہوں نے اس عمل کے لئے نبی کریم ﷺ سے ہی سند لی ہوگی۔

4- یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ انہیں داڑھی بڑھانے کے حکم کا علم نہیں تھا کیونکہ وہ خود ایسی متعدد روایات کے راوی ہیں جن میں داڑھی کو معاف کرنے اور بڑھانے کا حکم موجود ہے۔

5- پھر یہ کہنا بھی مناسب نہیں کہ انہوں نے قرآنی الفاظ ﴿ مُحَلِّقِيْنَ رُءُ وْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ﴾ کو حج کے موقع پر داڑھی کٹانے پر چسپاں کر لیا ہوگا جبکہ احادیث میں بھی وضاحت موجود ہے کہ حلق وتقصیر کا تعلق صرف سر کے بالوں کے ساتھ ہے۔

6- قابل غور بات یہ ہے کہ ایک کام اگر ناجائز ہو تو حج وعمرہ کے موقع پر وہ کام جائز کیسے ہو سکتا ہے؟ یعنی اگر ابن عمر رضی اللہ عنہ حج وعمرہ کے علاوہ داڑھی کٹوانے کو ناجائز سمجھتے تھے تو ان مواقع پر اسے جائز کیسے سمجھ سکتے تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ حج وعمرہ کے علاوہ بھی مٹھی سے زائد داڑھی کٹوانے کے قائل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک روایت میں حج کے علاوہ مطلقاً اُن کے داڑھی کٹوانے کا بھی ذکر موجود ہے اور ایک دوسری روایت سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ یہ دونوں روایتیں حسب ذیل ہیں:

① مروان بن سالم مقفع بیان کرتے ہیں کہ ﴿ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقْبِضُ عَلَى لِحْيَتِهِ فَيَقْطَعُ مَا زَادَتْ عَلَى الْكَفِّ ﴾ ''میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ داڑھی کو اپنی مٹھی میں لیتے اور اس سے جو بڑھی ہوئی ہوتی اسے کاٹ دیتے۔''[۱]

② نافع رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ﴿ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا أَفْطَرَ مِنْ رَمَضَانَ وَهُوَ يُرِيدُ الْحَجَّ لَمْ يَأْخُذْ مِنْ رَأْسِهِ وَلَا مِنْ لِحْيَتِهِ شَيْئًا حَتَّى يَحُجَّ ﴾ ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب رمضان کے روزوں سے فارغ ہوتے اور حج کا ارادہ ہوتا تو سر اور داڑھی کے بال نہ کاٹتے یہاں تک کہ حج کر لیتے۔''[۲] اس

(۱) [حسن: صحیح ابو داود، ابو داود (۲۳۵۷) کتاب الصیام: باب القول عند الافطار، مستدرک حاکم (۱۵۳۶) دارقطنی (۱۸۵/۲) شرح السنة للبغوی (۴۳۰/۱) امام حاکمؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ امام دارقطنیؒ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ جبکہ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے بھی اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ [التعلیق علی سنن ابی داود (۲۳۵۷)]

(۲) [صحیح: مؤطا (۸۸۱) کتاب الحج: باب التقصیر، بیهقی (۳۳/۵) شیخ سلیم ہلالی نے اس کی سند کو شیخین==

سے بھی یہی معلوم ہوا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سارا سال داڑھی کے بال کاٹتے تھے، صرف اس وقت کاٹنے سے رُک جاتے جب رمضان گزر جاتا اور حج کا ارادہ ہوتا، اس صورت میں حج تک نہ کاٹتے۔

7- پھر ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ہی نہیں بلکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مٹھی سے زائد داڑھی کا کاٹنا ثابت ہے۔ چنانچہ شیخ البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ ((وَ اعْلَمْ اَنَّ الْاَخْذَ مِنَ اللِّحْيَةِ مَا زَادَ عَلَى الْقَبْضَةِ ثَابِتٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ)) ''جان لیجئے کہ مٹھی سے زائد داڑھی کے بال کاٹنا ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے۔''(۱)

8- ان دونوں بزرگ صحابہ کے علاوہ چند دیگر سلف (تابعین وتبع تابعین وغیرہ) سے بھی داڑھی کاٹنا ثابت ہے:

① محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ حج میں داڑھی سے کچھ کاٹنے کے قائل تھے۔(۲)

② ابن جریج رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل تھے۔(۳)

③ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ رخساروں کے بال کاٹتے تھے۔(۴)

④ قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ بھی جب سر منڈاتے تو اپنی مونچھوں اور داڑھی کے بال کاٹتے تھے۔(۵)

⑤ طاؤس رحمہ اللہ بھی داڑھی میں سے کاٹنے کے قائل تھے۔(۶)

⑥ سورۂ حج میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ ﴾[الحج : ۲۹] ''پھر وہ (حاجی) اپنا میل کچیل دور کریں۔'' اس کی تشریح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (میل کچیل دور کرنے سے مراد ہے) مونچھوں، ناخنوں اور داڑھی میں سے کاٹنا۔''(۷)

⇦ واضح رہے کہ ان تمام آثار پر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی تحقیق لگائی گئی ہے(۸)، نیز تقریباً یہ تمام آثار شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی نقل فرمائے ہیں اور انہیں صحیح کہا ہے۔(۹)

== شرط پر صحیح کہا ہے۔[مؤطا۔ سہ رنگہ (مطبوعہ نعمانی کتاب خانہ، لاهور)]

(۱) [السلسلة الضعيفة (تحت الحديث / ۲۸۸)]

(۲) [حسن : تفسير ابن جرير الطبری (۱۰۹/۱۷)]

(۳) [صحيح : تفسير ابن جرير الطبری (۱۱۰/۱۷)]

(۴) [صحيح : مصنف ابن ابی شيبة (۳۷۵/۸)، (۲۵۴۷۳)]

(۵) [صحيح : مصنف ابن ابی شيبة (۲۵۴۷۶)]

(۶) [صحيح : الترجل للخلال : ۹۶]

(۷) [صحيح : الضعيفة (۳۷۷/۵) مصنف ابن ابی شيبة (۸۵/۴)، (۱۵۶۶۸) تفسير ابن جرير (۱۰۹/۱۷)]

(۸) [ماهنامه الحديث (حضرو) : اگست ۲۰۰۶ء]

(۹) [السلسلة الضعيفة (تحت الحديث / ۲۳۵۵)]

(حافظ ابن حجر رحمہ اللہ) انہوں نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل والی روایات اور داڑھی بڑھانے سے متعلقہ مرفوعاً روایات (اوفوا ، ارخوا وغیرہ) کو یوں جمع کیا ہے کہ ممانعت اس چیز سے ہے کہ جڑ سے ہی داڑھی کو صاف کر لیا جائے یا اس کے قریب قریب داڑھی کاٹ لی جائے، برعکس اس کے جیسے ان دونوں صحابہ نے داڑھی کاٹی تھی (یعنی مٹھی سے زائد کاٹنا ممنوع نہیں)۔(۱)

ایک دوسرے مقام پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے فعل کی توجیہ میں فرماتے ہیں کہ معلوم یہ ہوتا ہے کہ انہوں نے داڑھی بڑھانے کا حکم اس صورت پر محمول کیا ہے کہ جب داڑھی طول وعرض میں اس انداز سے زیادہ ہو جائے کہ جس سے بھدّا پن پیدا ہو (یعنی اس قدر بڑھ جائے کہ مذاق بن جائے تو پھر کاٹنے کا جواز ہے)۔(۲)

مالکیہ کی بھی یہی رائے ۔(۳) علاوہ ازیں عصر حاضر کے معروف مفسر قرآن حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی درج بالا ثانی الذکر توجیہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ" حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی یہ توجیہ نہایت معقول ہے کیونکہ طولِ فاحش کی صورت میں علماء نے تقصیر کی اجازت دی ہے تا کہ اسلام کا یہ شعار استہزاء کا موضوع نہ بنے۔(۴)

(قاضی عیاض رحمہ اللہ) طول وعرض سے کچھ داڑھی کاٹ لینا درست ہے۔(۵)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ داڑھی کتروانے کے حوالے سے تقریباً چار طرح کی آراء ہیں:

① مٹھی سے زائد داڑھی کاٹنے میں کوئی حرج نہیں (جیسا کہ اس کی کچھ تفصیل اوپر گزری ہے)۔

② داڑھی کے وہ بال جو طول وعرض میں بہت بڑھ جانے کی وجہ سے بھدّے پن اور مذاق کا ذریعہ بنیں انہیں کاٹا جا سکتا ہے (یہ مالکیہ کی رائے ہے)۔

③ داڑھی صرف حج یا عمرہ کے موقع پر کاٹی جا سکتی ہے (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے مطابق یہ قول امام شافعی رحمہ اللہ سے منصوص ہے اور امام طبری رحمہ اللہ نے ایک قوم کی یہی رائے نقل کی ہے(۶))۔

④ داڑھی کو اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے جیسے اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا ہے، اس سے کچھ بھی نہیں کاٹنا چاہیے (یہ شافعیہ کا مختار قول، اکثر حنابلہ اور جمہور کی رائے ہے)۔

---

(۱) [الدراية في تخريج احاديث الهداية (۱/۲۸۱)]

(۲) [فتح الباري (۱۰/۴۳۰)]

(۳) [دیکھیے : الاستذكار شرح مؤطا (۲۷/۶۴) التمهيد (۲۴/۱۴۲)]

(۴) [لباس اور پردہ (ص: ۸۰) مطبوعہ دارالسلام]

(۵) [كما في شرح مسلم للنووي (۳/۱۵۱)]

(۶) [فتح الباري (۱۰/۳۵)]

⇦ مذکورہ بالا تمام تر تفصیلی دلائل، مختلف آراء اور سلف صالحین کے فہم کو پیش نظر رکھتے ہوئے اہل علم نے اس رائے کو ترجیح دی ہے کہ افضل و بہتر یہی ہے کہ داڑھی مکمل رکھی جائے، اس میں سے کچھ بھی نہ کاٹا جائے، یہی مسنون اور مؤکد ہے۔ لیکن اگر کوئی مٹھی سے زیادہ کاٹ لے یا بہت بھدی لگنے کی وجہ سے کچھ تراش لے تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا، اس لئے ایسے شخص کو لعن طعن کرنا یا حرام اور کبیرہ گناہ کا مرتکب ٹھہرانا کسی طور پر درست نہیں، البتہ اسے داڑھی پوری رکھنے کی نصیحت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (واللہ اعلم)

✧ شیخ البانی رحمہ اللہ داڑھی کتروانے سے متعلقہ چند آثار و روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ''ان صحیح آثار میں یہ ثبوت موجود ہے کہ داڑھی کتروانا سلف کے ہاں ایک معروف کام تھا برخلاف ہمارے بعض اہل حدیث بھائیوں کے جو داڑھی کاٹنے کے معاملے میں بہت زیادہ تشدد کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے عمومی فرمان "اعفوا اللحی" کو تھامے ہوئے ہیں، حالانکہ وہ بے خبر ہیں کہ اس عموم سے جو یہ لوگ مراد لے رہے ہیں درحقیقت وہ مراد نہیں کیونکہ سلف کا عمل اس پر نہیں ہے اور انہی سلف میں وہ لوگ بھی موجود ہیں جو اس عمومی احادیث کے راوی ہیں (جیسا کہ ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما وغیرہ)... اور اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ حدیث کا راوی اُن لوگوں سے زیادہ حدیث کی مراد کو جاننے والا ہوتا ہے جنہوں نے نبی ﷺ سے حدیث نہیں سنی اور وہ اس کی اتباع میں بھی اُن سے زیادہ حریص ہوتا ہے۔''(۱)

✧ حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''اگر کوئی شخص مٹھی سے زائد داڑھی کٹا لے تو اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے، ہاں افضل یہی ہے کہ مٹھی سے زائد (بھی) نہ کٹائی جائے۔''(۲)

✧ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ داڑھی کتروانے سے متعلقہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے آثار نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ''ان آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مشت سے زیادہ داڑھی کاٹنا اور رخساروں کے بال لینا جائز ہے تاہم بہتر یہ ہے کہ داڑھی کو بالکل قینچی نہ لگائی جائے۔ (واللہ اعلم) مسئلہ یہ نہیں ہے کہ صحابی کا عمل دلیل ہے یا نہیں؟ بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث کا کون سا فہم معتبر ہے۔ وہ فہم جو چودھویں پندرھویں صدی ہجری کا ایک عالم پیش کر رہا ہے یا وہ فہم جو صحابہ، تابعین و تبع تابعین اور محدثین کرام سے ثابت ہے؟ ہم تو وہی فہم مانتے ہیں جو صحابہ، تابعین، تبع تابعین و محدثین اور قابلِ اعتماد علمائے امت سے ثابت ہے۔ ہمارے علم کے مطابق کسی ایک صحابی، تابعی، تبع تابعی، محدث یا معتبر عالم نے ایک مٹھی سے زیادہ داڑھی کو کاٹنا حرام یا ناجائز نہیں قرار دیا۔ حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ ہم تو ایک ہی بات جانتے ہیں وہ یہ کہ سلف کا خلاف جائز نہیں کیونکہ وہ

(۱) [السلسلة الضعيفة (تحت الحديث : ۲۳۵۵)، (۳۷۸/۵)]
(۲) [فتاوی اهل حديث (۵۷۸/۲)]

لغت اور اصطلاحات سے غافل نہ تھے (فتاوی اہل حدیث (ج۱ص۱۱۱)۔"[۱]

✧ حافظ ثناء اللہ مدنی ﷾ کے مطابق مٹھی سے زائد داڑھی کٹانا جائز ہے۔[۲]

○ **ایک من گھڑت روایت۔** جس روایت میں ہے کہ ﴿ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَاْخُذُ مِنْ لِحْیَتِہٖ مِنْ عَرْضِھَا وَ طُوْلِھَا ﴾ "نبی کریم ﷺ طول وعرض سے اپنی داڑھی تراشتے تھے۔" وہ ضعیف ومن گھڑت ہے۔[۳] اس لئے اس روایت سے داڑھی کٹوانے کے جواز پر استدلال درست نہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے عمل سے داڑھی کٹوانا بالکل ثابت نہیں۔ شیخ البانی ؒ نے بھی نقل فرمایا ہے کہ ((وَ اعْلَمْ اَنَّہُ لَمْ یَثْبُتْ فِیْ حَدِیْثٍ صَحِیْحٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ الْاَخْذُ مِنَ اللِّحْیَۃِ لَا قَوْلًا وَّلَا فِعْلًا)) "جان لیجئے کہ یقیناً کسی بھی صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ سے داڑھی تراشنا ثابت نہیں، نہ تو قولی طور پر اور نہ ہی فعلی طور پر۔"[٤]

○ **داڑھی نہ رکھنے کے حیلے بہانے اور وسوسے۔** آج کل بہت سے مسلمان ایسے ہیں جنہیں علم ہے کہ داڑھی رکھنا شیوۂ مسلمانی اور سنتِ نبوی ہے لیکن پھر بھی مختلف قسم کے حیلوں بہانوں کے سہارے اور شیطانی وساوس کی وجہ سے داڑھی نہیں رکھتے۔ چند ایسے ہی حیلوں اور وساوس کا بیان حسب ذیل ہے۔

1- کچھ لوگوں کے پاس داڑھی نہ رکھنے کا یہ بہانہ ہے کہ اگر ہم داڑھی رکھ لیں گے تو پھر ہمیں مکمل طور پر سچا مسلمان بننا پڑے گا اور ہم پر لازم ہوگا کہ ہر گناہ سے بچیں جبکہ یہ ممکن نہیں اس لئے ہم نہیں چاہتے کہ داڑھی رکھ کر گناہ کریں اور پھر ہماری وجہ سے داڑھی بدنام ہو۔ یقیناً یہ اس حد تک ایک اچھی سوچ ہے کہ داڑھی رکھ کر گناہ کرنے سے داڑھی کی بدنامی ہوگی۔ لیکن محض اسی وجہ سے داڑھی نہ رکھنا دانشمندی نہیں۔ کیونکہ اگر اس فلسفے کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر یہ بات داڑھی تک ہی محدود نہیں رہتی بلکہ پھر تو اسلام بھی خطرے میں پڑ جاتا ہے کیونکہ مسلمان ہو کر اسلامی تعلیمات کی خلاف ورزی میں اسلام کی بھی بدنامی ہے تو کیا ایسی صورت میں اسلام کو ہی چھوڑ دینا چاہیے؟ یقیناً کوئی بھی اس کا قائل نہیں، اسی طرح داڑھی کو بھی خیر باد نہیں کہنا چاہیے بلکہ داڑھی رکھ کر اپنی اصلاح اور ایسے اُمور سے اجتناب کی کوشش کرنی چاہیے جو داڑھی کی توہین یا بدنامی کا ذریعہ بنتے ہیں۔

---

(۱) [ماهنامه الحديث (حضرو) : اگست ۲۰۰٦ء]

(۲) [فتاوی ثنائیه مدنیه (۷۸۳/۱)]

(۳) [موضوع : السلسلة الضعيفة (۲۸۸) غاية المرام (۱۱۰) المشكاة (٤٤٣٩) ضعيف ترمذی، ترمذی (۲۷٦۲) كتاب الادب : باب ما جاء في الاخذ من اللحية ، اس روایت کے ضعیف اور ناقابل حجت ہونے کی وضاحت خود امام ترمذی ؒ نے بھی اسے نقل کرنے کے بعد کر دی ہے۔]

(٤) [السلسلة الضعيفة (تحت الحديث : ۲۳۵۵)]

2- کچھ لوگوں نے یہ بات ذہن میں بٹھا رکھی ہے کہ آخر سارا اسلام داڑھی میں تو نہیں اور یوں انہوں نے داڑھی کی قدر و اہمیت کم ظاہر کر کے اسے کٹوانے یا مُنڈوانے کا بہانہ تلاش کر لیا ہے۔ حالانکہ اگر اس بات کو مان لیا جائے تو پھر اسلام کے ہر حکم کی قدر و قیمت کم ہو جائے گی کہ "سارا اسلام روزے میں ہی تو نہیں" اور "سارا اسلام زکوٰۃ میں ہی تو نہیں" یا "سارا اسلام نماز میں ہی تو نہیں"۔ اس لئے ایسے حیلے بہانے تراش کر شیطان کو خوش کرنے کی بجائے اسلامی احکام کی پابندی کی کوشش کرنی چاہیے، اسی میں فوز و فلاح ہے۔

3- کچھ لوگ اس وجہ سے داڑھی نہیں رکھتے کہ داڑھی رکھ لی تو شادی نہیں ہوگی یا لڑکی والے رشتہ دینے سے انکار کر دیں گے۔ تو یہ بھی محض ایک شیطانی چال ہی ہے کیونکہ اگر یہ بات درست ہوتی تو پھر آج تک کسی داڑھی والے کی شادی ہی نہ ہوئی ہوتی جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے کہ داڑھی والوں کی ایک نہیں بلکہ دو دو اور تین تین شادیاں بھی ہو جاتی ہیں جبکہ بغیر داڑھی والے دوسری اور تیسری شادی کے تصور سے بھی محروم ہیں۔

4- کچھ لوگ معاشرتی چال چلن اور فیشن کی وجہ سے داڑھی نہیں رکھتے، اُن کے نزدیک مروجہ فیشن ہی سب کچھ ہے۔ اگر داڑھی رکھنے کا فیشن ہے تو رکھ لی اور اگر مُنڈوانے کا فیشن ہے تو مُنڈوا لی اور اگر کتروانے کا فیشن ہے تو کتروا لی۔ یقیناً یہ لوگ مجرم ہیں جس کی سزا بالآخر ضرور پائیں گے۔

5- کچھ لوگ لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے داڑھی نہیں رکھتے۔ ایسے لوگوں کو اچھے انداز سے سمجھانا چاہیے اور اُن کے سامنے داڑھی کی اہمیت و افادیت کو واضح کرنا چاہیے تاکہ وہ اس سنت کو اپنانے پر قائل ہو جائیں۔

○ **داڑھی رکھنے کے فوائد** ۔ اہل علم نے مختلف انداز سے داڑھی کے فوائد نقل فرمائے ہیں، ان کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

1- لوگوں کی نظر میں داڑھی والے کی عزت ہوتی ہے اور اس کو علمی اور باوقار شخصیت سمجھا جاتا ہے۔

2- مجالس میں اس کی عزت و تعظیم کی غرض سے اسے بلند اور نمایاں مقام پر بٹھایا جاتا ہے۔

3- جماعت وغیرہ میں اسے آگے کیا جاتا ہے۔

4- اس میں عزت کی حفاظت ہے، کیونکہ جب کوئی بدکلامی پر اتر آئے تو داڑھی دیکھ کر اسے حیا آ جاتی ہے اور یوں اس کی عزت بچ جاتی ہے۔

5- داڑھی میں مرد کی زینت اور خوبصورتی ہے۔

6- داڑھی سے مرد کا وقار اور ہیبت ظاہر ہوتی ہے، اسی لئے بچوں اور عورتوں میں وہ وقار اور ہیبت نظر نہیں آتی جو داڑھی والے مرد میں نظر آتی ہے۔

7- بار بار ٹھوڑی اور گالوں پر استرا پھرانا بصارت کو بڑا نقصان دیتا ہے اور اس دائمی عمل سے آہستہ آہستہ نظر کم ہو

جاتی ہے اور داڑھی والے اکثر اس سے محفوظ رہتے ہیں۔

8- داڑھی گلے اور سینہ تک ضرر دینے والے جراثیم سے بچاتی ہے۔

9- داڑھی کی وجہ سے بار بار تیل وغیرہ لگایا جاتا ہے جس سے گالوں کی کھال تر وتازہ رہتی ہے۔

10- بعض ہومیو پیتھک کی کتب میں تحریر ہے کہ داڑھی بڑھانے سے خناق جیسی خطرناک بیماری سے بچاؤ رہتا ہے۔

اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ داڑھی محمد ﷺ کی سنت ہے اور جو سنت نبوی کی اتباع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے، تو جو شخص اللہ کا محبوب بن جائے اس سے بڑا فائدہ کیا ہو سکتا ہے؟ (۱)

○ **داڑھی مُنڈے امام کے پیچھے نماز کا حکم ۔** سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی کے فتویٰ کے مطابق ایسے شخص کو مستقل امام نہیں بنانا چاہیے لیکن اگر کبھی ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی پڑ جائے تو نماز درست ہے۔ (۲)

○ **کسی دوسرے کی داڑھی مونڈنا ۔** سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی کا فتویٰ ہے کہ کسی دوسرے کی داڑھی مونڈنا حرام ہے کیونکہ یہ گناہ کے کام میں تعاون ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ (۳)

○ **پوری داڑھی والے کا مذاق اُڑانا ۔** اہل علم کا کہنا ہے کہ یقیناً داڑھی رکھنا اسلام کے شعائر میں سے ہے اور جو کوئی بھی اسلام کے کسی شعار یا حکم کا مذاق اڑائے اور اس سے مقصود لوگوں کو ہنسانا اور اسلام کی توہین وتنقیص ہو تو ایسا شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے کہ

﴿ وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ... ﴾ [التوبة : ٦٥-٦٦] ''اگر آپ ان سے پوچھیں تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی آپس میں ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ کہہ دیجئے کہ اللہ، اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لیے رہ گئے ہیں۔ تم عذر پیش نہ کرو یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد کفر کر چکے ہو۔''

امام ابن حزم (٤) اور سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی (٥) نے بھی اللہ کے کسی حکم کا مذاق اُڑانے والے کو مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔

○ **داڑھی کو گرہ لگانا ۔** خوبصورتی، داڑھی کو چھوٹا ظاہر کرنے یا کسی اور وجہ سے داڑھی کو گرہ لگانا یا بل دے کر اکٹھا کرنا جائز نہیں۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ مَنْ عَقَدَ لِحْيَتَهُ ... فَإِنَّ مُحَمَّدًا ﷺ مِنْهُ بَرِيءٌ ﴾

---

(۱) [قوت القلوب از شیخ ابو طالب مکی (۹/٤) التبیان فی اقسام القرآن لابن القیم (ص : ۲۳۱) خاندانی علاج (ص : ۵۱۳) بحوالہ "اسلام میں داڑھی کا مقام" از شیخ بدیع الدین شاہ راشدی (ص : ۲٤-۲۵)]

(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (١٣٩/٥)]

(۳) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (١٤٥/٥)]

(٤) [المحلى لابن حزم (٤١٣/١١)]

(٥) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (٢٢٦/٢)]

''جو اپنی داڑھی کو گرہ لگائے... تو محمد ﷺ اس سے بری ہیں۔''(۱)

○ **مونچھیں کتروانا اور مُنڈانا دونوں طرح درست ہے۔** مونچھیں کاٹنے کا حکم متعدد احادیث میں ہے جن میں سے چند پیچھے گزر چکی ہیں۔ البتہ ایک حدیث میں مونچھیں کاٹنے کا حکم ان لفظوں میں دیا گیا ہے ﴿اَحفُوا﴾ ''مونچھیں مبالغے سے کاٹو۔''(۲) احفاء کا معنی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہ نقل فرمایا ہے الاستقصاء یعنی انتہا تک پہنچانا یا کوئی کام پوری طرح انجام دینا۔(۳) علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ ((اَلْاِحْفَاءُ هُوَ الْاِسْتِيْصَالُ وَ قِيْلَ : هُوَ مُخَيَّرٌ بَيْنَ الْاِحْفَاءِ وَ الْقَصِّ)) ''احفاء سے مراد ہے کسی چیز کو جڑ سے کاٹ دینا اور ایک قول یہ ہے کہ مونچھیں کاٹنے اور مونڈنے کے درمیان اختیار ہے۔''(٤) سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی کے مطابق مونچھیں کاٹنا اور مونڈنا دونوں طرح درست ہے۔(٥)

○ **مونچھیں نہ مُنڈانا اور نہ ہی کاٹنا جائز نہیں۔** کیونکہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿مَنْ لَمْ يَأْخُذْ شَارِبَهُ فَلَيْسَ مِنَّا﴾ ''جو اپنی مونچھیں نہیں کاٹتا وہ ہم میں سے نہیں (یعنی جب مونچھیں طویل ہو جائیں اور انہیں کاٹنے کی ضرورت ہو تو پھر بھی نہ کاٹے، ایسے شخص کے لئے یہ سخت ڈھانٹ ہے)۔''(٦)

(ابن حزم رحمہ اللہ) علما کا اتفاق ہے کہ مونچھیں کاٹنا فرض ہے۔(٧)

(شیخ ابن باز رحمہ اللہ) مونچھیں بڑھانا گناہ اور نافرمانی ہے۔(٨)

(شیخ صالح الفوزان) مونچھیں کاٹنا مسنون ہے اور یہ جائز نہیں کہ انہیں چھوڑ دیا جائے اور وہ لمبی ہو جائیں۔(٩)

سر اور داڑھی کے بالوں کو رنگنے کا بیان

○ سر یا داڑھی کے بال سفید ہو جائیں تو بہتر یہ ہے کہ انہیں رنگ لیا جائے اور سفیدی ختم کر دی جائے کیونکہ

---

(۱) [**صحیح** : صحيح الجامع الصغير (۷۹۱۰) ابو داود (۳٦) كتاب الطهارة : باب ما ينهى عنه ان يستنجى به]

(۲) [مسلم (۲٥۹) كتاب الطهارة : باب خصال الفطرة]

(۳) [فتح البارى (۳٤۷/۱۰)]

(٤) [مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (۸۰/۲)]

(٥) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۱۳۲/٥)]

(٦) [**صحیح** : المشكاة (٤٤۳۸) صحيح الجامع الصغير (٦٥۳۳) صحيح نسائى ، نسائى (٥۰٤۷) كتاب الزينة : باب احفاء الشارب ، طبرانى اوسط (٥۲۲) صحيح ابن حبان (٥٤۷۷) شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ التعليق على ابن حبان (۲۹۰/۱۲)]

(۷) [كما فى الفروع لابن مفلح (۹۲/۱) و كما فى فتاوى اللجنة الدائمة (۱۳٤/٥)]

(۸) [مجموع فتاوى ابن باز (۳٦۳/۳)]

(۹) [المنتقى من فتاوى الفوزان : كتاب اللباس والزينة]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّ الْيَهُودَ وَ النَّصَارَى لَا يَصْبَغُونَ فَخَالِفُوهُمْ﴾ ''یہود ونصاریٰ خضاب نہیں لگاتے پس تم ان کی مخالفت کرو (یعنی خضاب لگایا کرو)۔''(۱) ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿غَيِّرُوا الشَّيْبَ وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ وَلَا بِالنَّصَارَى﴾ ''بڑھاپے (یعنی بالوں کی سفیدی) کو بدلواور (سفید بال رکھ کے) یہود ونصاریٰ کی مشابہت نہ کرو۔''(۲)

○ البتہ کالے رنگ سے اجتناب ضروری ہے یعنی یہ ہرگز جائز نہیں کہ بالوں کی سفیدی ختم کرنے کے لئے خالص کالا رنگ استعمال کیا جائے۔ جیسا کہ فتح مکہ کے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو ان کے سر اور داڑھی کے بال بالکل سفید تھے، یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿غَيِّرُوا هٰذَا بِشَيْءٍ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ﴾ ''اس سفیدی کو کسی رنگ کے ساتھ بدل لو لیکن سیاہ رنگ سے بچو۔''(۳) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿يَكُونُ قَوْمٌ يَخْضِبُونَ فِي آخِرِ الزَّمَانِ بِالسَّوَادِ كَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ لَا يَرِيحُونَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ﴾ ''آخر زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو سیاہ رنگ سے اپنے بال رنگیں گے جیسے کبوتروں کے سینے ہوتے ہیں، یہ لوگ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائیں گے۔(۴)

(نووی رحمہ اللہ) بالوں کو کالے رنگ کے ساتھ رنگنا حرام ہے۔(۵)

(ابن قیم رحمہ اللہ) یہی رائے درست ہے اور اس میں کوئی شک نہیں۔(۶)

(شیخ البانی رحمہ اللہ) اسی کے قائل ہیں۔(۷)

(شیخ ابن باز رحمہ اللہ) سر یا داڑھی کے بالوں کو کالے رنگ کے ساتھ رنگنا ہرگز جائز نہیں کیونکہ صحیح احادیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔(۸)

---

(۱) [بخاری (۵۸۹۹) كتاب اللباس : باب الخضاب]

(۲) [حسن : السلسلة الصحيحة (۸۳٦) التعليقات الحسان على صحيح ابن حبان (۵٤٤۹) طبراني اوسط (۲/۵۵) مسند ابو يعلى (۵۹۷۷) ابن حبان (۵٤۷۳) بغوى (۳۱۷۵) مسند احمد (۲/۲٦۱) شیخ شعیب ارناؤوط نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔[الموسوعة الحديثية (۷۵٤۵)]

(۳) [مسلم (۲۱۰۲) كتاب اللباس : باب استحباب خضاب الشيب]

(٤) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (۸۱۵۳) صحيح الترغيب (۲۰۹۷) تمام المنة (ص : ۸۵) صحيح ابو داود، ابو داود (٤۲۱۲) كتاب الترجل : باب ما جاء في خضاب السواد]

(۵) [المجموع شرح المهذب (۱/۲۹٤)]

(٦) [تمام المنة (ص : ۸۷)]　(۷) [ايضا]

(۸) [مجموع فتاوى ابن باز (۲۹/٤۲)]

○ کالے رنگ کے علاوہ دوسرا کوئی بھی رنگ استعمال کیا جا سکتا ہے۔حتی کہ سیاہی مائل سرخ رنگ بھی استعمال کرنا جائز ہے۔اور ایک روایت میں تو نبی ﷺ نے اسے بالوں کی سفیدی ختم کرنے کے لئے سب سے بہتر رنگ قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا﴿ اِنَّ اَحْسَنَ مَا غُيِّرَ بِهِ الشَّيْبُ الْحِنَّاءُ وَالْكَتَمُ ﴾''یقیناً سب سے بہترین چیز جس کے ذریعے بڑھاپے کو تبدیل کیا جا سکتا ہے مہندی اور کتم بوٹی ہے (یہ بوٹی مہندی کے ساتھ ملائی جائے تو سیاہی مائل سرخ رنگ بن جاتا ہے،آج کل اس طرح کے بنے بنائے رنگ دستیاب ہیں وہ بھی استعمال کئے جا سکتے ہیں)۔''(۱) ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (بالوں کو) مہندی اور کتم بوٹی کے ساتھ رنگتے جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صرف مہندی کے ساتھ رنگتے۔(۲) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ داڑھی کے بالوں کو زرد رنگ لگاتے تھے۔(۳)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) بالوں کو مہندی کے ساتھ رنگنا مشروع ہے،اسی طرح سرخ یا زرد رنگ سے بھی رنگا جا سکتا ہے... صرف کالے رنگ کا استعمال جائز نہیں۔(۴)

(شیخ ابن باز رحمہ اللہ) کالے رنگ کے علاوہ بالوں کو سرخ اور زرد رنگ کے ساتھ بھی رنگا جا سکتا ہے،اسی طرح مہندی اور کتم (بوٹی) دونوں کو ملا کر بالوں کو رنگنا بھی جائز ہے۔(۵)

○ تاہم اگر کوئی شخص بالوں کو نہ رنگے اور سفید ہی رہنے دے تو گناہگار نہیں ہوگا کیونکہ مذکورہ بالا روایات میں بال رنگنے کا حکم وجوب کے لئے نہیں بلکہ استحباب کے لئے ہے۔(۶) یہی وجہ ہے کہ متعدد صحابہ وتابعین اور دیگر اسلاف سے ثابت ہے کہ اُن کے سر یا داڑھی کے بال سفید تھے اور وہ انہیں رنگتے نہ تھے۔چند ایک کا بیان حسب ذیل ہے:

① شعبی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا،اُن کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے۔(۷)

② مستمر رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ کی داڑھی سفید تھی۔(۸)

③ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے۔(۹)

---

(۱) [**صحیح**: صحیح ترمذی ' ترمذی (۱۷۵۳) کتاب اللباس : باب ما جاء في الخضاب]

(۲) [مسلم (۲۳۴۱) کتاب الفضائل : باب شیبه ﷺ]

(۳) [**صحیح** : صحیح ابو داود ، ابو داود (۴۰۱۰) کتاب الترجل : باب في خضاب الصفرة]

(۴) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۱٦٧/٥)]

(۵) [مجموع فتاوی ابن باز (۴۲/۲۹)]

(۶) [نيل الاوطار للشوكاني (۱۱۷/۱)]

(۷) [ابن ابی شیبة (۲٥٦/۸) ابن سعد (۱٦/۳) طبرانی (۹۲/۱) بسند صحیح]

(۸) [ابن سعد "في الطبقات" (۱۳۲/۷) ابن ابی شیبة (۲۵۸/۸) بسند صحیح]

(۹) [ابن سعد (۱۲/۵) بسند صحیح]

④ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا سر اور داڑھی سفید تھی۔[1]

⑤ عتی بن ضمرہ کا بیان ہے کہ میں نے اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو دیکھا، اُن کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے۔[2]

⑥ ایک روایت کے مطابق ابو برزہ رضی اللہ عنہ کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے۔[3]

⑦ مجاہد رحمہ اللہ کے سر اور داڑھی کے بال سخت سفید تھے اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ کی داڑھی سفید تھی۔[4]

⑧ سائب بن یزید رحمہ اللہ کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے۔[5]

⑨ طاؤس رحمہ اللہ کی داڑھی سفید تھی۔[6]

موسوعه فقهيه كويتيه میں ہے کہ بالوں کو رنگنے کا حکم استحباب کے لئے ہے۔[7] بالوں کو رنگنے سے متعلقہ درج بالا تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ

- سر اور داڑھی کے سفید بالوں کو رنگنا اور سفیدی ختم کرنا مستحب ہے (واجب نہیں)۔
- بالوں کو رنگنے کے لئے کالا رنگ استعمال کرنا جائز نہیں۔
- کالے رنگ کے علاوہ دوسرا کوئی بھی رنگ استعمال کیا جا سکتا ہے۔
- بالوں کو سفید رکھنا بھی جائز ہے۔

○ یہاں یہ بھی واضح رہے کہ بالوں کی سفیدی ختم کرنے کے لئے رنگنا تو مسنون ہے لیکن یہ جائز نہیں کہ بڑھاپا ختم کرنے کے لئے سر یا داڑھی کے سفید بال ہی اُکھیڑنے شروع کر دیئے جائیں۔ چند دلائل ملاحظہ فرمائیے:

(1) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا تَنْتِفُوا الشَّيْبَ فَإِنَّهُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَشِيبُ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ إِلَّا كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَفِي رِوَايَةٍ : كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِهَا حَسَنَةً وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةً ﴾ ''بڑھاپے کو ختم مت کرو کیونکہ بے شک جو مسلمان اسلام کی حالت میں بوڑھا ہوا تو اس کا بڑھاپا اس کے لیے قیامت کے دن نور ہو گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بڑھاپے کے ذریعے اس کے لیے ایک نیکی لکھ دیں گے اور اس سے ایک گناہ مٹا دیں گے۔''

---

(۱) [ابن سعد (۲۹/۵) بسند صحيح]
(۲) [تهذيب الآثار للطبرى (۹٤۳) بسند صحيح]
(۳) [ابن سعد (۳۰/۵) طبرى فى تهذيب الآثار (۹٤۷) بسند حسن]
(٤) [ابن ابى شيبة (۲۵۷/۸) ابن سعد (۱٦/۵) بسند حسن]
(۵) [ابن ابى شيبة (۲۵۳/۸) بسند حسن]
(٦) [تهذيب الآثار للطبرى (۹۵۳)]
(۷) [الموسوعة الفقهية الكويتية (۲۷۹/۲)]

ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ نَتْفِ الشَّيْبِ وَقَالَ : إِنَّهُ نُورُ الْمُسْلِمِ ﴾ ''نبی ﷺ نے بڑھاپے (کے بالوں) کو اکھیڑنے سے منع فرمایا اور کہا کہ یہ مسلمان کا نور ہے۔''(۱)

(2) حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ عِنْدَ ذَلِكَ : فَإِنَّ رِجَالًا يَنْتِفُونَ الشَّيْبَ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : مَنْ شَاءَ فَلْيَنْتِفْ نُورَهُ ﴾ ''جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوا تو یہ بڑھاپا اس کے لیے قیامت کے دن نور ہو گا۔ اس وقت ایک آدمی نے آپ ﷺ سے کہا بیشک لوگ تو بڑھاپے (کے بالوں) کو اکھیڑتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو چاہے اپنے نور کو اکھیڑ لے۔''(۲)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا تَنْتِفُوا الشَّيْبَ فَإِنَّهُ نُورٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾ ''بڑھاپے (کے بالوں کو) مت اُکھیڑو کیونکہ یہ قیامت کے دن نور ہو گا۔''(۳)

(4) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَنْتِفَ الرَّجُلُ الشَّعْرَةَ الْبَيْضَاءَ مِنْ رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ ﴾ ''وہ ناپسند کرتے تھے کہ آدمی اپنے سر اور اپنی داڑھی کے سفید بال کو اُکھیڑے۔''(۴)

سرمہ کا بیان

○ آنکھوں میں سرمہ ڈالنا جائز ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ خَيْرُ أَكْحَالِكُمُ الْإِثْمِدُ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ ﴾ ''تمہارے سرموں میں سے بہترین سرمہ اثمد ہے۔ وہ نظر کو تیز کرتا ہے اور بال اُگاتا ہے۔''(۵)

○ طاق عدد میں سرمے کا استعمال مستحب ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ ﴿ كَانَ ﷺ يَكْتَحِلُ فِي عَيْنِهِ الْيُمْنَى ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَ الْيُسْرَى مَرَّتَيْنِ ﴾ ''آپ ﷺ اپنی دائیں آنکھ میں تین مرتبہ اور بائیں آنکھ

(۱) [صحيح لغيره : صحيح الترغيب (۲۰۹۱) كتاب اللباس و الزينة : باب الترغيب في إبقاء الشيب و كراهة نتفه' ابو داود (۴۲۰۲) ترمذی (۲۸۲۱) ابن ماجة (۳۷۲۱) نسائی (۱۳۶/۸)]

(۲) [حسن : صحيح الترغيب (۲۰۹۲) كتاب اللباس و الزينة : باب الترغيب في إبقاء الشيب و كراهة نتفه' بزار في كشف الأستار (۲۹۷۳) طبراني في الكبير والأوسط]

(۳) [حسن صحيح : صحيح الترغيب (۲۰۹۶) كتاب اللباس و الزينة : باب الترغيب في إبقاء الشيب و كراهة نتفه' ابن حبان في صحيحه (۲۹۷۴)]

(۴) [مسلم (۲۳۴۱) كتاب الفضائل : باب شيبة]

(۵) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۲۸۱۹) كتاب الطب : باب الكحل بالإثمد' ابن ماجة (۳۴۹۷)]

میں دو مرتبہ سرمہ ڈالتے (اور مکمل تعداد طاق بناتے یعنی پانچ)۔''(۱) ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِذَا اكْتَحَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَكْتَحِلْ وِتْرًا ﴾ ''جب تم میں سے کوئی (آنکھوں میں) سرمہ ڈالے تو طاق عدد میں ڈالے۔''(۲)

مسواک کا بیان

دانتوں کی صفائی ستھرائی، پاکیزگی اور خوبصورتی کے لئے مسواک کا استعمال مستحب ہے۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ ﴾ ''اگر مجھے اپنی امت کو مشقت و تکلیف میں مبتلا کرنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دے دیتا۔''(۳)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ﴿ السِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ ' مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ ﴾ ''مسواک منہ کی پاکیزگی اور رب کی رضامندی کا ذریعہ ہے۔''(٤)

⇦ مسواک کے احکام، فضیلت، فوائد اور دیگر مسائل کی تفصیل کے لئے ہماری اسی سیریز کی دوسری کتاب ''**طہارت کی کتاب**'' ملاحظہ فرمائیے۔

خوشبو کا بیان

○ نبی ﷺ کو خوشبو بہت پسند تھی۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ حُبِّبَ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا النِّسَاءُ وَ الطِّيبُ ﴾ ''دنیاوی اشیاء میں سے عورتیں اور خوشبو مجھے پسند ہیں۔''(٥)

○ بہترین خوشبو کستوری ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ أَطْيَبُ الطِّيبِ الْمِسْكُ ﴾ ''بہترین خوشبو کستوری ہے۔''(٦)

○ خوشبو کا تحفہ قبول کرنا چاہیے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ طِيبٌ فَلَا يَرُدَّهُ فَإِنَّهُ طَيِّبُ الرِّيحِ خَفِيفُ الْمَحْمَلِ ﴾ ''جسے خوشبو پیش کی جائے تو وہ اسے واپس نہ

---

(۱) [**صحیح**: السلسلة الصحيحة (٦٣٣) ابن سعد في الطبقات (٤٨٤/١)]

(۲) [**حسن**: صحيح الجامع الصغير (٣٧٥) السلسلة الصحيحة (١٢٦٠) مسند احمد (٣٥١/٢) شیخ شعیب ارناؤوط نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔[الموسوعة الحديثية (٨٦١١)]

(۳) [بخاری (٨٨٧) كتاب الجمعة : باب السواك يوم الجمعة ' مسلم (٢٥٢) أبو داود (٤٦)]

(٤) [**صحیح**: صحيح الترغيب (٢٠٩) إرواء الغليل (٦٦) أحمد (١٢٤/٦) ابن خزيمة (١٣٥)]

(٥) [**حسن صحیح**: صحيح نسائی ، نسائی (٣٩٣٩) كتاب عشرة النساء : باب حب النساء]

(٦) [**صحیح**: صحيح الجامع الصغير (١٩١٢) السلسلة الصحيحة (٤٨٦) مسند احمد (٣٦/٣) شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔[الموسوعة الحديثية (١١٣١١)]

کرے، بلاشبہ اس کی مہک عمدہ ہوتی ہے اور اس میں کوئی بوجھ بھی نہیں ہوتا۔"(۱) یہی باعث ہے کہ نبی کریم ﷺ بھی ہمیشہ خوشبو کا تحفہ قبول فرماتے تھے، اسے کبھی بھی واپس نہ کرتے تھے۔(۲)

○ جمعہ کے روز خوشبو لگانا مستحب ہے۔ کیونکہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ اِنَّ الْغُسْلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ وَ السِّوَاكَ وَ اَنْ يَّمَسَّ مِنَ الطِّيْبِ مَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ ﴾ "ہر بالغ پر جمعہ کے روز غسل (لازم) ہے اور (یہ بھی کہ) مسواک کرے اور حسبِ استطاعت خوشبو لگائے۔"(۳)

○ سر اور داڑھی کے بالوں میں خوشبو لگانا مسنون ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ﴿ كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِاَطْيَبِ مَا يَجِدُ حَتّٰى اَجِدَ وَ بِيْصَ الطِّيْبِ فِيْ رَأْسِهِ وَ لِحْيَتِهِ ﴾ "میں نبی کریم ﷺ کو سب سے عمدہ خوشبو لگایا کرتی تھی یہاں تک کہ خوشبو کی چمک میں آپ کے سر اور آپ کی داڑھی میں دیکھتی تھی۔"(۴)

○ عورتوں کے لیے پھیلنے والی خوشبو ممنوع ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ طِيْبُ الرِّجَالِ مَا ظَهَرَ رِيْحُهُ وَ خَفِيَ لَوْنُهُ وَ طِيْبُ النِّسَاءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهُ وَ خَفِيَ رِيْحُهُ ﴾ "مردوں کی خوشبو وہ ہے جس کی مہک ظاہر ہو لیکن اس کا رنگ مخفی ہو جبکہ عورتوں کی خوشبو وہ ہے جس کا رنگ ظاہر ہو لیکن اس کی مہک مخفی ہو۔"(۵) معلوم ہوا کہ مردوں کو ایسی خوشبو لگانی چاہیے جس کا رنگ نظر نہ آئے صرف مہک ہو جبکہ عورتوں کو ایسی خوشبو لگانی چاہیے جس کی مہک نمایاں نہ ہو صرف رنگ ہی ظاہر ہو۔ اور جو عورت تیز پھیلنے والی خوشبو لگا کر گھر سے باہر نکلتی ہے رسول اللہ ﷺ نے اسے بدکار عورت قرار دیا ہے۔(۶)

○ دورانِ احرام خوشبو لگانا ممنوع ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ وَلَا تَلْبَسُوْا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ الزَّعْفَرَانُ أَوْ وَرْسٌ ﴾ "اور (حالتِ احرام میں) ایسے کپڑے مت پہنو جنہیں زعفران (خوشبو) یا ورس (بوٹی) سے رنگا گیا ہو۔"(۷)

---

(۱) [صحیح: صحیح ابو داود، ابو داود (۴۱۷۲) کتاب الترجل: باب في رد الطیب]

(۲) [بخاری (۲۵۸۲) کتاب الھبة وفضلھا: باب ما لا یرد من الھبة]

(۳) [صحیح: صحیح نسائی، نسائی (۱۳۸۳) کتاب الجمعة: باب الھیئة للجمعة، مسند احمد (۶۹/۳) شیخ شعیب ارناؤوط نے فرمایا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱۱۶۵۸)]

(۴) [بخاری (۵۹۲۳) کتاب اللباس: باب الطیب في الرأس واللحیة]

(۵) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۳۹۳۷) ترمذی (۲۷۸۷) نسائی (۵۱۱۷) المشکاة (۴۴۴۳)]

(۶) [حسن: جلباب المرأة المسلمة (ص: ۱۳۷) غایة المرام (۱۹۹) نسائی (۵۱۲۶) احمد (۴۰۰/۴)]

(۷) [بخاری (۱۵۴۲) کتاب الحج: باب ما لا یلبس المحرم من الثیاب، مسلم (۱۱۷۷)]

زیورات اور انگوٹھی کا بیان

○ سونے کے زیورات مردوں کے لئے حرام جبکہ عورتوں کے لئے حلال ہیں۔

(1) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أُحِلَّ الذَّهَبُ وَ الْحَرِيْرُ لِلْإِنَاثِ مِنْ أُمَّتِيْ وَحُرِّمَ عَلَى ذُكُوْرِهَا ﴾ ''سونا اور ریشم میری اُمت کی عورتوں کے لیے حلال جبکہ مردوں کے لیے حرام ہے۔''(١)

(2) ایک دوسری روایت میں ہے کہ ﴿ أَنَّهُ ﷺ نَهَى عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ ﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مردوں کو) سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا ہے۔''(٢)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اتار کر پھینک دی اور فرمایا ﴿ يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ إِلَى جَمْرَةٍ مِّنْ نَّارٍ فَيَجْعَلُهَا فِيْ يَدِهِ ﴾ ''تم میں سے ایک شخص آگ کے انگارے کا ارادہ کرتا ہے اور اسے اپنے ہاتھ میں رکھ لیتا ہے۔'' یہ ارشاد فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے۔ بعد ازاں لوگوں نے اس آدمی سے کہا، تم اپنی انگوٹھی اٹھا لو اور (اسے بیچ کر) اس سے فائدہ حاصل کر لو۔ لیکن اس نے کہا نہیں اللہ کی قسم! میں اس چیز کو کبھی نہیں اٹھاؤں گا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینکا ہے۔(٣)

معلوم ہوا کہ مردوں کے لئے سونے کا زیور اور انگوٹھی وغیرہ پہننا حرام ہے۔ لہٰذا جو لوگ سونا پہنتے ہیں، فخر و غرور کے ساتھ اس کا اظہار کرتے ہیں اور شادی بیاہ کے موقع پر دولہے کو سونے کی انگوٹھی پہناتے ہیں وغیرہ وغیرہ انہیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل حرام، کبیرہ گناہ اور جہنم میں داخلے کا موجب ہے۔

○ سونے کے علاوہ دیگر دھاتوں (چاندی وغیرہ) کے زیورات مردوں کے لئے حرام نہیں۔ کیونکہ لباس میں اصل حلت ہے (جیسا کہ اس کی تفصیل آغازِ کتاب میں گزر چکی ہے) اور ممانعت صرف سونے (اور لوہے) کی انگوٹھی سے ہی ہے (لوہے کی انگوٹھی کا بیان آئندہ سطور میں آ رہا ہے)۔ مردوں کے لئے چاندی پہننے کے جواز کے چند دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ عَلَيْكُمْ بِالْفِضَّةِ فَالْعَبُوْا بِهَا كَيْفَ شِئْتُمْ ﴾ ''چاندی کو لازم پکڑو اور جیسے چاہو اسے استعمال کرو۔''(٤)

---

(١) [صحیح : صحیح ترمذی ' ترمذی (١٧٢٠) کتاب اللباس : باب ما جآء فی الحریر والذهب]

(٢) [بخاری (٥٨٦٤) کتاب اللباس : باب خواتیم الذهب]

(٣) [مسلم (٢٠٩٠) کتاب اللباس : باب تحریم خاتم الذهب علی الرجال]

(٤) [حسن : صحیح ابو داود (٣٥٦٥) کتاب الخاتم : باب ما جآء فی الذهب للنساء ' ابو داود (٤٢٣٦)]

(2) رسول اللہ ﷺ کی تلوار میں چاندی لگی ہوئی تھی۔ (۱)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے پہلے سونے کی انگوٹھی بنوائی تھی، جسے دیکھ کر دیگر صحابہ نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں، اس پر آپ نے وہ انگوٹھی پھینک دی اور فرمایا اب میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا۔ پھر آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور دوسرے لوگوں نے بھی چاندی کی انگوٹھیاں بنوا لیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کے بعد اس انگوٹھی کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہنا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پہنا۔ آخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وہ انگوٹھی اریس کے کنوئیں میں گر گئی۔ (۲)

○ انگوٹھی میں نگینہ لگوانا درست ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَبِسَ خَاتَمَ فِضَّةٍ فِيْهِ فَصٌّ حَبَشِيٌّ كَانَ يَجْعَلُ فَصَّهُ فِيْ بَطْنِ كَفِّهِ ﴾ "رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی پہنی جس میں حبشی نگینہ لگا ہوا تھا، آپ اس نگینے کو اپنی ہتھیلی کی جانب رکھتے تھے۔" (۳)

○ دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں میں انگوٹھی پہنی جا سکتی ہے البتہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ دائیں ہاتھ میں پہنی جائے۔ چنانچہ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِيْ يَمِيْنِهِ ﴾ "نبی ﷺ اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔" (٤) اور نافع رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ﴿ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَلْبَسُ خَاتَمَهُ فِيْ يَدِهِ الْيُسْرٰى ﴾ "بلاشبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔" (٥)

○ انگشت شہادت اور درمیانی انگلی میں انگوٹھی پہننا منع ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿ نَهَانِيْ اَنْ اَضَعَ الْخَاتَمَ فِيْ هٰذِهِ اَوْ فِيْ هٰذِهِ لِلسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى ﴾ "آپ ﷺ نے مجھے اس اور اس یعنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی میں انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا۔" (٦)

○ لوہے کی انگوٹھی پہننا منع ہے۔

(1) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ ﴿ نَهٰى ﷺ عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ وَعَنْ خَاتَمِ الْحَدِيْدِ ﴾

---

(۱) [زاد المعاد (۱/۳۳)]

(۲) [بخاری (٥٨٦٦) کتاب اللباس : باب خاتم الفضة]

(۳) [**صحیح** : صحیح ابن ماجه ، ابن ماجه (٣٦٤٦) کتاب اللباس : باب من جعل فص خاتمه مما یلی کفه]

(٤) [**صحیح** : صحیح ابو داود (٣٥٥٧) کتاب الخاتم : باب ما جاء فی التختم ... ابو داود (٤٢٢٦)]

(٥) [**صحیح** : صحیح ابو داود (٣٥٥٨) کتاب الخاتم : باب ما جاء فی التختم ... ، ابو داود (٤٢٢٨)]

(٦) [**صحیح** : صحیح ابو داود (٣٥٥٦) کتاب الخاتم : باب ما جاء فی خاتم الحدید ' ابو داود (٤٢٢٥)]

’’آپ ﷺ نے سونے اور لوہے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا ہے۔‘‘(۱)

(2) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اس کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی تو آپ نے اس سے منہ موڑ لیا۔ جب اس آدمی نے آپ کی ناپسندیدگی دیکھی تو ﴿ ذَهَبَ فَأَلْقَى الْخَاتَمَ وَ اَخَذَ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيْدٍ فَلَبِسَهُ ﴾ ’’اس نے سونے کی انگوٹھی اتار دی اور لوہے کی انگوٹھی لے کر پہن لی۔‘‘ اور دوبارہ نبی ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا ﴿ هٰذَا شَرٌّ ، هٰذَا حِلْيَةُ اَهْلِ النَّارِ ﴾ ’’یہ بدترین ہے یہ جہنمیوں کا زیور ہے۔‘‘ یہ سن کر وہ لوٹ گیا اور اسے اتار کر پھینک دیا اور چاندی کی انگوٹھی پہن لی اس پر رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔(۲)

(شیخ البانی رحمہ اللہ) یہ حدیث لوہے کی انگوٹھی کی حرمت کا فائدہ دیتی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اسے سونے کی انگوٹھی سے بھی بُرا قرار دیا ہے۔(۳)

درج بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ لوہے کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں۔ جس روایت میں ہے کہ ’’رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی لوہے سے بنی ہوئی تھی اور اس پر چاندی کی ملمع سازی کی گئی تھی‘‘ وہ ضعیف ہے۔(٤)

علاوہ ازیں صحیح بخاری کی جس روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ اِلْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيْدٍ ﴾ ’’تم تلاش کرو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو۔‘‘(٥) اس حدیث میں بھی کہیں یہ مذکور نہیں کہ لوہے کی انگوٹھی پہننا جائز ہے۔

(حافظ ابن حجر رحمہ اللہ) اس حدیث سے لوہے کی انگوٹھی پہننے پر استدلال کیا گیا ہے حالانکہ اس میں اس کے جواز پر کوئی دلیل نہیں اس لیے کہ انگوٹھی لانا انگوٹھی پہننے کو لازم نہیں۔ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ آپ ﷺ نے انگوٹھی کے وجود کا ارادہ کیا ہوتا کہ عورت اس کی قیمت سے نفع حاصل کر لے۔(٦)

ناخنوں اور جسم کے فاضل بالوں کی صفائی کا بیان

○ ناخن کاٹنا، بغلوں کے بال اُکھیڑنا اور زیر ناف بال مونڈنا مسنون اور فطری اُمور ہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ ... قَصُّ الْاَظْفَارِ ... وَ نَتْفُ الْاِبِطِ

(۱) [صحيح : السلسلة الصحيحة (۲۰۷۲) بيهقى فى شعب الايمان (۸/۳۰۰) ، (٥٩٣٤)]

(۲) [صحيح : آداب الزفاف (ص/۲۱۷) غاية المرام (ص/٦٨) احمد (۲/۱٦۳ ـ ۱۷۹) الأدب المفرد (۱۰۲۱)]

(۳) [آداب الزفاف (ص/ ۲۱۸)]

(٤) [ضعيف : ضعيف ابو داود (۹۰۷) كتاب الخاتم : باب ما جاء فى خاتم الحديد ، ابو داود (٤٢٢٤) نسائى (٥٢٢٠) بيهقى (٦٣٥٢)]

(٥) [بخارى (٥١٢١ ، ۲۳۱۰) كتاب النكاح : باب عرض المرأة نفسها على الرجل الصالح]

(٦) [فتح البارى (۱۰/۳۲۳)]

وَ حَلْقُ الْعَانَةِ ﴾ ''دس کام فطرت سے ہیں (یعنی سابقہ تمام انبیاء کی بھی سنت ہیں) ناخن کاٹنا (ہاتھوں اور پیروں کے)، بغلوں کے بال اُکھیڑنا اور زیرِ ناف کے بال مونڈنا...۔''(۱)

○ بغلوں کے بال اُکھیڑنا اگرچہ مسنون ہے لیکن مذاہب اربعہ کے فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بغلوں کے بال مونڈنا بھی جائز ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ نبی ﷺ سے ایسا کوئی حکم یا تاکید ثابت نہیں کہ بغلوں کے بالوں کو اُکھیڑنا ہی ضروری ہے۔ یہی باعث ہے کہ صحابہ وتابعین کی ایک جماعت بغلوں کے بال اُکھیڑنے کی بجائے انہیں مونڈتی تھی۔ مزید برآں اُن کا کہنا ہے کہ بغلوں کے بالوں کی صفائی سے مقصود محض نظافت کا حصول ہی ہے جو کہ مونڈنے سے بھی حاصل ہو جاتا ہے۔(۲)

○ ناخن اور جسم کے فاضل بال صاف کرنے کی کم از کم کوئی مدت مقرر نہیں۔ کیونکہ اس کا کوئی ثبوت (کتاب وسنت میں) موجود نہیں۔ نیز چونکہ مقصود صفائی ستھرائی ہی ہے اس لئے حسبِ ضرورت چند دنوں کے وقفے سے ناخن کاٹ لینے چاہییں اور بغلوں اور زیرِ ناف کے بال صاف کر لینے چاہییں۔ البتہ اگر اس کام کو ہر جمعہ کے ساتھ خاص کر دیا جائے تو بھی بہتر ہے کیونکہ جمعہ کو عید کا دن کہا گیا ہے اور ہر جمعہ کو خصوصی اہتمام کے ساتھ صفائی ستھرائی کر کے نمازِ جمعہ کے لیے مساجد میں جانا بھی مستحب ہے۔ یہی باعث ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی مونچھوں اور ناخنوں کو کاٹنے کے لئے جمعہ کا دن خاص کر رکھا تھا۔ چنانچہ نافع رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ﴿ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُقَلِّمُ اَظْفَارَهُ وَ يَقُصُّ شَارِبَهُ فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ ﴾ ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہر جمعہ کو اپنے ناخن کاٹتے اور مونچھیں کترواتے تھے۔''(۳)

○ ناخن اور جسم کے فاضل بال صاف کرنے کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ وُقِّتَ لَنَا فِيْ قَصِّ الشَّارِبِ وَ تَقْلِيْمِ الْاَظْفَارِ وَ حَلْقِ الْعَانَةِ وَ نَتْفِ الْاِبِطِ لَا يُتْرَكُ اَكْثَرَ مِنْ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ﴾ ''ہمارے لئے مونچھیں کترانے، ناخن کاٹنے، زیرِ ناف بال مونڈنے اور بغلوں کے بال اُکھیڑنے کی حد چالیس دن مقرر کی گئی ہے کہ (ان کو) چالیس دن سے زیادہ (بغیر کاٹے) نہ چھوڑا جائے۔''(٤)

---

(۱) [مسلم (۲٦۱) کتاب الطہارۃ : باب خصال الفطرۃ، ابو داود (۵۳) ترمذی (۲۷۵۷) ابن ماجہ (۲۹۳)]

(۲) [تفصیل کے لئے دیکھئے : الاختیار (۱٦۷/٤) حاشیۃ ابن عابدین (٤۰٦/٦) شرح الزرقانی علی الموطا (۲۸۵/٤) فتح الباری (۳٤٤/۱۰) المغنی (۲۸۷/۱)]

(۳) [**صحیح** : کما فی السلسلۃ الضعیفۃ (۲٤۰/۳)، (تحت الحدیث : ۱۱۱۲) بیہقی (۲٤٤/۲)]

(٤) [**صحیح** : صحیح ترمذی، ترمذی (۲۵۷۹) کتاب الادب : باب فی التوقیت فی تقلیم الاظفار]

ختنہ کا بیان

ختنہ کرانا مسنون اور انسانی فطرت میں شامل ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ ، اَلْخِتَانُ ... ﴾ "پانچ چیزیں فطرت میں شامل ہیں؛ ختنہ کرانا' زیر ناف مونڈنا' مونچھیں کاٹنا' ناخن کاٹنا اور بغلوں کے بال اکھیڑنا۔"(۱)

ختنہ کرانا انبیاء کی بھی سنت ہے بالخصوص حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ختنہ کا ذکر صحیح احادیث میں موجود ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ "حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ختنہ ہوا اور اس وقت ان کی عمر اَسّی (80) سال تھی۔"(۲) یہی وجہ ہے کہ عرب میں ختنہ کا عام رواج تھا جیسا کہ حدیثِ ہرقل میں ہے کہ "ہرقل کے پاس ایک آدمی لایا گیا جسے شاہ غسان نے بھیجا تھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بیان کیے جب ہرقل نے (سارے حالات) سن لیے تو کہا کہ جا کر دیکھو وہ ختنہ کیے ہوئے ہے یا نہیں؟ انہوں نے اسے دیکھا تو بتلایا کہ وہ ختنہ کیے ہوئے ہے۔ ہرقل نے جب اس شخص سے عرب کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتلایا کہ وہ ختنہ کرتے ہیں۔"(۳)

یہ عرب کا رواج تھا بعد ازاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو برقرار رکھا اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ختنے کرایا کرتے تھے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو آپ کس کی مثل تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں اس وقت ختنہ کرا چکا تھا' مزید فرماتے ہیں کہ اور وہ لوگ بالغ ہونے سے پہلے مرد کا ختنہ نہیں کرتے تھے۔(٤)

علاوہ ازیں ایک حدیث میں ختنہ کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی موجود ہے جیسا کہ سنن ابوداود میں ہے کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور مسلمان ہوگیا... آپ نے اسے حکم دیا﴿ اَلْقِ عَنْكَ شَعْرَ الْكُفْرِ وَاخْتَتِنْ ﴾ "اپنے آپ سے کفر کے بال (یعنی کافروں جیسی ہیئت کے بال) منڈا دو اور ختنہ کرالو۔"(٥) اسی حکم کے باعث امام شوکانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ملتِ اسلامیہ میں ختنہ کرانے کی مشروعیت کا ثبوت دن کے آفتاب سے بھی زیادہ واضح ہے... اور اس کے وجوب کا قول ہی برحق ہے۔(٦) لہٰذا والدین کو چاہیے کہ خود ساختہ رسم و رواج سے اجتناب کریں اور اپنے بچوں کے بروقت ختنے کرائیں۔ اور بہتر یہ ہے کہ ساتویں روز بچے کا عقیقہ کرنے

---

(۱) [بخاری (۵۸۹۱) کتاب اللباس : باب تقلیم الاظفار]

(۲) [بخاری (۳۳۵٦) کتاب أحادیث الأنبیاء' مسلم (۲۳۷۰) احمد (۳۲۲/۲)]

(۳) [بخاری (۷) کتاب بدء الوحی]

(٤) [بخاری (٦۲۹۹) کتاب الاستئذان]

(٥) [حسن : صحیح ابو داود' ابو داود (۳۵٦) کتاب الطهارة : باب فی الرجل یسلم فیؤمر بالغسل]

(٦) [السیل الجرار (۲۵۲/۳)]

کے ساتھ ہی ختنہ بھی کرا لیا جائے ، نبی ﷺ نے حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا ختنہ ساتویں روز ہی کیا تھا۔(۱)

جوتوں، موزوں اور جرابوں کا بیان

جوتے، موزے اور جرابیں انسانی لباس کا اہم حصہ ہیں۔ ان میں انسان کے لئے زینت بھی ہے، ان کے ذریعے انسان کے پاؤں کیڑے مکوڑوں، موذی اور تکلیف دہ اشیاء سے بھی محفوظ رہتے ہیں اور ان کے باعث بالخصوص موسم سرما میں انسان کو ایک سہولت یہ بھی حاصل ہوتی ہے کہ وضوء کرتے وقت بار بار پاؤں دھونے کی بجائے ان پر مسح کیا جا سکتا ہے۔ اس حوالے سے چند مسائل آئندہ سطور میں ذکر کیے جا رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیے۔

○ جوتے، موزے اور جرابیں پہننا مسنون ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿ اَنَّ نَعْلَ النَّبِيِّ ﷺ كَانَ لَهَا قِبَالَان ﴾ "نبی کریم ﷺ کے جوتے میں دو تسمے تھے۔"(۲) اور ایک روایت میں تو جوتے پہننے کی آپ ﷺ نے ترغیب بھی دلائی ہے، چنانچہ فرمایا ﴿ اسْتَكْثِرُوا مِنَ النِّعَالِ فَإِنَّ الرَّجُلَ لَا يَزَالُ رَاكِبًا مَا انْتَعَلَ ﴾ "جوتا بکثرت پہنا کرو کیونکہ جب تک آدمی جوتا پہنے ہوتا ہے وہ سوار کی حالت میں ہوتا ہے (یعنی جیسے سوار کیڑے مکوڑوں اور موذی جانوروں سے محفوظ رہتا ہے اسی طرح جوتا پہننے والا بھی محفوظ رہتا ہے)۔"(۳)

موزوں کے متعلق حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو موزوں کا تحفہ دیا جنہیں آپ نے پہن لیا۔(٤) اور جرابیں پہننے کا ثبوت اُس روایت میں ہے جس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جرابوں پر مسح کیا (اس روایت کا بیان آئندہ سطور میں آ رہا ہے)۔

○ پہنتے وقت پہلے دایاں جوتا پہننا اور اتارتے وقت پہلے بایاں جوتا اتارنا چاہیے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِذَا انْتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِينِ وَإِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ، وَلْتَكُنِ الْيُمْنَى أَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَآخِرَهُمَا تُنْزَعُ ﴾ "جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو پہلے دایاں جوتا پہنے اور جب اتارے تو پہلے بایاں اتارے اور دایاں جوتا پہننے میں پہلا اور اتارنے میں آخری ہو۔"(٥)

○ صرف ایک پاؤں میں جوتا پہن کر چلنا منع ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا يَمْشِ أَحَدُكُمْ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ وَلْيَنْعَلْهُمَا جَمِيعًا أَوْ لِيَخْلَعْهُمَا جَمِيعًا ﴾ "تم میں سے

---

(۱) [بیهقی (۳۲٤/۷) مجمع البحرین (۱۹۰۲) طبرانی (۸۹۲) یہ روایت حسن درجہ کی ہے۔]
(۲) [بخاری (۵۸۵۷) کتاب اللباس : باب قبالان فی نعل ومن رأی قبالا واحدا واسعا]
(۳) [مسلم (۲۰۹٦) کتاب اللباس والزینة : باب استحباب لبس النعال وما فی معناها]
(٤) [صحیح : صحیح ترمذی ، ترمذی (۱۷٦۹) ابواب اللباس : باب ما جاء فی لبس الجبة والخفین]
(٥) [بخاری (۵۸۵٦) کتاب اللباس : باب ینزع نعله الیسری ' ابو داود (٤۱۳۹) ترمذی (۱۷۷٦)]

کوئی بھی ایک جوتے میں مت چلے' اسے چاہیے کہ دونوں اکٹھے پہنے یا دونوں اکٹھے اتارے۔"(۱)

○ کھڑے ہو کر جوتا پہننے کی ممانعت اور اس کا سبب۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَّنْتَعِلَ الرَّجُلُ قَائِمًا ﴾ "رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے منع فرمایا ہے۔"(۲)

اہل علم کا کہنا ہے کہ کھڑے ہو کر جوتا پہننے کی ممانعت کا سبب یہ ہے کہ بیٹھ کر جوتا پہننے میں سہولت ہے جبکہ کھڑے ہو کر جوتا پہنتے ہوئے انسان کے گرنے کا امکان ہے۔ لہٰذا ایسا جوتا جسے کھڑے ہو کر پہننا دشوار ہے اسے بیٹھ کر ہی پہننا چاہیے لیکن اگر جوتا ایسا ہو جسے کھڑے ہو کر پہننے میں کوئی مشکل نہیں (جیسے ہمارے آج کل کے عام استعمال کے جوتے ہیں مثلاً چپل یا سینڈل وغیرہ) تو انہیں کھڑے ہو کر بھی پہنا جا سکتا ہے۔ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ اور شیخ عبد المحسن العباد نے بھی یہی وضاحت فرمائی ہے۔(۳)

○ جوتوں، موزوں اور جرابوں پر مسح جائز ہے۔ اگر باوضوء حالت میں جوتے، موزے اور جرابیں پہنی ہوں تو اُن پر مقیم ایک دن اور رات جبکہ مسافر تین دن اور رات تک مسح کر سکتا ہے۔(٤) نبی ﷺ سے مذکورہ تینوں اشیاء پر مسح کرنا ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ﴿ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالْعَمَامَةِ ﴾ "آپ ﷺ نے موزوں اور پگڑی پر مسح کیا۔"(٥) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا ﴿ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ ﴾ "اور جرابوں اور جوتیوں پر مسح کیا۔"(٦)

⇦ مسح کے مسائل کی مزید تفصیل کے لئے شیخ البانی رحمہ اللہ کی کتاب "المسح علی الجوربین والنعلین" یا ہماری اسی سیریز کی دوسری کتاب "طہارت کی کتاب" ملاحظہ فرمائیے۔

خواتین سے متعلقہ چند احکام

سر کے بال مُنڈوانا

عورتوں کو مردوں کی طرح سر منڈوانے کی اجازت نہیں۔ اسی لئے دورانِ حج انہیں صرف کچھ بال ترشوانے

---

(۱) [بخاری (٥٨٥٥) کتاب اللباس : باب لا یمشی فی نعل واحدة' مسلم (٢٠٩٧) ابو داود (٤١٣٦)]

(۲) [صحیح : السلسلة الصحیحة (٧١٩) ابن ماجه (٣٦١٨) کتاب اللباس : الانتعال قائما]

(۳) [شرح ریاض الصالحین لابن عثیمین (تحت الحدیث : ١٦٥١) شرح سنن ابی داود للعباد (٢١٧/٢٣)]

(٤) [مسلم (٦٧٦) کتاب الطهارة : باب التوقیت فی المسح علی الخفین' ابن ماجة (٥٥٢) نسائی (٨٤/١)]

(٥) [ترمذی (١٠٠) کتاب الطهارة : باب ما جاء فی المسح علی الجوربین والعمامة' مسلم (٢٧٤)]

(٦) [صحیح : صحیح أبو داود (١٤٧'١٤٨) کتاب الطهارة : باب المسح علی الجوربین' تمام المنة (ص/١١٣) ترمذی (٩٩) ابن ماجة (٥٥٩) نسائی (٩٢/١) ابن حبان (١٧٦) بیهقی (٢٨٣/١)]

کی ہی تاکید کی گئی ہے۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ حَلْقٌ إِنَّمَا عَلَى النِّسَاءِ التَّقْصِيرُ ﴾ ''عورتوں کے لیے بال منڈوانا نہیں بلکہ صرف کچھ بال ترشوانا ہی ہے۔''(۱)

(عبد الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ) اس حدیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ عورتوں کے لیے بال منڈوانا جائز نہیں۔(۲)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) عورت کے لئے سر کے بال منڈوانا حرام ہے، لیکن اگر کوئی مجبوری ہو تو پھر کوئی حرج نہیں جیسے کہ وہ بالوں کی اصلاح کرنے سے عاجز ہو، سر میں بہت زیادہ جوئیں پڑ جائیں، بالخصوص جب عورت عمر رسیدہ ہو یا بیمار ہو اور اس کے سر کی جلد پر زخم، پھوڑے یا اس کی مثل کچھ ہو اور بالوں کو باقی رکھنا اس کے لئے مضر اور شفا میں تاخیر کا موجب ہو تو پھر ایسی حالت میں اس کے لئے بال منڈوانے یا کٹوانے میں کوئی حرج نہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ سے ایسی عورت کے متعلق دریافت کیا گیا کہ جو بالوں میں تیل لگانے اور ان کی اصلاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتی، جس وجہ سے اس کے سر میں بہت زیادہ جوئیں پڑ جاتی ہیں تو کیا وہ بالوں کو منڈوا دے؟ تو امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجبوری کی وجہ سے ایسا کرنے میں مجھے امید ہے کہ کوئی حرج نہیں۔ البتہ بلاضرورت عورت پر (سر کے) بال منڈوانا حرام ہے۔(۳)

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) کسی ضرورت (مجبوری) کے تحت عورت کے لئے سر کے بال منڈوانے میں کوئی حرج نہیں مثلاً اس کے سر میں زخم ہو جس کا علاج اس کے بال منڈوائے بغیر ممکن ہی نہ ہو تو پھر اس کا سر منڈوایا جا سکتا ہے۔ تاہم بلاضرورت عورت کا سر منڈوانے کو اہل علم نے حرام کہا ہے کیونکہ اس میں مردوں کی مشابہت ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔(۴)

(شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ رحمہ اللہ) عورتوں کے لئے سر کے بال منڈوانا جائز نہیں۔(۵)

سر کے بال کاٹنا

(شیخ ابن باز رحمہ اللہ) کسی عورت نے سر کے بال کاٹنے کے متعلق مسئلہ دریافت کیا تو شیخ نے جواب دیا کہ عورت کے لئے بالوں کو کاٹنے یا تراشنے میں کوئی حرج نہیں، صرف مونڈنا منع ہے اس کی ہرگز اجازت نہیں۔ آپ کو اپنے سر کے بال نہیں مونڈنے چاہییں، مگر لمبائی یا کثرت کی وجہ سے بال کاٹنے میں کوئی عیب نہیں، لیکن یہ عمل اس طرح

(۱) [صحیح: صحیح ابو داود (۱۷۴۷، ۱۷۴۸) کتاب المناسك: باب الحلق والتقصیر' ابو داود (۱۹۸۴، ۱۹۸۵)] امام نوویؒ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔[المجموع (۱۸۳/۸)]

(۲) [تحفة الأحوذی (۷۸۷/۳)]

(۳) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۶۴/۴)]

(۴) [فتاوی نور علی الدرب: فتاوی الزينة والمرأة]

(۵) [فتاوی ورسائل محمد بن ابراهيم آل شيخ (۳۵/۲)]

خوبصورت انداز میں ہو کہ آپ کو بھی اور آپ کے خاوند کو بھی پسند آئے اور یہ کہ ان کی کاٹ تراش اس کی موافقت (اجازت) سے ہو اور یہ عمل کسی کافر عورت سے مشابہت بھی نہ رکھتا ہو۔ بالوں کا کاٹنا اس لئے بھی جائز ہے کہ لمبے بالوں کی صورت میں غسل اور کنگھی کرتے وقت دِقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لہٰذا اگر بال زیادہ ہوں اور کوئی خاتون لمبے یا زیادہ ہونے کی وجہ سے انہیں ترشوا لے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور یہ کسی طرح بھی ضرر رساں نہ ہوگا۔ ایسا کرنا اس لئے بھی جائز ہو سکتا ہے کہ کچھ بال ترشوانے میں حسن و جمال کا ایسا عنصر بھی ہے جسے عورت اور اس کا خاوند پسند کرتے ہیں، لہٰذا ہم اس میں کوئی وجہ ممانعت نہیں پاتے۔ جہاں تک تمام بال مونڈ دینے کا تعلق ہے تو یہ کام، بیماری یا کسی علت کے علاوہ ناجائز ہے۔(۱)

(شیخ البانی رحمہ اللہ) عورت کے (سر کے) بال کاٹنے کے متعلق یہ دیکھا جائے گا کہ اُسے اس عمل پر کس چیز نے اُبھارا ہے۔ اگر تو وہ کافر و فاسق عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے کے لئے ایسا کرتی ہے تو پھر اس نیت کی وجہ سے اس کے لئے بال کاٹنا جائز نہیں۔ لیکن اگر وہ محض اپنے بالوں میں تخفیف اور شوہر کی رغبت کے حصول کے لئے ایسا کرتی ہے تو پھر میری رائے میں یہ ممنوع نہیں۔ صحیح مسلم میں یہ روایت موجود ہے کہ ﴿ اَنَّ نِسَاءَ النَّبِیِّ ﷺ کُنَّ یَاْخُذْنَ مِنْ شُعُوْرِھِنَّ حَتّٰی تَکُوْنَ کَالْوَفْرَۃِ ﴾ ''نبی کریم ﷺ کی بیویاں اپنے (سر کے) بال کاٹتی تھیں حتیٰ کہ وہ وَفرہ کی طرح (یعنی کانوں کی لو تک) ہو جاتے تھے''۔(۲)

اہل علم کی درج بالا تشریحات کے پیش نظر معلوم ہوتا ہے کہ عورت اپنے سر کے بال کٹوا سکتی ہے بشرطیکہ

- صرف اپنے شوہر کے سامنے خوبصورت بننے کے لئے ایسا کرے نہ کہ غیر مردوں کو دکھانے کے لئے۔
- شوہر کی اجازت سے بال کٹوائے۔
- بال کٹوانے کا مقصد کسی کافر و مشرک عورت سے مشابہت اختیار کرنا نہ ہو۔
- نہ ہی اس انداز سے بال کٹوائے کہ مردوں سے مشابہت ہو جائے کیونکہ وہ بھی ممنوع ہے۔

اہل علم کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر کوئی ضرورت ہو مثلاً عورت بالوں کی اصلاح پر قادر نہ ہو جس وجہ سے بہت زیادہ جوئیں پڑ جائیں یا بال اتنے گھنے ہوں کہ کنگھی کرنا ہی مشکل ہو تو پھر بال کٹوانے میں کوئی حرج نہیں (حتیٰ کہ اس صورت میں تو بال منڈوائے بھی جا سکتے ہیں، جیسا کہ سابقہ عنوان کے تحت اس کی کچھ تفصیل گزر چکی ہے)۔

سر پر وِگ (Wig) لگانا

---

(۱) [فتاوی برائے خواتین، اردو ترجمہ "فتاوی المرأة" (ص: ۲۷۲)]

(۲) [المسائل العلمية والفتاوى الشرعية "فتاوى الشيخ الالبانی فی المدينة والامارات" (ص: ۲٤۷) اور حدیث کے لئے دیکھئے: مسلم (۳۲۰) كتاب الحيض: باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابة]

سر پر وِگ یعنی نقلی بالوں کا استعمال ممنوع ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَ الْمُسْتَوْصِلَةَ ﴾''اللہ تعالیٰ نے سر میں مصنوعی بال لگانے والی اور لگوانے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔''(۱) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿ زَجَرَ النَّبِيُّ ﷺ اَنْ تَصِلَ الْمَرْاَةُ بِرَاْسِهَا شَيْئًا ﴾''نبی کریم ﷺ نے اس بات پر ڈانٹا ہے کہ عورت اپنے سر کے ساتھ کچھ بھی ملائے۔''(۲) شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے کہ سر پر مصنوعی بال لگوانا جائز نہیں۔(۳)

○ واضح رہے کہ مصنوعی بال لگوانا عورتوں کی طرح مردوں کے لئے بھی جائز نہیں۔ شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے اپنے ایک فتوے میں فرمایا ہے کہ مصنوعی بال لگوانے کے مسئلے میں مرد وعورت میں کوئی فرق نہیں کیونکہ علتِ حرمت دونوں میں مشترک ہے اور اس حرمت کی چار وجوہات ہیں: ① یہ کام اُن امور میں سے ہے جن سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ ② اس میں (دوسروں کے لئے) فریب اور دھوکہ ہے۔ ③ اس میں یہود کی مشابہت ہے۔ ④ اور یہ عمل عذاب اور ہلاکت کا موجب ہے جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے۔(۴)

بالوں میں پراندہ لگانا

ایک روایت میں ہے کہ ''نبی کریم ﷺ نے اس بات پر ڈانٹا ہے کہ عورت اپنے سر کے ساتھ کچھ بھی ملائے۔''(۵) اس روایت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے امام مالک، امام طبری رحمہما اللہ اور دیگر متعدد علما نے کہا ہے کہ بالوں کے ساتھ کوئی بھی چیز ملانا منع ہے خواہ بال ملائے جائیں یا ریشمی و سوتی دھاگہ (پراندہ)۔ لیکن لیث بن سعد رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ بالوں کے ساتھ صرف (مصنوعی) بال ملانا ہی منع ہے جبکہ کوئی رومال یا سوتی دھاگہ (پراندہ) ملانے میں کوئی حرج نہیں۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے بھی یہی رائے اختیار کی ہے کہ ریشمی رنگ دار دھاگے (پراندے) یا ان جیسی کوئی دوسری چیز جو بالوں کے مشابہ نہ ہو، اسے بالوں کے ساتھ ملانا منع نہیں، کیونکہ اس سے مقصود محض تجمل و آرائش ہی ہے۔ یہی رائے زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے۔ (واللہ اعلم)

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بالوں میں مصنوعی بال لگوانے کی ممانعت اس وجہ سے ہے کہ اس میں دوسروں کو فریب اور دھوکہ دہی کی صورت ہے (یعنی اس طرح انسان لوگوں کے سامنے بالوں سے متعلقہ اپنے

---

(۱) [بخاری (۵۹۳۷) كتاب اللباس : باب الوصل في الشعر' مسلم (۲۱۲٤) ترمذی (۲۷۸۳)]

(۲) [مسلم (۲۱۲٦) كتاب اللباس والزينة : باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة]

(۳) [مجموع فتاوى ابن باز (۵۲/۱۰)]

(٤) [مجموع فتاوى ابن باز (۲۹۱/۲۵) اور حدیث کے لئے دیکھئے : بخاری (۵۵۸۹) مسلم (۲۱۲۷)]

(۵) [مسلم (۲۱۲٦) كتاب اللباس والزينة : باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة]

عیب پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے)۔[1] تو جب کوئی عورت سر پر بالوں کے علاوہ رومال، سکارف یا سوتی وریشمی دھاگے سے تیار کردہ پراندہ ڈالے گی تو اس میں دھوکہ دہی کا امکان باقی نہیں رہتا اس لئے یہ ممنوع نہیں۔

چہرے اور اَبرؤوں کے بال اتروانا (Plucking)

پلکنگ یعنی اَبرؤوں کے بال کٹوانا منع ہے، اسی طرح خوبصورتی کے لئے چہرے کے بال صاف کرانا بھی منع ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لَعَنَ اللّٰهُ الْمُتَنَمِّصَاتِ ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے چہرے سے بال اُکھاڑنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے۔''[2] ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿لَعَنَ اللّٰهُ ... النَّامِصَاتِ وَ الْمُتَنَمِّصَاتِ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ایسی عورتوں پر لعنت کی ہے جو چہرے کے بال اُکھاڑتی ہے اور جو یہ کام کرواتی ہیں۔''[3] اہل علم کا کہنا ہے کہ اس حدیث کی رو سے (ابرؤوں سمیت) چہرے کے کسی بھی حصے کے بال اُکھاڑنا منع ہے خواہ شوہر بھی ایسا کرنے کا حکم دے (تب بھی یہ منع ہے کیونکہ خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں)۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے فتویٰ دیا ہے کہ اَبرو کے بال اُکھاڑنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔[4] شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے کہ عورت کے لئے اَبرؤوں کے بال اتارنا یا انہیں باریک کرنا جائز نہیں۔[5]

○ مردوں کے لئے بھی ابرؤوں کے بال اتارنا ناجائز ہے کیونکہ یہ بھی ''نمص'' میں شامل ہے جس سے حدیث میں منع کیا گیا ہے۔ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔[6] شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ مرد اور عورت دونوں کے لئے چہرے کے کسی بھی حصے سے بال اُکھاڑنا نمص ہے (اور یہ ممنوع ہے)۔[7]

کمر، ٹانگوں اور بازؤوں وغیرہ کے بال صاف کرنا (Threading)

(شیخ ابن باز رحمہ اللہ) عورتوں کے لئے ٹانگوں اور بازؤوں کے بال اتارنے میں کوئی حرج نہیں اور ہم اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے (یہ عمل جائز اس لئے ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا)۔[8]

---

(۱) [بخاری (۵۹۳۸) كتاب اللباس : باب وصل في الشعر]

(۲) [حسن صحيح : السلسلة الصحيحة (۲۷۹۲) نسائی (۵۱۰۹)]

(۳) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (۵۰۹۴) ابو داود (۴۱۷۰) مسند احمد (۲۵۷/۶)]

(۴) [مجموع فتاوی لابن عثیمین (۸۳۲/۲)]

(۵) [فتاوی برائے خواتین ، اردو ترجمہ " فتاوى المرأة " (ص : ۲۷۳)]

(۶) [مجموع فتاوی لابن عثیمین (۱۲۳/۱۱)]

(۷) [مجموع فتاوی لابن باز (۳۹/۲۹)]

(۸) [فتاوی برائے خواتین ، اردو ترجمہ " فتاوى المرأة " (ص : ۳۲۷)]

○ کسی نے دریافت کیا کہ کیا مرد کے لئے جائز ہے کہ وہ بغلوں اور زیر ناف کے ساتھ ساتھ جسم کے باقی حصوں مثلاً کمر، پنڈلیوں اور رانوں سے بھی بالوں کو صاف کر دے جبکہ مقصود عورتوں یا اہل کتاب سے مشابہت اختیار کرنا بھی نہ ہو۔ تو شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ مذکورہ بالوں کو صاف کرنا جائز ہے کیونکہ ان کی صفائی سے جسم کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا بشرطیکہ عورتوں یا کافروں سے مشابہت مقصود نہ ہو کیونکہ اصل اباحت و جواز ہی ہے اور کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ دلیل کے بغیر کسی چیز کو حرام قرار دے اور مذکورہ بالوں کے صاف کرنے کی حرمت کی کوئی دلیل نہیں۔ اللہ اور رسول ﷺ کی (اس بارے میں) خاموشی دلیل ہے کہ یہ عمل جائز ہے۔[1]

غیر عادی بالوں کو صاف کرنا

غیر عادی یعنی ایسے بال جو خلافِ عادت عورت کے جسم پر اُگ آئیں جیسے عورت کی مونچھیں یا داڑھی اُگ آئے۔ تو اس بارے میں امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ایسے بالوں کا اتارنا حرام نہیں بلکہ ہمارے نزدیک انہیں اتارنا مستحب ہے۔[2] شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ ایسے بالوں کے اتارنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ خلافِ عادت ہیں اور چہرے کے لئے بدنمائی کا باعث ہیں۔[3] شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے بھی ایسے بالوں کو اتارنے کے جواز کا ہی فتویٰ دیا ہے۔[4]

بالوں کو رنگنا (Hair Dye)

خواتین کے لئے بالوں کو رنگنے میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ اس کی تفصیل پیچھے ('سر اور داڑھی کے بالوں کو رنگنے کا بیان' کے تحت) گزر چکی ہے کہ بالوں کو زرد، سرخ، سبز اور گولڈن (غرض) ہر رنگ سے رنگا جا سکتا ہے، صرف کالے رنگ سے بچنا ضروری ہے۔ یہی حکم مردوں کے لئے بھی ہے۔

خوبصورتی کے لئے دانتوں کو باریک کرانا یا ان میں کشادگی کرانا

یہ عمل حرام ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ ﴿لَعَنَ اللّٰهُ ... الْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ... خوبصورتی کے لیے اگلے دانتوں میں کشادگی کرنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے کہ یہ اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت میں تبدیلی کرتی ہیں۔''[5]

---

(۱) [مقالات وفتاوی ابن باز 'اردو' (ص: ۴۱۷) مطبوعہ دار السلام]

(۲) [شرح مسلم للنووی (۱۰۶/۱۴)]

(۳) [مجموع فتاوی لابن عثیمین (۸۳۲/۲)]

(۴) [مجموع فتاوی لابن باز (۴۰۲/۶)]

(۵) [بخاری (۴۸۸۶) کتاب تفسیر القرآن: باب وما آتاکم الرسول فخذوه]

زیور پہننے کے لئے ناک اور کان میں سوراخ نکلوانا

عہد رسالت میں عورتیں کانوں میں (سوراخ کرا کے) زیور پہنتی تھیں، لیکن نبی ﷺ نے انہیں منع نہیں فرمایا جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے وعظ کرنے پر عورتیں اپنے کانوں اور گردن کا زیور اتار کر دینے لگیں۔[۱] اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میں تیرے لئے اُس طرح ہوں جیسے ابوزرع اُم زرع کے لئے تھا۔ اور ابوزرع نے اپنی بیوی کے کانوں کو زیور سے بھر دیا تھا۔[۲]

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) زیور پہننے کے لئے کانوں میں سوراخ کرانے میں کوئی حرج نہیں اور جہاں ناک میں زیور پہننا زینت شمار ہوتا ہو وہاں ناک میں سوراخ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔[۳]

(شیخ ابن جبرین رحمہ اللہ) عورت ہر وہ زیور پہن سکتی ہے جو عادتاً پہنا جاتا ہو۔ اس کے لئے اگر بدن میں سوراخ بھی کرنا پڑے تو کوئی حرج نہیں۔ مثلاً کانوں میں بالیاں وغیرہ پہننا۔ ممکن ہے ناک میں نتھ پہننا ایسے ہی جائز ہو جیسا کہ اونٹ کی ناک میں سوراخ کر کے نکیل ڈالنا۔ ویسے دونوں مثالیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔[٤]

جسم پر پرمانٹ نقش و نگار بنانا (Body Art , Tattoo Making)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لَعَنَ اللّٰهُ ... اَلْوَاشِمَةَ وَ الْمُسْتَوْشِمَةَ﴾ "اللہ تعالیٰ نے جسم گودنے والیوں اور گودوانے والیوں پر لعنت بھیجی ہے۔"[٥]

"وشم" یعنی گودنے سے مراد یہ ہے کہ سوئی وغیرہ کے ذریعے سرمہ یا نیل بھر کر جسم کے کسی حصے کو نیلا یا سبز بنا دیا جائے (یعنی اس پر ایسے بیل بوٹے، پھول، نقش و نگار یا کوئی اور چیز بنا دی جائے جو بآسانی اتر نہ سکے)۔[٦] یہ عمل حرام ہے، ایسا کام کرنے والے اور کروانے والے دونوں ہی ملعون ہیں۔ موجودہ دور میں جسم پر بنائے جانے والے مختلف قسم کے "ٹے ٹو" (Tattoo) بھی اس حرمت میں شامل ہیں۔

لینز (Eye Lenses) لگانا

لینز دو طرح کے ہیں: ایک وہ ہیں جو نظر کی کمزوری کی وجہ سے استعمال کئے جاتے ہیں، ایسے لینز کسی ماہر

---

(۱) [بخاری (٤٩٥١) مسلم (٨٨٤)]

(۲) [بخاری (٤٨٩٣) مسلم (٢٤٤٨)]

(۳) [مجموع فتاوی ابن عثیمین (٩٢/١١)، (سوال نمبر: ٦٩)]

(٤) [فتاوی برائے خواتین، اردو ترجمہ "فتاوی المرأة" (ص: ٢٩٢)]

(٥) [بخاری (٥٩٣٣) کتاب اللباس: باب وصل فی الشعر]

(٦) [النہایۃ فی غریب الحدیث لابن الأثیر (٤١٦/٥)]

معالج کے مشورے سے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ دوسری قسم کے لینز وہ ہیں جو محض خوبصورتی کے لئے آنکھوں میں لگائے جاتے ہیں۔ اہل علم کا کہنا ہے کہ ایسے لینز بھی استعمال تو کئے جا سکتے ہیں لیکن یہ لحاظ رکھنا چاہیے کہ یہ لینز بہت قیمتی نہ ہوں کہ جو اسراف وتبذیر کی حد کو پہنچ جائیں، اسی طرح انہیں لگانے سے آنکھوں کو کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ بھی نہ ہو۔ اگر مذکورہ دونوں صورتوں میں سے کوئی بھی صورت ہو تو پھر ایسے لینز لگانا ممنوع ہوگا۔

(شیخ صالح الفوزان رحمہ اللہ) ضرورت کے تحت لینز استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن بلاضرورت ان کے استعمال کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے، بالخصوص جب وہ بہت مہنگے ہوں، کیونکہ اس صورت میں اُن کا شمار حرام کردہ اسراف میں ہوگا۔ علاوہ ازیں ان میں فریب ودھوکہ بھی ہے کیونکہ یہ آنکھوں کو بلاضرورت اصلی حالت کی بجائے غیر اصلی حالت میں ظاہر کرتے ہیں۔(۱)

سرخی (Lipstick) لگانا

اہل علم کا کہنا ہے کہ اگر لپ اسٹک میں کسی حرام چیز کی آمیزش ہو یا اس کے استعمال سے ہونٹوں کو کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ ہو تو پھر اس کا استعمال ناجائز ہے، بصورتِ دیگر اسے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ اس کی بجائے ہونٹوں کو سرخ کرنے کے لئے دنداسہ استعمال کیا جائے کیونکہ وہ ایک قدرتی چیز ہے جو طبی طور پر مفید ہے، جراثیم کش ہے، دانتوں کو صاف اور مضبوط بناتی ہے اور ایک حد تک ہونٹ بھی سرخ کر دیتی ہے۔

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) لپ اسٹک لگانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اصل تو حلت (جواز) ہی ہے جب تک حرمت واضح نہ ہو جائے... لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ ہونٹوں کے لئے نقصان دہ ہے تو پھر اس سے منع کیا جائے گا، مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ اس سے ہونٹ پھٹ جاتے ہیں لہٰذا اگر یہ ثابت ہو جائے تو پھر انسان کو نقصان دینے والی چیز سے (شریعت میں) منع کیا گیا ہے۔(۲)

فیس پاؤڈر (Face Powder) کا استعمال

(شیخ ابن باز رحمہ اللہ) پاؤڈرز کا مسئلہ تفصیل طلب ہے، اگر تو ان پاؤڈرز سے خوبصورتی حاصل ہوتی ہو اور وہ چہرے کو نقصان نہ دیں اور نہ ہی کسی دوسری ضرر رساں حالت کو پیدا کرنے کا ذریعہ بنیں تو ان کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر ان کے استعمال میں نقصان ہو یا وہ کسی نقصان کا ذریعہ بن سکتے ہوں تو ان کے نقصان کی بنا پر ان کے استعمال سے منع کیا جائے گا۔(۳)

---

(۱) [مجلة الدعوة (الریاض) شمارہ: ۱۳۱۱]

(۲) [فتاوی منار الاسلام (۸۳۱/۳)]

(۳) [مجموع فتاوی ومقالات متنوعة لابن باز (۳۹۵/۶)]

ناخن بڑھانا اور نیل پالش (Nail Polish) لگانا

ناخن بڑھانا سنت کی خلاف ورزی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ''دس کام فطرت سے ہیں (یعنی سابقہ تمام انبیاء کی بھی سنت ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہاتھوں اور پیروں کے) ناخن کاٹنا۔'' (۱) اور ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ناخن کاٹنے کی آخری حد چالیس دن ہے (یعنی چالیس دن سے زیادہ بغیر کاٹے ناخن چھوڑنا جائز نہیں)۔(۲) نیز اہل علم کا کہنا ہے کہ ناخن بڑھانے میں درندوں اور کفار کی بھی مشابہت ہے (اس لئے بھی یہ منع ہے)۔(۳) علاوہ ازیں نیل پالش لگانے کے متعلق شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا یہ فتویٰ ہے کہ یہ بذاتِ خود منع نہیں، البتہ اگر یہ لگی ہو تو وضو نہیں ہوتا اس لئے وضوء کے وقت اسے اتارنا ضروری ہے۔(٤)

ہاتھوں اور پاؤں کے ناخنوں پر مہندی لگانا

عورت کے لئے ہاتھوں اور پاؤں پر مہندی لگانا جائز ہے، البتہ اسے کوشش کرنی چاہیے کہ کم از کم اس کے ناخن مہندی سے رنگے ہوئے ہوں تا کہ مردوں کے مقابلے میں نمایاں رہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے اپنے ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا، اس کے پاس آپ کے لئے ایک خط تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا ﴿ مَا أَدْرِي أَيَدُ رَجُلٍ أَمْ يَدُ امْرَأَةٍ ﴾ ''مجھے معلوم نہیں کہ یہ ہاتھ مرد کا ہے یا عورت کا؟'' اس نے کہا کہ عورت کا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لَوْ كُنْتِ امْرَأَةً لَغَيَّرْتِ أَظْفَارَكِ ۔ يَعْنِي بِالْحِنَّاءِ ﴾ ''اگر تو عورت ہوتی تو اپنے ناخنوں کو رنگ لیتی'' یعنی مہندی لگاتی۔(٥)

پاؤں میں پازیب پہننا

(شیخ ابن باز رحمہ اللہ) خاوند، عورتوں اور محرم رشتہ داروں کے سامنے عورت کے لئے پازیب پہننا جائز ہے کیونکہ پازیب کا شمار ایسے زیورات میں ہوتا ہے جنہیں خواتین پاؤں میں پہنتی ہیں۔(٦)

(شیخ ابن جبرین رحمہ اللہ) خوبصورتی کے لئے پاؤں میں پازیب پہننا جائز ہے لیکن عورت اسے غیر مردوں کے سامنے ظاہر کرنے کے لئے زمین پر نہیں مار سکتی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا

---

(۱) [مسلم (۲٦۱) كتاب الطهارة : باب خصال الفطرة ، ابو داود (٥۳) ترمذی (۲۷٥۷) ابن ماجه (۲۹۳)]

(۲) [صحيح : صحيح ترمذی ، ترمذی (۲٥۷۹) كتاب الادب : باب فی التوقيت فی تقليم الاظفار]

(۳) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۱۷۳/٥)]

(٤) [فتاوی برائے خواتین ، اردو ترجمه "فتاوی المرأة" (ص : ۲۷۳)]

(٥) [حسن : صحيح ابو داود ، ابو داود (٤۱٦٦) كتاب الترجل : باب فی الخضاب]

(٦) [فتاوی برائے خواتین ، اردو ترجمه "فتاوی المرأة" (ص : ۲۷۱)]

يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ ﴾ [النور : ۳۱] ''اور وہ اپنے پاؤں (زور زور سے) زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت (پازیب) انہوں نے چھپا رکھی ہے وہ (لوگوں کو) معلوم ہو جائے۔''(۱)

اُونچی ایڑی والی جوتی پہننا

(شیخ ابن باز رحمہ اللہ) اونچی ایڑی کم از کم کراہت کا حکم رکھتی ہے کیونکہ اس میں دھوکہ ہے۔ عورت دراز قد معلوم ہوتی ہے جبکہ وہ حقیقت میں ایسی نہیں ہوتی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں عورت کے گرنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ ڈاکٹروں کی رائے میں ایسی جوتی پہننا صحت کے لئے نقصان دہ ہے۔(۲)

عورت کا شوہر کے لئے بھی زیب و زینت اختیار نہ کرنا

عورت کے لئے بن سنور کر اجنبی مردوں کے سامنے جانا حرام ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اپنے شوہر کے سامنے بھی انتہائی قبیح حالت میں رہے اور تجمل و آرائش سے یکسر کنارہ کش ہی ہو جائے۔ بالعموم دیکھنے میں آیا ہے کہ باپردہ خواتین بھی جب گھر سے باہر کسی رشتہ دار یا سہیلی وغیرہ کے گھر جانے کا ارادہ کرتی ہیں تو خوب بجتی سنورتی ہیں لیکن جب گھر میں ہوتی ہیں تو شوہر کے لئے خوبصورت بننا اُن کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ یہ طریقہ نہایت نامناسب ہے۔ عورت پر اولین حق شوہر کا ہے کہ وہ اس کے لئے خود کو مزین کرے، سجے سنورے اور اسے جسمانی و ذہنی تھکاوٹ میں تسکین و طمانیت کا سامان فراہم کرے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ بہترین عورت وہ ہے جب اس کا شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے۔(۳)

بلاشبہ شوہر جب سارے دن کے کام کاج سے فارغ ہو کر گھر پہنچتا ہے تو عورت کو خوبصورت حالت میں مسکراتا دیکھ کر اسے بہت خوشی محسوس ہوتی ہے اور اس کی تھکاوٹ بہت جلد اُتر جاتی ہے، نتیجے میں وہ عورت کے ساتھ بہت خوشگوار حالت میں وقت گزارتا ہے۔ لیکن اگر گھر پہنچنے پر اسے اپنی بیوی کی انتہائی بری حالت دیکھنی پڑے اور اسے کسی قسم کی کوئی اچھی بات اور خوشی نصیب نہ ہو تو پھر فوراً اس پر شیطان حملہ کر دیتا ہے اور راہ چلتی اجنبی عورتوں کو اس کے سامنے خوب مزین کر کے پیش کرتا ہے جبکہ اس کی اپنی بیوی کو اس کی نظروں میں گرا دیتا ہے۔ اس لئے ہر مسلمان عورت کو چاہیے کہ وہ اپنی دلکش مسکراہٹ، خوشگوار تاثرات اور تجمل و آرائش کے لئے شوہر کو سب سے مقدم رکھے، اسی میں اس کے لیے دنیا و آخرت کی فلاح کا راز مضمر ہے۔

---

(۱) [ایضا (ص: ۲۹۸)]

(۲) [فتاوی برائے خواتین، اردو ترجمہ "فتاوی المرأة" (ص: ۲۷۵-۲۷۶)]

(۳) [حسن: ارواء الغلیل (۱۷۸۶) صحیح الجامع الصغیر (۳۲۹۸) الصحیحة (۱۸۳۸) نسائی (۳۲۳۱)]

باب الحجاب حجاب کا بیان

حجاب کامفہوم

"حِجَاب" دراصل عربی زبان کالفظ ہے۔اس کی جمع حُجُب ہے۔اس کا معنی ہے''پردہ''اور'' ہروہ چیز جودو چیزوں کے درمیان حائل ہوجائے۔'' یہ باب حَجَبَ يَحْجُبُ حِجَابًا (بروزن نصر) سے مصدر بھی آتا ہے اوراس کا معنی ہے''چھپانا'' اور'' حائل ہونا''۔ یہ لفظ قرآن کریم میں بھی اس معنی میں استعمال ہوا ہے۔جیسا کہ سورۂ شوریٰ میں ہے کہ ﴿ وَ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ ﴾ [الشوری : ۵۱] ''کسی بشر کا یہ مقام نہیں کہ اللہ اُس سے روبرو بات کرے۔اُس کی بات یاتو وحی کے طور پر ہوتی ہے یا پردے کے پیچھے سے۔''اسی طرح ایک دوسرے مقام پر ہے کہ ﴿ وَ بَيْنَهُمَا حِجَابٌ ﴾ [الاعراف : ٤٦] ''ان دونوں گروہوں (اہل جنت اوراہل جہنم) کے درمیان ایک پردہ حائل ہوگا۔''

(علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ) نقل فرماتے ہیں کہ ((اَصْلُ الْحِجَابِ هُوَ السِّتْرُ الْحَائِلُ بَيْنَ الرَّائِيْ وَ الْمَرْئِيِّ))''حجاب کی اصل وہ پردہ ہے جو دیکھنے والے اور دیکھی جانے والی چیز کے درمیان حائل ہو جائے۔''(۱)

شرعاً حجاب سے مراد یہ ہے کہ عورت جب گھر سے باہر نکلے تو اپنے اوپر کوئی بڑی چادر اوڑھ کر نکلے جس سے اس کا سارا جسم چھپ جائے ،صرف ایک آنکھ ننگی ہو جس سے وہ راستہ دیکھ سکے۔اصل مقصود یہ ہے کہ عورت کا سارا جسم ڈھکا ہو خواہ وہ مروجہ برقعے کے ساتھ ایسا کرے یا کسی بھی چادر کے ساتھ ،لیکن وہ برقعہ یا چادر اتنی تنگ یا باریک کپڑے کی نہ ہو کہ اس میں سے جسم کے سارے خدوخال نمایاں ہوں۔واضح رہے کہ عورت ہرغیر محرم سے حجاب کرے گی خواہ وہ کوئی اجنبی ہو یا رشتہ دار اور خواہ وہ گھر کے اندر ہی کیوں نہ ہو جیسے دیور اور جیٹھ وغیرہ۔اور غیر محرم اُسے کہتے ہیں جس کے ساتھ زندگی میں کسی بھی موقع پر نکاح جائز ہو جیسے چچازاد اور خالہ زاد وغیرہ۔اس کے برعکس جو رشتے اَبدی طور پر حرام ہیں جیسے والد، بھائی، بیٹا اور بھتیجا وغیرہ تو ایسے لوگوں سے حجاب نہیں ہے اور انہی کو محرم رشتہ دار کہا جاتا ہے۔البتہ یہ یاد رہے کہ محرم رشتہ داروں سے بھی عورت اپنا ستر ضرور چھپائے گی اور عورت کے لئے ستر کی حدود (جیسا کہ ابتدائے کتاب میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے) یہ ہیں کہ عورت کا سارا بدن ہی ستر ہے سوائے چہرے اور ہاتھوں کے۔جبکہ حجاب اس پر ایک زائد چیز ہے جو صرف اُس وقت ضروری ہے جب کوئی غیر محرم شخص عورت کے پاس موجود ہو خواہ گھر میں یا باہر،اس کے علاوہ حجاب ضروری نہیں صرف ستر پوشی ہی ضروری ہے۔

---

(۱) [مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (۱۷۸/۱)]

حجاب کی اہمیت وضرورت

اسلام نے خواتین کے سلسلے میں بہت سی ہدایات دی ہیں جنہیں اپنا کر ایک عورت باوقار اور باعزت زندگی گزار سکتی ہے اور جن پر عمل پیرا ہو کر وہ اسلامی تہذیب وثقافت کی سب سے مؤثر محافظ بن سکتی ہے۔ جب ایک عورت اسلامی حدود وقیود کی پابند رہتے ہوئے کسی مرد کے نکاح میں چلی جاتی ہے تو نہ صرف پوری زندگی اس کے لئے طمانیت وتسکین کا باعث بنی رہتی ہے بلکہ بچوں کی اچھی تربیت کر کے معاشرتی ترقی اور امن وسکون کا بھی ذریعہ بنتی ہے لیکن اگر یہی عورت ہر قسم کی پابندی سے آزاد ہونے کی کوشش کرے، آوارگی وبدکرداری اور فحاشی وعریانی کا راستہ اختیار کرے تو معاشرتی بگاڑ اور فتنہ وفساد کی بھی موجب بن سکتی ہے۔

دراصل عورت کے لئے سب سے قیمتی متاع شرم وحیا ہی ہے کہ جسے اسلام میں ایمان کا ایک جز قرار دیا گیا ہے۔ اگر عورت میں حیا ہی نہ رہے تو وہ سب کچھ ہو سکتی ہے لیکن عورت نہیں ہو سکتی۔ پھر اس جذبۂ حیا کی حفاظت اور استحکام کے لئے سب سے اہم عامل حجاب ہے۔ دراصل حجاب نسوانی تہذیب کا ایک شعار ہے۔ اور اسلام میں جب بھی عورت کا نام آتا ہے تو یہی تاثر قائم ہوتا ہے کہ ایک باحیا اور شرم وحیا کی چادر میں لپٹی ہوئی خاتون۔ یہی باعث ہے کہ خواتین کے لئے مستورات (چھپائی ہوئی اشیاء) کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ پھر لفظ عورت کا معنی بھی یہی ہے کہ پردے میں چھپی ہوئی کوئی حیادار چیز۔

اسلام میں پردہ وحجاب کی اہمیت روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔ کتاب وسنت کی متعدد نصوص اور مستند دلائل اس کی اہمیت وضرورت، حقیقت ونوعیت اور کیفیت وہیئت کو بیان کرتے نظر آتے ہیں لیکن آج اسی حجاب ونقاب کو اہل مغرب نے انتہا درجہ کی مکروہ اور گھناؤنی چیز سمجھ لیا ہے، جس کا محض تصور ہی فرنگی ضمیر پر ایک بارگراں ہے، جس کو ظلم، تنگ خیالی اور وحشت کی علامت قرار دیا جاتا ہے۔ یہ وہی چیز ہے جس کا نام کسی مشرقی قوم کی جہالت اور تمدنی پسماندگی کے ذکر میں سب سے پہلے لیا جاتا ہے۔

آج مغربی تہذیب نے عورت کو نیلام کا مال بنا کر اب اس کے وجود کو تجارتی گرم بازاری پیدا کرنے کا ذریعہ بنا لیا ہے، جس کے نتیجے میں مغربی ممالک اور معاشروں میں فتنہ وفساد کا ایسا سیلاب اُمنڈ آیا ہے جس کی لہریں عفت وعصمت اور شرم وحیا کی سب اقدار کو بہا کر لے گئی ہیں۔ اس مغربی تہذیب نے جب استعمار کا روپ دھارا اور اسلامی ممالک پر اپنا غاصبانہ قبضہ جما لیا تو دیکھتے ہی دیکھتے یہاں بھی بہت سے خاندان مغربی تہذیب کی چکا چوند سے متاثر ہو کر اپنی اسلامی اقدار سے دور اور محروم ہوتے چلے گئے۔

مغربی تہذیب کے زیر اثر جن دینی اور معاشرتی اقدار سے دوری اور محرومی ہوئی، ان میں سے ایک پردے

کی نعمت بھی ہے۔ اٹھارویں صدی عیسوی میں مسلم خاندانوں کی اکثریت حجاب اور پردے کی اقدار کی حفاظت کرتی دکھائی دیتی ہے مگر گزشتہ تین صدیوں سے دینی اقدار سے غفلت کے نتیجے میں اب صورت حال اس کے برعکس ہے۔ سعودی عرب اور افغانستان وایران کے استثناء کے ساتھ بلادِ اسلامیہ میں ہر جگہ بے پردگی ایک وبا کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ الیکٹرانک میڈیا نے بے حیائی کے اس سیلاب میں زبردست تموج پیدا کر دیا ہے۔ صورت حال اب بے پردگی سے آگے نکل کر بے حیائی کی حدوں کو چھو رہی ہے۔

جدید مادی تہذیب نے اقتصادی ترقی کے نام پر عورت کو گھر سے نکال کر دفتر اور فیکٹریوں تک پہنچا دیا ہے۔ اس سے اقتصادی صورت حال میں کس قدر بہتری پیدا ہوئی ہے؟ اہل فکر ونظر اس سے بخوبی آگاہ ہیں مگر اس سے معاشرتی، خاندانی اور عائلی زندگی میں جو شدید نقصانات ہوئے ہیں وہ اظہر من الشّمس ہیں۔ نئی نسل اور بچے صالح تربیت سے محروم ہو کر ایک ایسی مادر پدر آزاد زندگی گزارنے پر مجبور ہیں جس کے باعث ان میں حیوانی قدریں فروغ پا رہی ہیں۔ زندگی کے کسی بڑے اور اخلاقی مقصد اور نصب العین سے محروم معاشرے میں وہ حشرات الارض کی طرح پرورش پاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی پاک زمین کو فتنہ وفساد کی آماجگاہ بنا رہے ہیں۔ اسلامی ریاستیں اور حکومتیں ان نسلوں کی اخلاقی تربیت کے لوازم فراہم کرنے کے بجائے، ان کی فتنہ سامانیوں اور حشر خیزیوں سے نپٹنے کے لئے پولیس فورس میں توسیع، عدالتوں میں زیادہ سے زیادہ ججوں کے تقرر اور جیل خانوں کی تعداد میں اضافے پر مطمئن ہیں۔ اگر یہی صورت حال جاری رہی تو پورا معاشرہ ایک ناسور اور جہنم زار بن جائے گا۔

اس اندوہ ناک صورت حال سے بچنے کی ایک ہی تدبیر ہے کہ خالقِ کائنات نے انسانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے جو وحی کا سامان فراہم کیا ہے اور اپنے آخری رسول ﷺ کے فرمودات واعمال کو اسوۂ حسنہ قرار دے کر جس طرح انسانیت کے سامنے رکھا ہے، اس پر صدقِ دل سے عمل کر کے اپنی سیرتوں اور صورتوں کا شرف وجمال محفوظ کیا جائے۔ اس تعلیم کا ایک اہم ترین باب پردے کا التزام ہے۔ بے پردگی شیطانی فتنہ سامانیوں کا بہت بڑا دروازہ ہے جو ایک مرتبہ کھل جائے تو پھر کسی خباثت اور رذالت کو ننگا ناچ ناچنے میں رکاوٹ محسوس نہیں ہوتی۔ بے پردگی کے نمونے اور نتائج دیکھے جائیں تو ایک عجیب وغریب مخلوط معاشرہ دکھائی دیتا ہے اور بے پردگی وہ وبا ہے جو ایک دفعہ تعلیم گاہوں اور سرکاری بارگاہوں میں اپنا مقام بنا لے تو پھر اس کے آثار ومظاہر ''میراتھن ریس'' اور ''بیہودہ نسوانی کیٹ واک'' کی شکل ہی میں سامنے آتے ہیں۔

اس لئے موجودہ بے پردگی کو روکنے اور پردہ دار ماحول پیدا کرنے کی ہمیں اشد ضرورت ہے۔ اب دردمند مسلمانوں کے باغیرت اور باحیا حضرات کو پردے کے حق میں ایک تحریک پیدا کرنی چاہیے۔ اسلامی معاشروں میں عفت مآب مسلمان خواتین کی بھی کمی نہیں، خود ان کے ذریعے سے معاشرے، بالخصوص تعلیمی، طبی اور سماجی

اداروں میں جہاں مسلمان خواتین کام کر رہی ہیں، پردے کی روایت کو فروغ دینے کی کوشش کرنی چاہیے اور اسے ایک تحریک بنا دینا چاہیے۔ نیز سب کے سامنے پردے کی اہمیت وضرورت اور افادیت کو اُجاگر کرتے ہوئے بے پردگی کے قبیح نقصانات اور ہلاکتوں کو واضح کر دینا چاہیے۔ (۱)

آیتِ حجاب کا نزول

ابتداء میں مسلم خواتین بھی زیب وزینت کے ساتھ بے حجاب گھر سے باہر نکلا کرتی تھیں۔ ازواجِ مطہرات کا بھی یہی حال تھا۔ غیر مردوں کے گھروں میں داخلے پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ یہ صورتحال حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بہت گراں گزرتی تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس خواہش پر آیتِ حجاب نازل فرمادی۔

اس حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ﴿ اَنَّ اَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ كُنَّ يَخْرُجْنَ بِاللَّيْلِ اِذَا تَبَرَّزْنَ اِلَى الْمَنَاصِعِ ۔ وَ هُوَ صَعِيْدٌ اَفْيَحُ ۔ وَ كَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ لِلنَّبِيِّ ﷺ : احْجُبْ نِسَائَكَ ، فَلَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَفْعَلُ ، فَخَرَجَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِيْ عِشَاءً ، وَكَانَتِ امْرَاَةً طَوِيْلَةً ، فَنَادَاهَا عُمَرُ : اَلَا قَدْ عَرَفْنَاكِ يَا سَوْدَةُ ، حِرْصًا عَلَى اَنْ يُنْزَلَ الْحِجَابُ ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةَ الْحِجَابِ ﴾ ''رسول اللہ ﷺ کی بیویاں رات کے وقت مناصع مقام کی طرف قضائے حاجت کے لئے جاتیں (اور مناصع ایک کھلا میدان ہے)۔ تو عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے یہ درخواست کیا کرتے تھے کہ اپنی بیویوں کو پردہ کرائیے۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے اس پر عمل نہیں کیا۔ ایک روز رات کو عشاء کے وقت زوجہ رسول حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا جو دراز قد عورت تھیں' باہر گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں آواز دے کر کہا کہ ہم نے تمہیں پہچان لیا ہے، اُن کی یہ خواہش تھی کہ پردے کا حکم نازل ہو جائے چنانچہ (اس کے بعد) اللہ تعالیٰ نے آیتِ حجاب نازل فرمادی (یعنی پردے کا حکم نازل فرمادیا)۔'' (۲)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ﴿ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! يَدْخُلُ عَلَيْكَ الْبَرُّ وَ الْفَاجِرُ فَلَوْ اَمَرْتَ اُمَّهَاتَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالْحِجَابِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةَ الْحِجَابِ ﴾ ''اے اللہ کے رسول! آپ کے گھر نیک اور فاسق ہر طرح کے لوگ آتے رہتے ہیں، کاش کہ آپ امہات المومنین

---

(۱) [ماخوذ از: احکام ستر وحجاب از عبد الرحمن کیلانی ۔ پردہ از مولانا مودودی ۔ حرفِ آغاز از پروفیسر عبد الجبار شاکر بر کتاب 'لباس اور پردہ' ۔ "ستر وحجاب ... دینی اور تہذیبی تصورات کی روشنی میں!" ماہنامہ محدث لاہور (جلد ۳۱ ۔ عدد ۲)، (فروری ۱۹۹۹ء)]

(۲) [بخاری (۱۴۶) کتاب الوضوء: باب خروج النساء الی البراز، و اطرافه (۶۲۴۰) کتاب الاستیذان]

کو پردے کا حکم دیں، تو اللہ تعالیٰ نے آیتِ حجاب (پردے کا حکم) نازل فرمادی۔''(۱)

جب حجاب کا حکم نازل ہوا تو عورتوں کو بلاضرورت گھر سے باہر نکلنے سے منع کر دیا گیا اور اگر کوئی عورت گھر سے باہر نکلتی تو اپنے پورے جسم کو ایک بڑی چادر کے ساتھ ڈھانپ کر نکلتی، صرف راستہ دیکھنے کے لئے ایک آنکھ ننگی رکھتی۔ غیر مردوں کے کھلے عام گھروں میں داخلے پر پابندی لگا دی گئی اور اگر کوئی اجنبی مرد بوقتِ ضرورت گھر میں داخل ہوتا بھی تو گھر کی عورتیں پردے کے پیچھے سے ہی اس سے بات کرتیں۔ عورتوں کو غیر مردوں سے نرم اور لوچ دار انداز سے گفتگو کرنے سے روک دیا گیا، اسی طرح غیر مرد کے ساتھ خلوت و تنہائی اختیار کرنے کو بھی حرام قرار دے دیا گیا۔ حجاب کے ان احکام کی کچھ تفصیل آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیے۔

اثباتِ حجاب کے دلائل

❁ آیات قرآنیہ:

❶ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔــلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ﴾ [الاحزاب: ٥٣] ''اے ایمان والو! تم نبی کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو الا یہ کہ تمہیں کھانے کے لئے اجازت دی جائے، نہ یہ کہ (وہاں جا کر) کھانا پکنے کا انتظار کرتے رہو اور لیکن جب تمہیں دعوت دی جائے تب تم داخل ہو جاؤ، پھر جب کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور (وہیں) باتوں میں نہ لگے رہو، بلاشبہ تمہاری یہ روش نبی (ﷺ) کو تکلیف دیتی ہے، سو وہ تم سے شرماتے ہیں اور اللہ حق بات سے نہیں شرماتا اور جب تم ان (ازواجِ مطہرات) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ بات تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لئے زیادہ پاکیزہ ہے (کیونکہ یہ طریقہ کسی قسم کے شبہے سے بعید تر ہے اور انسان شر کی طرف دعوت دینے والے اسباب سے جتنا دور رہے گا تو یہ چیز اس کے قلب کے لئے اتنی ہی زیادہ سلامتی اور پاکیزگی کا باعث ہوگی)۔''

(حضرت انس رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ اس آیت یعنی آیتِ حجاب کے (شانِ نزول کے) بارے میں سب سے زیادہ میں جانتا ہوں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور وہ آپ کے ساتھ آپ ہی کے

(۱) [بخاری (٤٧٩٠) کتاب التفسیر]

گھر میں تھیں تو آپ نے کھانا تیار کروایا اور قوم کو بلایا (کھانے سے فارغ ہونے کے بعد) لوگ بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ آپ ﷺ باہر جاتے اور پھر اندر آتے (تاکہ لوگ اٹھ جائیں) لیکن لوگ بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ''اے ایمان والو! تم نبی کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو الا یہ کہ تمہیں کھانے کے لئے اجازت دی جائے، نہ یہ کہ (وہاں جا کر) کھانا پکنے کا انتظار کرتے رہو'' اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''پردے کے پیچھے سے'' تک۔ اس کے بعد پردہ ڈال دیا گیا اور لوگ کھڑے ہو گئے۔ (۱)

(ابن کثیر رحمہ اللہ) ''اگر تم ان سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو'' یعنی جس طرح تمہیں ان کے پاس جانے سے منع کر دیا ہے اسی طرح ان کی طرف دیکھنے کی بھی قطعی ممانعت ہے خواہ تمہیں ان سے کوئی چیز لینے کی ضرورت بھی ہو تو پھر بھی ان کی طرف نہ دیکھو اور اپنی ضرورت کی چیز پس پردہ مانگ لیا کرو۔ (۲)

(شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ) آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات سے مخاطب ہونے کے آداب میں دو اُمور شامل ہیں اور وہ یہ کہ ازواجِ مطہرات سے مخاطب ہونے کی کوئی حقیقی ضرورت ہے کہ نہیں؟ اگر بات چیت کرنے کی کوئی حقیقی ضرورت نہیں تو اس کو ترک کرنا ہی ادب ہے۔ اور اگر کوئی حقیقی ضرورت لاحق ہے جیسے ان سے کوئی چیز مثلاً گھر کے برتن وغیرہ طلب کرنا' تو یہ چیزیں ان سے طلب کی جائیں ﴿ مِنْ وَّرَاءِ الْحِجَابِ ﴾ ''پردے کے پیچھے سے۔'' یعنی تمہارے درمیان اور ازواجِ مطہرات کے درمیان ایک پردہ حائل ہو جو نظر پڑنے سے بچائے کیونکہ دیکھنے کی ضرورت نہیں، تو معلوم ہوا کہ ازواجِ مطہرات کو دیکھنا ہر حال میں ممنوع ہے اور ان سے ہم کلام ہونے میں تفصیل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ذکر فرما دیا ہے۔ (۳)

معلوم ہوا کہ جب آیتِ حجاب نازل ہوئی تو ازواجِ مطہرات اور عام لوگوں کے درمیان پردہ حائل کر دیا گیا، پھر اگر انہیں کوئی حاجت ہوتی تو وہ پردے کے پیچھے سے ہی اُن سے سوال کرتے۔ اگرچہ اس آیت میں حکم ازواجِ مطہرات کے لئے ہے لیکن انہیں مخاطب کر کے ساری مسلم خواتین کو حجاب کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ اصولی قاعدہ ہے کہ ((اَلْعِبْرَةُ بِعُمُوْمِ اللَّفْظِ لَا بِخُصُوْصِ السَّبَبِ)) ''(قرآن کریم کی تفسیر وتشریح میں) الفاظ کے عموم کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ سببِ نزول کا۔'' (٤) پھر اس آیت میں حجاب کی جو علت بیان کی گئی ہے کہ ''یہ تمہارے اور ان کے دلوں کے لئے زیادہ پاکیزگی کا باعث ہے'' اس سے بھی حکمِ حجاب کی عمومیت ہی ثابت ہوتی ہے کیونکہ

---

(۱) [بخاری (٤٧٩٢) کتاب التفسیر : باب قوله لا تدخلوا بیوت النبی ... الآیة]

(۲) [تفسیر ابن کثیر (٧٦٩/٤)]

(۳) [تفسیر السعدی (٢١٦٥/٣)]

(٤) [مباحث فی علوم القرآن (ص : ٨٢) مناهل العرفان فی علوم القرآن (١٣١/١)]

دلوں کی پاکیزگی جتنی ازواجِ مطہرات کے لئے ضروری ہے اتنی ہی دیگر مسلم خواتین کے لئے بھی ہے۔ مزید برآں صحابیات کے عمل سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ اُن کا بیان ہے کہ جب پردے کا حکم نازل ہوا تو وہ اجنبی مردوں سے اپنے چہرے چھپانے لگیں (اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ ان شاء اللہ)۔ علاوہ ازیں اس آیت کے متعلق ائمہ مفسرین کی آراء واقوال بھی اسی کی تائید کرتے ہیں۔ چند ایک ملاحظہ فرمایئے۔

(طبری رحمہ اللہ) ''اور جب تم ان سے مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو'' یعنی جب تم رسول اللہ ﷺ کی بیویوں اور اُن مسلمان عورتوں سے جو کہ تمہاری بیویاں نہیں ہیں، کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔ (۱)

(قرطبی رحمہ اللہ) یہ آیت دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف بوقتِ ضرورت یا استفتاء کی غرض سے ازواجِ مطہرات سے پردے کے پیچھے سے بات کرنے کی اجازت دی ہے اور اس حکم میں تمام عورتیں شامل ہیں کیونکہ شریعت کے اصول اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ عورت تمام کی تمام پردہ ہے، اس کا جسم بھی اور آواز بھی، جیسا کہ پیچھے یہ بحث گزر چکی ہے۔ لہٰذا ضرورت کے بغیر عورت کے لئے اپنے جسم کے کسی بھی حصے کو کھولنا جائز نہیں۔ (۲)

(ابوبکر جصاص رحمہ اللہ) ہر چند کہ یہ حکم بطورِ خاص نبی ﷺ اور آپ کی بیویوں کے لئے نازل ہوا ہے لیکن اس آیت کے مفہوم میں آپ ﷺ کے ساتھ دوسرے لوگ بھی شامل ہیں کیونکہ ہمیں ہر کام میں آپ ﷺ کی پیروی کا ہی حکم دیا گیا ہے سوائے اُن اُمور کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے امت کو چھوڑ کر صرف آپ کے ساتھ خاص کیا ہے۔ (۳)

ان اقوال کے علاوہ درج ذیل آیت تو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ حجاب کا حکم صرف ازواجِ مطہرات کے لئے نہیں بلکہ تمام مسلمان عورتوں کے لئے ہے کیونکہ اس میں صراحتاً تمام مومن عورتوں کا ذکر موجود ہے۔

❷ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ﴾ [الاحزاب: ۵۹] ''اے نبی (ﷺ)! اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں، یہ (بات اس کے) زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں (کہ یہ آزاد اور شریف عورتیں ہیں) تو انہیں ایذا نہ پہنچائی جائے (کیونکہ اگر وہ بے حجاب باہر نکلیں گی تو کوئی بدکردار شخص اس وہم میں مبتلا ہو کر کہ یہ لونڈیاں یا بدکار عورتیں ہیں، ان کے ساتھ بدسلوکی کر سکتا ہے)۔''

اس آیت میں تمام مسلمان عورتوں کو باہر نکلتے وقت اپنے اوپر بڑی چادر ڈالنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے

(۱) [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۰/۳۱۳)]
(۲) [تفسیر قرطبی (۱۴/۲۲۷)]
(۳) [احکام القرآن للجصاص (۵/۲۴۲)]

لئے جلابیب کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ دراصل جلباب کی جمع ہے اور جلباب اُس کپڑے کو کہتے ہیں جو عام لباس کے اوپر اوڑھ لیا جاتا ہے مثلاً دوپٹا، اوڑھنی اور کوئی بھی چادر وغیرہ اور بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ جلباب سے مراد وہ چادر ہے جو دوپٹے کے اوپر سے اوڑھی جاتی ہے جو (چہرے، سینے اور ہاتھوں سمیت) مکمل جسم کو اچھی طرح ڈھانپ لیتی ہے۔ (۱) واضح رہے کہ اصل مقصود ان اعضاء کو چھپانا ہی ہے خواہ کسی بڑی چادر کے ساتھ چھپایا جائے، گھونگھٹ نکالا جائے، برقعہ اور نقاب پہن لیا جائے یا کوئی اور مروّجہ طریقہ اختیار کیا جائے۔

(ابن کثیر رحمہ اللہ) نقل فرماتے ہیں کہ امام ابن سیرین رحمہ اللہ نے عبیدہ سلمانی رحمہ اللہ سے اس آیت ﴿ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ﴾ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے (اس کی عملی تفسیر بتاتے ہوئے) اپنے چہرے اور سر کو چھپالیا اور اپنی بائیں آنکھ کو ننگا کر لیا۔ (۲)

(شوکانی رحمہ اللہ) رقمطراز ہیں کہ واحدی نے کہا ہے کہ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ عورتیں اپنے چہرے اور سر ڈھانپ لیں سوائے ایک آنکھ کے تاکہ معلوم ہو سکے کہ یہ آزاد عورتیں ہیں اور انہیں تکلیف نہ دی جائے۔ (۳)

(قرطبی رحمہ اللہ) چونکہ عرب خواتین لونڈیوں کی طرح اپنے چہرے کھلے رکھتی تھیں جو مردوں کے لئے ان کی طرف دیکھنے اور خیالی انتشار کا باعث تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دے دیا کہ وہ انہیں اپنے اوپر چادریں لٹکانے کا حکم دیں جب بھی وہ کسی ضرورت کے لئے باہر نکلنے کا ارادہ کریں۔ (٤)

(قاضی بیضاوی رحمہ اللہ) اس آیت ﴿ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یعنی وہ اپنے چہروں اور جسموں کو اپنی چادروں کے ساتھ ڈھانپ لیں جب وہ کسی حاجت کے لئے باہر نکلیں۔ (٥)

(شیخ شنقیطی) جان لو کہ قرآنی دلیل کی رو سے تمام عورتوں پر حجاب واجب ہے۔ (مزید فرماتے ہیں کہ) عورت کے حجاب اور چہرے سمیت مکمل جسم کو ڈھانپنے کی ایک قرآنی دلیل یہ آیت ﴿ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ﴾ ہے اور متعدد اہل علم نے اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے کہ عورتیں اپنے مکمل جسم اور چہروں کو ڈھانپیں گی اور (راستہ وغیرہ) دیکھنے کے لئے صرف ایک آنکھ ظاہر کریں گی۔ یہ تفسیر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

---

(۱) [دیکھئے: تفسیر ابن کثیر (٧٨١/٤) تفسیر قرطبی (٢٤٣/١٤) تفسیر ابن جریر الطبری (٥٧/٢٢) الصحاح (مادہ: جلب)]

(۲) [تفسیر ابن کثیر (٧٨١/٤)]

(۳) [تفسیر فتح القدیر (٧٩/٦)]

(٤) [تفسیر قرطبی (٢٤٣/١٤)]

(٥) [تفسیر بیضاوی (٢٠/٥)]

حضرت عبیدہ سلمانی ؒ اوران کے علاوہ دیگر اہل علم نے بھی بیان کی ہے۔[1]

❸ سورۂ نور میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۠ وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ ؕ وَ تُوْبُوْۤا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾[النور : ۳۱] ''اور (اے پیغمبر!) مومن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں (یعنی ستر کی جگہوں اور مردوں پر شہوت کی نظر ڈالنے سے اپنی آنکھوں کو بچائے رکھیں) اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو (ازخود) اس میں سے ظاہر ہو جائے اور (کامل ستر پوشی کی غرض سے) اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں اور اپنا بناؤ سنگھار ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں پر یا اپنے باپ دادا پر یا اپنے خاوندوں کے باپ دادا پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہروں کے بیٹوں (یعنی سوتیلے بیٹوں) پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھتیجوں پر یا اپنے بھانجوں پر یا اپنی (مسلمان) عورتوں پر یا اپنے دائیں ہاتھ کی ملکیت (لونڈیوں) پر یا عورتوں سے رغبت نہ رکھنے والے نوکر چاکر مردوں پر یا اُن لڑکوں پر جو عورتوں کے پردوں (کی چیزوں) سے واقف نہ ہوں اور وہ اپنے پاؤں (زور زور سے) زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے وہ (لوگوں کو) معلوم ہو جائے، اور اے مومنو! تم مجموعی طور پر اللہ سے توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔''

اس آیت سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ عورت کے لئے کسی غیر محرم کو شہوت کی نظر سے دیکھنا ممنوع ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے لئے چند مخصوص افراد (جن کی تفصیل آگے آئے گی) کے علاوہ اپنی زیب و زینت کسی کے سامنے ظاہر کرنا بھی ہرگز جائز نہیں۔ زیب و زینت سے مراد عورت کا خوبصورت لباس، زیورات اور چہرہ، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ جیسے وہ مقامات ہیں جنہیں عورت (سرمہ، مہندی اور میک اَپ وغیرہ کے ذریعے) سجاتی سنوارتی ہے۔

اس ممانعت کے بعد یہ استثناء ذکر کیا گیا ہے کہ ﴿ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ ''مگر جو ازخود ظاہر ہو جائے۔'' اگرچہ ان استثنائی کلمات کی تفسیر میں اختلاف ہے مگر جو قرآنی الفاظ سے ظاہر ہے وہ یہی ہے کہ عورت ہر ممکن

(۱) [اضواء البیان فی ایضاح القرآن (۲۴۳/۶)]

طریقے سے اپنی زینت کو چھپانے کی کوشش کرے لیکن پھر بھی اگر ہوا وغیرہ چلنے سے یا اتفاقاً یا غفلت سے زینت کا کچھ حصہ (مثلاً زیور وغیرہ) ظاہر ہو جائے تو کوئی گناہ کی بات نہیں۔ کیونکہ اگر اس پر بھی گناہ ہو تو یہ تکلیف مالا یطاق ہے اور اللہ تعالیٰ کسی کو بھی اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔(۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حسن بصری، امام ابن سیرین، ابراہیم نخعی رحمہم اللہ اور دیگر اکثر مفسرین کی یہی رائے ہے۔

جبکہ بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ ﴿ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ سے عورت کا چہرہ اور ہاتھ مراد ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ یہاں انسانی اعضاء کے وہ حصے مراد ہیں جنہیں بالعموم انسان ظاہر ہی رکھتا ہے اور وہ چہرہ اور ہاتھ ہی ہیں لہٰذا اگر عورت چہرہ اور ہاتھ ظاہر بھی کر دے تو کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، ان کے چند شاگردوں اور احناف کی اکثریت کی یہ رائے ہے۔ اس کے جواب میں اہل علم نے کہا ہے کہ اولاً تو اس آیت میں هَا کی ضمیر کا مرجع لفظ زِیْنَت ہے جو کہ قریب ہی مذکور ہے نہ کہ اعضائے بدن جن کا یہاں ذکر ہی موجود نہیں۔ دوسرے یہ کہ یہاں ظَهَرَ مِنْهَا کے الفاظ ہیں (جو از خود ظاہر ہو جائے) ان کا یہ مطلب ہرگز نہیں کیا جا سکتا مَا يُظْهِرُ (جو ظاہر کر دے)۔ یعنی (زینت کے از خود) ظاہر ہونے اور (چہرے اور ہاتھوں کے عمداً) ظاہر کرنے میں بہت فرق ہے۔ اور بلاشبہ قرآن عورت کو اپنے اعضائے بدن ظاہر کرنے سے تو صراحتاً روک رہا ہے۔

نیز اہل علم کا کہنا ہے کہ دیگر دلائل وشواہد اور قرائن کی روشنی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے کا صحیح مفہوم یا تو یہ ہے کہ اگر کہیں اتفاقاً چہرہ اور ہاتھ ظاہر ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں، یا پھر یہ کہ عورت کو گھر میں چہرہ اور ہاتھ کھلے رکھنے کی اجازت ہے باہر نہیں۔ مزید برآں یاد رہے کہ چہرے اور ہاتھوں کو حجاب میں شامل نہ کرنا نہ صرف قرآنی آیات کی خلاف ورزی ہے بلکہ صریح احادیث کی بھی مخالفت ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ نبوی میں عورتیں گھروں سے باہر نکلتے وقت چہرے اور ہاتھوں سمیت سارے جسم کو چھپایا کرتی تھیں۔ اور تعجب خیز بات یہ ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کو حجاب سے مستثنیٰ قرار دینے والے بطورِ دلیل یہ بات پیش کرتے ہیں کہ یہ دونوں اعضاء ستر میں شامل نہیں۔ حالانکہ ستر الگ چیز ہے اور حجاب الگ۔ ستر تو ایسی چیز ہے جسے غیر محرم تو کیا محرم رشتہ داروں کے سامنے بھی ظاہر نہیں کیا جا سکتا جبکہ حجاب صرف غیر محرم اور اجنبی مردوں سے ہی کیا جاتا ہے اور یہاں بھی حجاب ہی کی بحث چل رہی ہے نہ کہ ستر کی۔(۲)

﴿ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ﴾ ''اور انہیں چاہیے کہ اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے

(۱) [البقرۃ : ۲۸۶]

(۲) [ماخوذ از ، تفسیر ابن کثیر (۳۱۶/٤) تفسیر ابن جریر الطبری (۳۰٤/۹) مستدرك حاکم (۳۹۷/۲) السنن الکبری للبیهقی : کتاب النکاح ، تفهیم القرآن (۳۸۶/۳) تیسیر القرآن (۲٦۰/۳-۲٦۱)]

رہیں ۔'' یعنی زمانۂ جاہلیت کی عورتوں کی طرح مردوں کے قریب سے گزرتے ہوئے اپنے سینے کو ظاہر کرنے کی کوشش مت کریں ۔ دراصل عورت کا سینہ مرد کے لئے خاصی کشش کا باعث ہوتا ہے اسی لئے اسے بالخصوص ڈھانپنے کی تاکید کی گئی ہے ۔ جاہلیت میں عورتیں ایسا نہیں کرتی تھیں بلکہ اپنے سینے کے ساتھ ساتھ بعض اوقات گردن ، بالوں کی مینڈھیاں اور کانوں کی بالیاں وغیرہ بھی ظاہر کر دیتی تھیں ۔ بعینہ آج کی مہذب عورت اولاً دوپٹہ لینا گوارا ہی نہیں کرتی اور اگر لے بھی تو وہ اس انداز سے لیتی ہے کہ نہ صرف دوپٹے کو گلے میں ڈال کر دوپٹے کا ہی نام بدنام کرتی ہے بلکہ اس پر مستزاد یہ کہ سر اور سینہ دونوں کو ننگا ہی رکھتی ہے ۔ حالانکہ قرآن کریم کی تعلیم یہ ہے کہ عورت اپنے سر پر اس طرح دوپٹہ لے کہ اس کا سر، گردن اور سینہ سب ہی اچھی طرح ڈھک جائیں ۔ حضرت عائشہ ﷞ کا بیان ہے کہ جب یہ حکم نازل ہوا تو مومن عورتوں نے (موٹے کپڑے والی) اپنے تہبند کی چادروں کو لیا اور دونوں کناروں سے چیر کر ان کی اوڑھنیاں بنالیں ۔(۱) اور اس حکم پر کماحقہ عمل کر کے دکھایا۔

﴿ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ ... ﴾ ''اور وہ اپنے پاؤں (زمین پر) نہ ماریں...'' زمانہ جاہلیت میں رواج تھا کہ عورت جب راستے میں چلتی اور اس نے پاؤں میں پازیب پہنی ہوتی جس کی آواز سنائی نہ دیتی تو وہ اپنے پاؤں کو زمین پر مارتی جس سے مردوں کو پازیب کی چھنک معلوم ہو جاتی ۔ اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو ایسا کرنے سے منع فرما دیا (تاکہ راہ چلتی کسی مومنہ و پاکدامنہ عورت کے متعلق کسی کے دل میں برائی کا ارادہ تک جنم نہ لے سکے اور نہ ہی کسی عاشق مزاج شخص کے شہوانی جذبات بھڑک سکیں) ۔(۲) اس سے اندازہ لگائیے کہ جو دین عورت کو زیب وزینت کے اظہار کے خدشے سے زمین پر زور سے قدم مار کر چلنے کی اجازت نہیں دیتا وہ یہ اجازت کیسے دے سکتا ہے کہ عورت بناؤ سنگھار اور میک اَپ کر کے ننگے سر اور ننگے چہرے کے ساتھ ، باریک و تنگ لباس پہن کر گلیوں ، بازاروں میں اپنے حسن کی نمائش کرتی پھرے ۔ ہر عقل مند اور باشعور انسان اس فرمانِ باری تعالیٰ سے بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اللہ کے ہاں عورت کے باپردہ رہنے کی کس قدر اہمیت ہے۔

4 سورۂ نور میں ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ ۭ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ ﴾ [النور: ٦٠] ''اور گھروں میں بیٹھ رہنے والی (عمر رسیدہ) عورتیں جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں ، تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے (پردہ داری کے) کپڑے اتار دیں جبکہ وہ (اپنی) زیب وزینت ظاہر کرنے والی نہ ہوں اور ان کا اس سے

---

(۱) [بخاری (۴۷۵۹) كتاب التفسير : باب " وليضربن بخمرهن على جيوبهن "]

(۲) [تفسیر ابن کثیر (۳۱۹/۴)]

بھی بچنا ان کے لیے بہت بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ایسی بوڑھی عورتیں جو سنِ یاس کو پہنچ چکی ہیں، اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں، جن کے صنفی جذبات سرد پڑ چکے ہیں، جو نکاح میں راغب نہیں اور نہ ہی انہیں دیکھ کر کسی دوسرے کو اُن میں کوئی رغبت ہوسکتی ہے وہ اپنے کپڑے اتار سکتی ہیں۔ واضح رہے کہ کپڑے اتارنے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ننگی ہوکر پھر سکتی ہیں بلکہ یہاں کپڑوں سے مراد اُن کے وہ برقعے یا چادریں ہیں جنہیں وہ حجاب کے لئے استعمال کرتی ہیں جیسا کہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت "تو ان پر کچھ گناہ نہیں کہ وہ اپنے کپڑے اتار دیں" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ کپڑوں سے مراد اوڑھنی یا چادر ہے۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر، ابوشعثاء، ابراہیم نخعی، حسن، قتادہ، زہری، اوزاعی رحمہم اللہ اور دیگر کئی ائمہ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔(۱)

اگرچہ ان بوڑھی عورتوں کو حجاب ونقاب اتارنے کی اجازت دی گئی ہے لیکن نکاح میں عدم رغبت کے ساتھ ایک دوسری شرط بھی لگائی گئی ہے کہ حجاب اتارنے سے اُن کا مقصود زیب و زینت کا اظہار نہ ہو۔ اگر مذکورہ دونوں شرائط میں سے ایک بھی مفقود ہو یعنی عورت میں نکاح کی رغبت اور جنسی خواہش موجود ہو۔ یا پھر وہ حجاب اس لئے اتارنا چاہے کہ خوب میک اَپ اور بناؤ سنگھار کر کے دوسروں کے سامنے حسین وجمیل بنے تو پھر سن رسیدہ عورت کے لئے بھی حجاب اتارنا درست نہیں۔ جب عمر رسیدہ کا یہ حکم ہے تو نوجوان لڑکیاں جن میں رغبتِ نکاح اور جنسی خواہش بدرجہ اَتم موجود ہے اور وہ اشیائے زینت سے خوب مزین ہوکر مردوں کو اپنی طرف راغب کرنے کی بھی مشتاق ہیں تو ان کے لئے حجاب اتارنا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ نیز آیت کے ان الفاظ ﴿فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ﴾ "تو ان (عمر رسیدہ خواتین) پر کوئی گناہ نہیں" کے مفہوم مخالفت سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کی رغبت رکھنے والی نوجوان عورتیں اگر حجاب اتاریں گی تو گناہگار ہوں گی کیونکہ حجاب اتارنے کی رخصت صرف عمر رسیدہ خواتین کے لئے ہے نہ کہ نوجوان عورتوں کے لئے۔

درج بالا آیت کے آخر میں بوڑھی عورت کو رخصت دینے کے باوجود یہی ہدایت کی گئی ہے کہ اگر وہ بھی احتیاطاً حجاب نہ اتارے تو اس کے لئے بہت بہتر ہے جیسا کہ فرمایا ﴿وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ﴾۔ کیونکہ بوڑھی عورت کو دیکھنے والے بھی سب متقی و پرہیزگار اور پاکباز نظروں والے نہیں ہوتے۔ اس لئے ممکن ہے کہ کوئی اوباش، شہوت پرست بوڑھی عورت کے پیچھے لگ جائے اور اسے تنگ کرنے کی کوشش کرے۔ اس لئے عمر رسیدہ

---

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۳۵۴/۴) مزید دیکھئے: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۲۱/۱۸) تفسیر ابن ابی حاتم (۲۶۴۰۸۔۲۶۴۱)]

خواتین کے لئے بھی حجاب کی چادر میں لپٹے رہنا ہی زیادہ بہتر اور زیادہ پاکیزگی کا باعث ہے۔

احادیث نبویہ:

① واقعہ افک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ﴿ وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ السُّلَمِيُّ ثُمَّ الذَّكْوَانِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْجَيْشِ ، فَادَّلَجَ ، فَأَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِي ، فَرَأَى سَوَادَ إِنْسَانٍ نَائِمٍ فَأَتَانِي فَعَرَفَنِي حِينَ رَآنِي وَكَانَ يَرَانِي قَبْلَ الْحِجَابِ فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِينَ عَرَفَنِي ، "فَخَمَّرْتُ وَجْهِي بِجِلْبَابِي" ﴾ "صفوان بن معطل سلمی ذکوانی رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے پیچھے ہوتے تھے، وہ صبح کے وقت میری جگہ کے قریب پہنچ گئے اور انہوں نے دیکھا کہ ایک انسان سویا ہوا ہے لیکن جب وہ میرے قریب آئے تو انہوں نے مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا کیونکہ حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا، انہوں نے جب مجھے دیکھا تو ﴿ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ﴾ پڑھا تو ان کے اس پڑھنے کی وجہ سے میں بیدار ہو گئی اور میں نے اپنی اوڑھنی کے ساتھ اپنے چہرے کو چھپالیا۔"(۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عہدِ نبوی میں آیتِ حجاب کے نزول کے بعد عورتیں چہرے سمیت اپنا مکمل جسم غیر محرم اور اجنبی لوگوں سے چھپایا کرتی تھیں۔

② حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لَا تَنْتَقِبُ الْمَرْأَةُ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازَيْنِ ﴾ "احرام والی عورت نقاب اور دستانے استعمال نہ کرے۔"(۲)

(شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ) اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ ((وَهٰذَا مِمَّا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ النِّقَابَ وَالْقُفَّازَيْنِ كَانَا مَعْرُوْفَيْنِ فِي النِّسَاءِ اللَّاتِيْ لَمْ يُحْرِمْنَ وَذَالِكَ يَقْتَضِيْ سَتْرَ وُجُوْهِهِنَّ وَأَيْدِيْهِنَّ)) "یہ حدیث اُن دلائل میں سے ہے کہ عہدِ نبوی میں حالتِ احرام کے سوا عورتوں میں (چہرے کے پردے کے لئے) نقاب اور (ہاتھوں کے پردے کے لئے) دستانوں کا رواج عام تھا اور یہ چیز تقاضا کرتی ہے کہ عورتوں کو چہرے اور ہاتھوں کا پردہ کرنا چاہیے۔"(۳)

③ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حالتِ احرام میں تھیں اور قافلے ہمارے سامنے

---

(۱) [بخاری (۴۷۵۰) کتاب التفسیر : باب لولا اذ سمعتموہ ظن المومنون ... ، مسلم (۲۷۷۰) کتاب التوبة : باب فی حدیث الافك ... ، مسند احمد (۶/۱۹۴-۱۹۷)]

(۲) [بخاری (۱۸۳۸) کتاب جزاء الصید : باب ما ینہی من الطیب للمحرم والمحرمة 'ابو داود (۱۸۲۵) کتاب المناسك : باب ما یلبس المحرم ' أحمد (۲/۲۲) نسائی (۵/۱۳۳) بیہقی (۵/۴۶)]

(۳) [مجموع الفتاوی لابن تیمیة (۲۲/۴)]

سے گزرتے تھے ﴿ فَاِذَا حَاذُوْا بِنَا سَدَلَتْ اِحْدَانَا جِلْبَابُهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلٰى وَجْهِهَا فَاِذَا جَاوَزُوْنَا كَشَفْنَا ﴾ ''جب وہ سامنے آتے تو ہم اپنی چادریں منہ پر لٹکا لیتیں اور جب وہ گزر جاتے تو منہ کھول لیتیں۔''(۱)

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ عورت پر چہرہ ڈھانپنا واجب ہے۔ اس لئے کہ حالتِ احرام میں چہرہ کھلا رکھنے کا حکم ہے، لہٰذا اگر اس واجبی حکم کی بجا آوری میں کوئی زوردار شرعی رکاوٹ موجود نہ ہوتی تو چہرہ کھلا رکھنا ضروری تھا، خواہ لوگ پاس سے گزرتے رہیں۔ اس استدلال کی وضاحت اس طرح کی جا سکتی ہے کہ اکثر اہل علم کے نزدیک حالتِ احرام میں عورتوں کا چہرہ کھلا رکھنا واجب ہے اور ایک واجب کو اس سے قوی تر واجب ادا کرنے کی خاطر ہی ترک کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے اگر غیر محرم مردوں سے پردہ کرنا اور چہرہ ڈھانپنا واجب نہ ہوتا تو احرام کی حالت میں اس کے کھلا رکھنے کا حکم جو واجب ہے ترک کرنا جائز نہ ہوتا جبکہ صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ میں حدیث ہے کہ حالتِ احرام میں عورت کے لئے نقاب ڈالنا اور دستانے پہننا جائز نہیں۔(۲)

④ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ﴿ اَنَّ اَفْلَحَ اَخَا اَبِي الْقُعَيْسِ جَاءَ يَسْتَاذِنُ عَلَيْهَا وَهُوَ عَمُّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ بَعْدَ اَنْ نَزَلَ الْحِجَابُ فَاَبَيْتُ اَنْ اٰذَنَ لَهُ فَلَمَّا جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَخْبَرْتُهُ بِالَّذِيْ صَنَعْتُ فَاَمَرَنِيْ اَنْ آذَنَ لَهُ ﴾ ''ابو قعیس کے بھائی افلح نے ان کے یہاں آنے کی اجازت چاہی۔ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا تھے۔ یہ واقعہ حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ (عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ) میں نے انہیں اندر آنے کی اجازت نہیں دی۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے جو کیا تھا انہیں بتایا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ انہیں اندر آنے کی اجازت دو (دراصل عائشہ رضی اللہ عنہا نے پہلے یہ سمجھا کہ رضاعی چچا سے بھی پردہ ہے اس لئے انہوں نے اپنے رضاعی چچا کو اندر آنے کی اجازت نہ دی لیکن پھر جب رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ رضاعی چچا سے پردہ نہیں ہے تو پھر انہوں نے اجازت دے دی)۔''(۳)

(حافظ ابن حجر رحمہ اللہ) اس حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں کہ ((وَفِيْهِ وُجُوْبُ احْتِجَابِ الْمَرْأَةِ مِنَ الرِّجَالِ الْاَجَانِبِ)) ''یہ حدیث دلیل ہے کہ عورت پر اجنبی مردوں سے پردہ کرنا واجب ہے۔''(٤)

⑤ رسول اللہ ﷺ نے خواتین کو بھی عیدگاہ کی طرف جانے کا حکم دیا۔ اس پر خواتین نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو وہ کیا کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا

---

(۱) [حسن : حجاب المرأة المسلمة للالباني (ص : ۱۰۷) ابو داود (۱۸۳۳) كتاب المناسك : باب في المحرمة تغطي وجهها ' ابن ماجة (۲۹۳۵) دارقطني (۲۹۵/۲) بيهقي (٤٨/٥) ابن خزيمة (۲٦۹۱)]

(۲) [كتب ورسائل ابن عثيمين (۱۱/۳) لباس اور پرده]

(۳) [بخاري (۵۱۰۳) كتاب النكاح : باب لبن الفحل]

(٤) [فتح الباري (۱۵۲/۹)]

مِنْ جِلْبَابِهَا ﴾ ''اس کی سہیلی اسے اپنی چادر دے دے (یعنی بڑی چادر اور حجاب کے بغیر عہدِ نبوی کی عورتیں گھر سے باہر نہیں نکلتی تھیں اسی لئے انہوں نے سوال کیا اور آپ ﷺ کے جواب سے بھی یہی ثابت ہوا کہ عورت کے لئے جلباب وحجاب کے بغیر گھر سے باہر نکلنا قطعاً درست نہیں)۔''(۱)

(علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جلباب (بڑی چادر جو سارے جسم کو اچھی طرح ڈھانپ لے) کے بغیر عورت کا گھر سے باہر نکلنا ممنوع ہے۔(۲)

⑥ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ﴿ يَرْحَمُ اللّٰهُ نِسَاءَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلَ ، لَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ "وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ" شَقَقْنَ مُرُوطَهُنَّ فَاخْتَمَرْنَ بِهِ ﴾ ''اللہ تعالیٰ پہلے ہجرت کرنے والی عورتوں پر رحم کرے، جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ''اور وہ اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں'' نازل کی تو انہوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر اوڑھنیاں بنالیں۔''(۳)

(حافظ ابن حجر رحمہ اللہ) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ((فَاخْتَمَرْنَ أَيْ غَطَّيْنَ وُجُوهَهُنَّ)) ''انہوں نے اوڑھنیاں بنالیں'' سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا۔''(٤)

⑦ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَا يَدْعُوهُ إِلَى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ ﴾ ''تم میں سے جب کوئی کسی عورت کو پیغامِ نکاح دے اگر ممکن ہو تو اس سے وہ کچھ دیکھ لے جو اس کے لیے نکاح کا باعث ہو۔'' پھر میں نے ایک لڑکی کو پیغامِ نکاح بھیجا۔ میں اسے چھپ کر دیکھا کرتا تھا حتی کہ میں نے اس کے اُن اعضاء کو دیکھ ہی لیا جو اس سے نکاح کے لیے باعثِ رغبت تھے تو میں نے اس سے نکاح کر لیا۔(۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عہدِ نبوی میں عورتیں باپردہ ہو کر ہی گھر سے باہر نکلا کرتی تھیں، اسی لئے پیغامِ نکاح بھیجنے کے باوجود کسی کے لئے بآسانی عورت کو دیکھنا ممکن نہ ہوتا تھا۔

⑧ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ﴿ كُنَّا نُغَطِّي وُجُوهَنَا مِنَ الرِّجَالِ وَ كُنَّا نَمْتَشِطُ قَبْلَ ذَالِكَ ﴾ ''(حالتِ احرام میں) ہم مردوں سے اپنے چہرے ڈھانپ لیتی تھیں حالانکہ اس سے پہلے ہم کنگھی

---

(۱) [بخاری (۳۵۱) کتاب الصلاة : باب وجوب الصلاة فی الثیاب]

(۲) [مرعاة المفاتیح شرح مشكاة المصابیح (۷۰/۵)]

(۳) [بخاری (٤۷۵۸) کتاب التفسیر : باب قوله " ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن "]

(٤) [فتح الباری (٤۹۰/۸)]

(۵) [**حسن** : صحیح ابو داود ، ابوداود (۲۰۸۲) کتاب النكاح : باب فی الرجل ينظر إلى المرأة]

وغیرہ کرنے میں مشغول ہوتی تھیں۔''(۱)

⑨ حضرت فاطمہ بنت منذر رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ﴿كُنَّا نُخَمِّرُ وُجُوهَنَا وَ نَحْنُ مُحْرِمَاتٌ وَ نَحْنُ مَعَ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ﴾ ''ہم حالتِ احرام میں اپنے چہروں کو ڈھانپ لیتی تھیں اور ہمارے ساتھ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بھی ہوتی تھیں (اور وہ ہمیں اس سے روکتی نہیں تھیں)۔''(۲)

⑩ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿اَلْمَرْاَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتْ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ﴾ ''عورت چھپانے کی چیز ہے اور جب عورت (گھر سے) باہر نکلتی ہے تو اسے شیطان آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہے۔''(۳)

''شیطان آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہے'' کا مطلب اہل علم نے یہ بیان کیا ہے کہ اسے مردوں کی نظروں میں خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے۔ اور ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ شیطان اس عورت کی طرف اس لئے دیکھتا ہے تا کہ اسے گمراہ کرے یا اس کے ذریعے مردوں کو گمراہ کر دے۔(۴) اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے لئے حجاب کے بغیر گھر سے باہر نکلنا کسی فتنہ وفساد سے کم نہیں جبکہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان بھی موجود ہے کہ ﴿مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً اَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ﴾ ''میں نے اپنے بعد مردوں کے لئے عورت سے بڑا کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔''(۵) اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ﴿فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَ اتَّقُوا النِّسَاءَ فَإِنَّ اَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ﴾ ''دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو، کیونکہ بنی اسرائیل کی گمراہی کا باعث پہلا فتنہ عورتوں ہی کا تھا۔''(۶) غالباً اسی لئے عورت کو چھپانے کی چیز کہا گیا ہے۔ لہٰذا عورت کو چاہیے کہ ہمیشہ باپردہ ہو کر ہی گھر سے باہر نکلے، اسی میں اس کی اور معاشرے کی فلاح مضمر ہے۔

❁ ہر دور میں پردے کی روایت جاری رہی:

درج بالا تمام دلائل اس بات کا ثبوت ہیں کہ اسلام میں حجاب کی ایک خاص اہمیت ہے جسے نہ تو جھٹلایا جا

---

(۱) [صحیح : جلباب المرأة المسلمة (ص: ۱۰۷) ابن خزيمة (۲۶۹۰) مستدرك حاكم (۱۶۶۸)، (۶۲۴/۱) ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی نے بھی اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔[التعليق على ابن خزيمة]

(۲) [صحیح : ارواء الغليل (تحت الحديث: ۱۰۲۳)، (۲۱۲/۴) مؤطا (۱۱۷۶) كتاب الحج]

(۳) [صحیح : المشكاة (۳۱۰۹) صحيح الترغيب (۳۴۶) صحيح الجامع الصغير (۶۶۹۰) صحيح ترمذى، ترمذى (۱۱۷۳) كتاب الرضاع : باب ما جاء في كراهية الدخول على المغيبات]

(۴) [مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (۵۸/۱۰) تحفة الاحوذى (۲۸۳/۴)]

(۵) [صحیح : صحيح الجامع الصغير (۵۵۹۷) السلسلة الصحيحة (۲۷۰۱) صحيح الترغيب (۳۲۱۷) ترمذى (۲۷۸۰) كتاب الادب : باب ما جاء في تحذير فتنة النساء]

(۶) [مسلم (۲۷۴۱) كتاب الرقاق : باب اكثر اهل الجنة الفقراء واكثر من اهل النار النساء]

سکتا ہے اور نہ ہی نظر انداز کیا جا سکتا ہے چاہے دورِ جدید کا کوئی مفکر اسے ردّ کرنے کے لئے کتنا ہی زور لگا لے۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر عہدِ نبوی میں خواتین کا عام معمول یہی تھا کہ وہ کسی بڑی چادر کے ساتھ اپنا مکمل بدن چھپا کر باحجاب ہی گھر سے باہر نکلتی تھیں اور گھروں میں بھی اجنبی مردوں سے پردے کا اہتمام کرتی تھیں۔ آثارِ صحابہ وتابعین اور ائمہ وفقہا کے متعدد اقوال سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امتِ مسلمہ کی مومنات کا یہ عمل عہدِ رسالت مآب کے بعد بھی ہر دور میں جاری رہا اور مسلم خواتین ہر عہد میں مساجد، بازار یا سفر وغیرہ کے لئے گھر سے باہر نکلتے ہوئے چہرے پر نقاب پہنا کرتی تھیں (جیسا کہ حافظ ابن حجر اور امام شوکانی رحمہما اللہ نے نقل فرمایا ہے [(1)])۔

❁ بعض اہل علم کا چہرے کے پردے کو مستحب قرار دینا:

انہی ادلہ شرعیہ اور امت کے متواتر و متوارث عمل کی وجہ سے اکثر اہل علم نے حجاب کو واجب قرار دیا ہے اور عورتوں کے لئے چہرے کے پردے کو لازم کہا ہے۔ تاہم ایک رائے یہ بھی ہے کہ چہرے کا پردہ واجب نہیں بلکہ مستحب ہے یعنی اگر عورت گھر سے باہر نکلتے ہوئے اپنا چہرہ اور ہاتھ چھپائے تو یہ بہت بہتر ہے لیکن اگر نہیں چھپاتی تو گناہگار نہیں ہوگی۔ عصرِ حاضر میں یہ رائے شیخ البانی رحمہ اللہ نے اختیار کی ہے۔ انہوں نے اپنے اس موقف کے اثبات کے لئے متعدد دلائل کو پیشِ نظر رکھا ہے جن کی تفصیل اس موضوع پر اُن کی مفصل کتاب جلباب المرأة المسلمة میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ مزید انہوں نے یہ بھی نقل فرمایا ہے کہ علماء کی اکثریت کا یہی مذہب ہے جیسا کہ امام ابن رشد رحمہ اللہ نے [البدایہ (۱/ ۸۹)] میں کہا ہے اور امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں جیسا کہ [المجموع (۳/ ۱۶۹)] میں ہے... (شیخ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ) تاہم یہاں ضروری ہے کہ اس اجازت کو مقید کر لیا جائے یعنی چہرہ اور ہاتھ کھلے رکھنے کی اجازت اُس صورت میں ہے جب اُن پر کوئی زیب و زینت کی چیز موجود نہ ہو، بصورتِ دیگر انہیں چھپانا واجب ہو گا (بالخصوص آج کے دور میں کیونکہ اب چہروں اور ہاتھوں کو انواع واقسام کی اشیاء کے ساتھ مزین کرنا عورتوں نے فن بنالیا ہے، جگہ جگہ بیوٹی پارلر کا قیام اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ تو ایسی صورت میں خوب زیب و زینت اختیار کر کے چہروں اور ہاتھوں کو ننگا کرنا بالاتفاق حرام ہے اور اس میں کسی قسم کے شک کی بھی گنجائش نہیں)۔ [(2)]

یہاں یہ واضح رہے کہ اگرچہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے چہرے کے پردے کو واجب قرار نہیں دیا لیکن ان کے نزدیک بھی افضل یہی ہے کہ عورت اپنا چہرہ اور ہاتھ چھپا کر ہی رکھے۔ چنانچہ وہ رقمطراز ہیں کہ ((اَنَّ کَشْفَ الْوَجْهِ وَ اِنْ کَانَ جَائِزًا فَسَتْرُهُ اَفْضَلُ)) ''اگرچہ (خواتین کے لئے) چہرہ کھلا رکھنے کا جواز ہے لیکن اسے

---

(۱) [فتح الباری لابن حجر (۹/ ۳۳۷) نیل الاوطار للشوکانی (۶/ ۱۷۷)]

(۲) [جلباب المرأة المسلمة (ص : ۸۹)]

چھپانا ہی افضل ہے۔(۱) اور ایک دوسری جگہ نقل فرماتے ہیں کہ ((فَمَنْ حَجَبَ ذَلِكَ اَیِ الْوَجْهَ وَ الْكَفَّيْنِ اَيْضًا مِنْهُنَّ فَذَلِكَ مَا نَسْتَحِبُّهُ وَ نَدْعُوْ اِلَيْهِ)) ''پس ان خواتین میں سے جس نے چہرے اور ہاتھوں کو بھی چھپایا تو اسی کو ہم مستحب (زیادہ بہتر) سمجھتے ہیں اور اسی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔''(۲)

چہرے کا پردہ کرنا افضل ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں:

بہر حال واجب یا مستحب کی بحث سے قطع نظر اس بات میں کسی کو بھی اختلاف نہیں کہ عورت کے لئے افضل وبہتر یہی ہے کہ اسے چہرے اور ہاتھوں کا پردہ کرنا چاہیے (کیونکہ مستحب کا بھی مطلب یہ نہیں کہ چہرے کا پردہ نہیں کرنا چاہیے)۔ پھر عورت کے جسم میں سب سے زیادہ جاذبِ نظر اور مرکزِ توجہ حصہ چہرہ ہی ہوتا ہے، اگر اس پرکشش حصے کو ہی کھلا رکھا جائے تو پھر باقی جسم پر پردے کے تکلف کا کیا فائدہ؟۔

پردہ اور ایک شرعی اصول:

عورت کو حجاب کے بارے میں مصالح اور ان کے حصول کے ذرائع کو برقرار رکھنے کی ترغیب اور مفاسد اور ان کے وسائل کی مذمت اور ان سے اجتناب کرنے کی تلقین جیسے سنہری شرعی اصول پر بھی عمل پیرا ہونا چاہیے۔ چنانچہ ہر وہ کام جس میں خالصتاً مصلحت ہو یا اس کے نقصانات کی نسبت مصلحت کا پہلو روشن ہو تو اس کا حکم علی الترتیب پہلی صورت میں واجب اور دوسری صورت میں کم از کم مستحب ہوگا اور وہ کام جس میں صرف نقصان ہو یا نقصان اس کی مصلحت سے زیادہ ہو تو اس کام کا حکم علی الترتیب حرام یا مکروہ ہوگا۔ اس قاعدے کی روشنی میں جب ہم غیر محرم مردوں کے سامنے عورت کا چہرہ بے پردہ رکھنے پر غور کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ یہ بے حجابی بے شمار مفاسد لئے ہوئے ہے۔ اگر بالفرض کوئی مصلحت ہے بھی تو اس سے پیدا ہونے والے شدید نقصانات کے بالمقابل یہ انتہائی بے معنی مصلحت ہے۔ عورت کے چہرے کو بے پردہ رکھنے کے بڑے بڑے نقصانات یہ ہیں:

پردہ نہ کرنے کے نقصانات:

1- عورت جب اپنے چہرے کو بے پردہ رکھتی ہے تو اپنے آپ کو فتنے میں ڈالتی ہے کیونکہ اسے ان چیزوں کا اہتمام والتزام کرنا پڑتا ہے جس سے اس کا چہرہ خوبصورت، جاذبِ نظر اور دلکش دکھائی دے۔ اس طرح وہ دوسروں کے لئے فتنے کا باعث بنتی ہے اور یہ شر وفساد کے بڑے اسباب میں سے ہے۔

2- اس عادتِ بد کی وجہ سے رفتہ رفتہ عورت سے شرم وحیا ختم ہوتی جاتی ہے جو ایمان کا جز اور فطرت کا لازمی تقاضا ہے۔ ایک زمانے میں عورت شرم وحیا میں ضرب المثل ہوتی تھی، مثلاً کہا جاتا تھا ((اَحْيَا مِنَ

---

(۱) [حجاب المرأة المسلمة (ص : ۵)]

(۲) [ایضا (ص : ۸)]

الْعَذْرَاءِ فِيْ خِدْرِهَا)) ’’فلاں تو پردہ نشین دوشیزہ سے بھی زیادہ شرمیلا ہے۔‘‘ شرم وحیا کا جاتے رہنا نہ صرف یہ کہ عورت کے لئے دین وایمان کی غارت گری ہے بلکہ اس فطرت کے خلاف بغاوت بھی ہے جس پر اسے خالق کائنات نے پیدا کیا ہے۔

3- بے پردہ عورت سے مردوں کا فتنے میں پڑنا طبعی امر ہے، خصوصاً جبکہ وہ خوبصورت بھی ہو، نیز ملنساری، خوش گفتاری یا ہنسی مذاق کا مظاہرہ کرے۔ ایسا بہت سی بے پردہ خواتین کے ساتھ ہو چکا ہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا تھا ((نَظْرَةٌ فَسَلَامٌ فَكَلَامٌ فَمَوْعِدٌ فَلِقَاءٌ)) ’’نگاہیں ملیں، سلام ہوا، بات چیت ہونے لگی، پھر قول وقرار ہوئے اور معاملہ باہم ملاقاتوں تک جا پہنچا۔‘‘ شیطان انسانی جسم میں خون کی طرح رواں دواں ہے۔ بارہا ایسا ہوا کہ باہمی مذاق کے نتیجے میں کوئی مرد کسی عورت پر یا عورت کسی مرد پر فریفتہ ہوگئی جس سے ایسی خرابی پیدا ہوئی کہ اس سے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہ بن آئی۔ (اللہ تعالیٰ سب کو سلامت رکھے!)

4- چہرے کی بے پردگی سے عورتوں اور مردوں کا اختلاط عمل میں آتا ہے۔ جب عورت دیکھتی ہے کہ وہ بھی مردوں کی طرح چہرہ کھول کر بے پردہ گھوم پھر سکتی ہے تو آہستہ آہستہ اسے مردوں سے کھلم کھلا دھکم پیل کرنے میں بھی شرم وحیا محسوس نہیں ہوتی اور اس طرح کے میل جول میں بہت بڑا فتنہ اور وسیع فساد مضمر ہے۔ (۱)

5- بے پردگی اور مردوزن کا آزادانہ اختلاط رفتہ رفتہ فحاشی وعریانی کے فروغ اور زنا کاری وبدکاری کی ترویج پر منتج ہوتا ہے۔ اور یہ معاملہ اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ پھر محرمات کا بھی کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ حتی کہ لندن شہر میں بیٹی کے باپ سے اور ماں کے بیٹے سے جنسی تعلقات کی خبریں بھی جرائد میں شائع ہو چکی ہیں۔

6- بدکاری کی کثرت کے ساتھ ہی مانع حمل ادویات کا وجود بھی ایک ناگزیر ضرورت بن جاتا ہے کیونکہ حرام طریقے سے شہوت پوری کرنے والا مرد یا عورت ہرگز اولاد نہیں چاہتے، اس لئے وہ ایسی ادویات استعمال کرتے ہیں جس سے اولاد نہ ہو، باوجود اس کے کہ یہ ادویات انسانی صحت کے لئے مضر ہیں۔

7- منع حمل کی تدابیر کے باوجود اگر عورت حاملہ ہو جائے تو پھر اسقاطِ حمل کا دروازہ کھلتا ہے جو نہ صرف فطری تقاضوں کے خون اور قتل اولاد کے مترادف ہے بلکہ عورت کی صحت کے لئے بھی خطرناک ہے۔

8- بے پردگی کے نتیجے میں پیدا ہونے والی زنا کاری کی کثرت بہت سی مہلک بیماریوں کا بھی ذریعہ ثابت ہوتی ہے جیسے کہ ایڈز وغیرہ۔

9- بے پردگی اور خواتین کے کھلے عام مردوں سے میل جول کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ لڑکی گھر سے بھاگ جاتی ہے۔ چھپ کر کسی سے نکاح کر لیتی ہے۔ لیکن گواہوں کی عدم موجودگی اور لڑکی کے والدین کی عدم

(۱) [ماخوذ از، کتب ورسائل للعثیمین : رسالة الحجاب (۳/۱۱-۱۳) لباس اور پردہ (۱۳۵-۱۳۸)]

سر پرستی کے باعث لڑکے پر نہ تو کوئی پابندی ہوتی ہے اور نہ ہی اسے کوئی پوچھنے والا ہوتا ہے۔ جس کے نتیجے میں لڑکا اپنی خواہش پوری ہوتے ہی لڑکی کو چھوڑ دیتا ہے۔ پھر وہ لڑکی جو والدین کی عزت مٹی میں ملا کے واپسی کے راستے تو پہلے ہی بند کر آئی ہوتی ہے در بدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ پھر معاملہ یہیں ختم نہیں ہوتا کیونکہ اگر وہ حاملہ ہو تو خود کو شرمندگی سے چھپانے کے لئے بچے کے پیدا ہوتے ہی اسے کسی کوڑے وغیرہ کے مقام پر پھینک دیتی ہے۔ پھر یہی گندگی کے ڈھیر پر پلنے بڑھنے والے لاوارث بچے بڑے ہو کر قتل و غارت، زنا بالجبر، ڈاکہ زنی اور چوری جیسے جرائم میں ملوث ہو کر معاشرتی بگاڑ اور فتنہ وفساد کا باعث بنتے ہیں۔

10- گھر سے فرار اختیار کرنے والی لڑکیاں یا جوانی میں مردوں کی جنسی تسکین کا باعث بننے والی عورتیں جب بوڑھی ہو کر اپنی خوبصورتی اور دلکش ادائیں کھو بیٹھتی ہیں تو پھر انہیں پوچھنے والا، ان کے غم میں شریک ہونے والا یا ان کے ساتھ کچھ وقت گزار کر ان کا دل بہلانے والا کوئی نہیں ہوتا، نہ بہن بھائی، نہ اولاد اور نہ کوئی دوسرا رشتہ دار۔ پھر ان کا وقت انتہائی کسمپرسی کی حالت میں محض سسکیاں بھرتے ہوئے ہی گزرتا ہے۔

⇦ اس لئے عورت کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ معاشرے میں اس کی عزت، وقار اور احترام کی بقا اسی حیثیت میں ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کے روپ میں عطا کی ہے، نیز اسے طبعی شرم و حیا، شوہر اور اولاد سے بے پناہ محبت کرنے والی اور صنف نازک کے اوصاف سے متصف کیا ہے۔ جبکہ دورِ حاضر کی تہذیب عورت کو ہر میدان میں مرد کی برابری کے خواب دکھا کر اس سے یہ خصائص چھین لینا چاہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو عورت پہلے صنف نازک سمجھی جاتی تھی اب اسے صنف بہتر کا درجہ مل چکا ہے۔ بالفاظِ دیگر عورت کی آزادی مرد کی غلامی پر منتج ہوئی ہے۔ بہر حال خلاصہ کلام یہی ہے کہ گھر اور معاشرے کی اصلاح وفلاح کی بنیاد عورت ہی ہے، اگر عورت تہذیب جدید کے تقاضے پورے کرنے کے بجائے اسلامی احکام پر عمل پیرا ہو اور مرد وزن سے اختلاط کے بجائے ہمیشہ باپردہ رہے تو یقیناً یہی وہ چیز ہے جو بذاتِ خود عورت کے لئے بھی بہتر ہے اور معاشرے کے لئے بھی۔

حجاب کی شرائط

① حجاب کا لباس ایسا ہو جو قدموں تک مکمل جسم کو چھپا لے۔ جیسا کہ پیچھے آیت گزری ہے کہ ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ ...﴾ [النور: ۳۱] ''اور وہ اپنے پاؤں (زمین پر) نہ ماریں...'' ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ ﴿إِنِّي امْرَأَةٌ أُطِيلُ ذَيْلِي وَ أَمْشِي فِي الْمَكَانِ الْقَذِرِ ، فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : يُطَهِّرُهُ مَا بَعْدَهُ﴾ ''میں ایسی عورت ہوں کہ اپنی چادر کو لمبا رکھتی ہوں اور (کبھی) راہ چلتے

ہوئے نجس جگہ سے بھی گزر رہوتا ہے (اور چادر کا پلو اس پر سے ہو کر گزرتا ہے)۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (چادر اٹھا کر پاؤں ننگے کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ) بعد والی جگہ اس (گندگی سے گزرنے والے پلو) کو پاک کر دیتی ہے۔''(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عہدِ رسالت کی خواتین پردہ کرتے ہوئے پاؤں سمیت اپنا سارا جسم ڈھانپنے کی کوشش کرتی تھیں۔مزید برآں اوپر اثباتِ حجاب کے سلسلے میں بیان کردہ تمام دلائل اس مسئلے کے اثبات کے لئے بھی کافی ہیں۔

② حجاب کا لباس بذاتِ خود زیب وزینت کا باعث نہ ہو۔کیونکہ قرآن میں ہے کہ ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ [النور : ۳۱] ''اور (مومنات) اپنی زیب وزینت ظاہر نہ کریں۔''اس آیت کے عموم میں ایسے ظاہری کپڑے بھی شامل ہیں جو مزین ہونے کی وجہ سے مردوں کی توجہ کا مرکز بنیں۔ نیز عورتوں کو جاہلیت کے بناؤ سنگھار کے ساتھ باہر نکلنے سے جو منع کیا گیا ہے۔(۲) اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ عورتیں اپنی زینت، محاسن اور اُن اشیاء کو ظاہر نہ کریں جنہیں چھپانا لازم ہے اور جو مردوں کی شہوت اُبھارنے کی موجب ہیں۔(۳) پھر اوپر جلباب یعنی بڑی چادر لینے کا حکم بھی اسی لئے ہے تا کہ اس سے عورت کی زینت چھپ سکے تو یہ بات کیسے معقول ہو سکتی ہے کہ وہ چادر بذاتِ خود ہی مزین ہو۔

③ حجاب کا کپڑا اتنا باریک نہ ہو کہ جس سے جسم ظاہر ہو۔اُم علقمہ بنت ابی علقمہ رحمہا اللہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رحمہا اللہ کو دیکھا کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس حال میں آئی کہ اس پر ایک باریک کپڑے کی اوڑھنی تھی جس سے اس کی پیشانی ظاہر ہو رہی تھی تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی اوڑھنی پھاڑ ڈالی اور فرمایا﴿ اَمَا تَعْلَمِيْنَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْ سُوْرَةِ النُّوْرِ ؟ ﴾ ''کیا تمہیں اُن احکام کا علم نہیں جو اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں نازل فرمائے ہیں؟'' پھر انہوں نے ایک (موٹے کپڑے کی) اوڑھنی منگوائی اور اسے پہنا دی۔''(۴)

معلوم ہوا کہ حجاب کے لئے ایسا باریک کپڑا استعمال کرنا جس سے جسم ظاہر ہو، درست نہیں۔یہی وجہ ہے کہ ایسی عورتوں کے لئے سخت وعید بیان ہوئی ہے جو اس قدر باریک لباس پہنتی ہیں کہ بظاہر تو وہ لباس پہنے ہوتی ہیں لیکن درحقیقت ننگی ہوتی ہیں۔چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا ، قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ وَ نِسَاءٌ

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود ، ابو داود (۳۸۳) کتاب الطهارة : باب الاذى يصيب الذيل ، ابن ماجه (۵۳۱)]

(۲) [الاحزاب : ۳۳]

(۳) [فتح البیان (۲۷٤/۷)]

(٤) [جلباب المرأة المسلمة (ص : ۱۲٦) ابن سعد (٤٦/۸)]

كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيْلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُءُ وْسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا وَ اِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا وَ كَذَا ﴾ ''دو قسم کے لوگ جہنمی ہیں جو ابھی تک میں نے نہیں دیکھے۔ایک وہ قوم جن کے پاس گائیوں کی دموں کی مانند کوڑے ہوں گے اور وہ ان کے ساتھ لوگوں کو ماریں گے اور دوسرے وہ عورتیں جو لباس پہننے کے باوجود (لباس کی باریکی و تنگی کی وجہ سے) ننگی ہوں گی۔(دوسروں کو اپنی طرف) مائل کرنے والی اور (خود دوسروں کی طرف) مائل ہونے والی ہوں گی ۔ ان کے سروں پر (جوڑے) بختی اونٹوں کے کوہانوں کی مانند حرکت کرتے ہوں گے ۔ یہ خواتین نہ تو جنت کو دیکھ سکیں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو ہی محسوس کر سکیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو اتنے اور اتنے فاصلے پر محسوس کی جا سکے گی۔''(۱) حافظ ابن حجر ہیثمی رحمہ اللہ نے اس عمل کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے کہ عورت اتنا باریک لباس پہنے جس سے جلد ظاہر ہو۔(۲)

④ حجاب کی چادر کھلی ہو تنگ نہ ہو۔ کیونکہ حجاب کا مقصد ہی یہ ہے کہ فتنہ رفع ہو سکے اور یہ صرف اُسی صورت میں ممکن ہے کہ جب عورت کسی کھلی و کشادہ چادر کے ساتھ حجاب کرے ۔ کیونکہ اگر وہ تنگ چادر استعمال کرے گی تو اگرچہ جسم کا رنگ تو چھپ جائے گا لیکن جسم کے خدوخال نمایاں ہوں گے جو کہ مردوں کے لیے فتنے کا باعث ہیں، لہٰذا فتنہ وفساد سے بچاؤ اسی صورت میں ممکن ہے کہ عورت حجاب کے لئے کشادہ چادر استعمال کرے۔

⑤ حجاب کے لباس کو پھیلنے والی خوشبو نہ لگی ہو۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ اَلْمَرْاَةُ اِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ عَلَى قَوْمٍ لِيَجِدُوْا مِنْ رِيْحِهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ ﴾ ''جو عورت خوشبو لگائے اور پھر لوگوں کے قریب سے گزرے تا کہ وہ اس کی خوشبو محسوس کریں تو وہ بدکار ہے۔''(۳)

⑥ حجاب مرد کے لباس سے مشابہت نہ رکھتا ہو۔ کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْاَةِ وَ الْمَرْاَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ ﴾ ''عورت جیسا لباس پہننے والے مرد اور مرد جیسا لباس پہننے والی عورت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔''(٤)

⑦ حجاب کفار کے لباس کے مشابہ نہ ہو۔ کیونکہ شریعتِ اسلامیہ کا ایک عظیم قاعدہ اور اصول ہے کہ مسلمان

---

(۱) [مسلم (۲۱۲۸) كتاب اللباس : باب النساء الكاسيات العاريات المائلات المميلات ، مسند احمد (۳۵٦/۲) كنز العمال (٤٥٠١٣)]

(۲) [الزواجر (۱۲۷/۱)]

(۳) [حسن : جلباب المرأة المسلمة (ص : ۱۳۷) غاية المرام (۱۹۹) نسائی (٥١٢٦) مستدرك حاكم (۳۹٦/۲) مسند احمد (٤٠٠/٤) ابن خزيمة (۹۱/۳) ابن حبان (۱٤۷٤ ـ الموارد)]

(٤) [صحيح : صحيح ابن ماجه (۱۹۰۳) غاية المرام (۸٦) صحيح ابوداود ، ابوداود (٤٠٩٨) كتاب اللباس : باب في لباس النساء ، مستدرك حاكم (۱۹٤/٤) مسند احمد (۳۲٥/۲) ابن حبان (۱٤٥٥)]

مرد وخواتین کے لئے کفار کی مشابہت جائز نہیں خواہ یہ مشابہت اُن کی عبادات سے ہو، عادات سے ہو یا ان کے کسی مخصوص لباس سے۔ لیکن مقامِ صد افسوس ہے کہ آج مسلمان اپنے دین سے جہالت، محض نفسانی خواہشات کی اتباع اور اہل مغرب کی تقلید میں اس سنہری اصول کو بھول چکے ہیں، جو نہ صرف شریعت کی کھلی مخالفت ہے بلکہ ہر جگہ مسلمانوں کی ذلت ورسوائی کی بھی ایک بنیادی وجہ ہے۔ لہٰذا پیغمبر آخر الزماں محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے والوں کو جان لینا چاہیے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ ہر مقام پر کفار بالخصوص یہود ونصاریٰ کی مخالفت ہی کی ہے اس لئے آج ہمیں بھی یہی کوشش کرنی چاہیے ورنہ آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی یاد رہے کہ ﴿ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ ﴾ ''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں شمار ہوگا۔''(١)

⑧ حجاب شہرت کے لباس پر مشتمل نہ ہو۔ کیونکہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِي الدُّنْيَا أَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾ ''جس نے دنیا میں شہرت کا لباس پہنا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائیں گے۔''(٢) شہرت کے لباس سے مراد وہ لباس ہے جو عام لوگوں کے لباس سے رنگ میں مختلف ہونے کی وجہ سے شہرت کا باعث بنے۔ لوگوں کی نظریں اس کی طرف اٹھیں اور اسے پہننے والا تعجب وتکبر میں پڑ جائے۔(٣) حجاب کے انتخاب میں بھی ایسے لباس سے اجتناب کرنا چاہیے۔(٤)

چند استثنائی صورتیں

○ اہل علم کا کہنا ہے کہ اگرچہ شرعی حکم کی وجہ سے خواتین حجاب کی پابند ہیں لیکن اگر کوئی آسمانی یا زمینی آفت آن پڑے مثلاً زلزلہ، سیلاب وغیرہ یا بحری جہاز ڈوب جائے، ہوائی جہاز میں آگ لگ جائے، گھر کی چھت گر پڑے، گھر میں آگ لگ جائے، یا چور اور ڈاکو وغیرہ کسی گھر میں گھس جائیں تو ایسے حالات میں حجاب کی پابندی ضروری نہیں رہتی بلکہ ستر وحجاب کی پرواہ کئے بغیر دیگر مسلمان ان آفت زدہ مرد وخواتین کی امداد کر سکتے ہیں بلکہ یہ اُن کا فریضہ ہے۔ اور ان صورتوں میں کسی کے گھر یا پردہ داری کے مقام میں داخلے کی اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں۔

○ بوڑھی خواتین کو بھی حجاب کی پابندی سے استثناء حاصل ہے۔ جیسا کہ اوپر آیت ذکر کی گئی ہے کہ ﴿ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ ... ﴾[النور : ٦٠] ''اور گھروں میں بیٹھ رہنے والی (عمر رسیدہ) عورتیں جو نکاح کی امید

---

(١) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (٦١٤٩) ابو داود (٤٠٣١) کتاب اللباس : باب فی لبس الشھرۃ]

(٢) [صحیح : صحیح ابن ماجۃ (٢٩٠٥) کتاب اللباس : باب من لبس شھرۃ من الثیاب 'ابن ماجۃ (٣٦٠٦) ابو داود (٤٠٦٩) احمد (١٣٩/٢)]

(٣) [النھایۃ فی غریب الحدیث (٥١٥/٢) نیل الاوطار (٩٤/٢) عون المعبود (٥٠/١١)]

(٤) [ان تمام شرائط کی تفصیل اور مزید دلائل کے لئے دیکھئے : "جلباب المرأۃ المسلمۃ" از شیخ البانی]

نہیں رکھتیں، تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے (پردہ داری کے) کپڑے اتار دیں جبکہ وہ (اپنی) زیب وزینت ظاہر کرنے والی نہ ہوں۔'' لیکن یہ یاد رہے کہ عمر رسیدہ خواتین کو مشروط رخصت دی گئی ہے یعنی اگر ان میں زیب وزینت کے اظہار کا شوق، شہوانی جذبات اور نکاح کی رغبت ختم ہو چکی ہو تو پھر وہ اپنا حجاب اتار سکتی ہے لیکن اگر ایسا نہ ہو تو پھر ان پر بھی حجاب کی پابندی ضروری ہے۔

○ احرام کی حالت میں بھی حجاب کے احکام رفع کر دیئے گئے ہیں۔ جیسا کہ خواتین کو دورانِ احرام یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ نہ چہرے پر نقاب پہنیں اور نہ ہی ہاتھوں پر دستانے پہنیں۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ لَا تَنْتَقِبُ الْمَرْأَةُ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازَيْنِ ﴾ ''احرام والی عورت نقاب اور دستانے استعمال نہ کرے۔''(۱) لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اگر دورانِ احرام کہیں عورتیں محسوس کریں کہ وہ مرد حضرات سے بآسانی پردہ کر سکتی ہیں تو وہ نقاب یا دستانوں کے علاوہ بھی اپنا چہرہ اور ہاتھ نہ چھپائیں بلکہ اگر کسی اور چیز (مثلاً چادر یا دوپٹے کے پلو وغیرہ) کے ساتھ پردہ کرنا ممکن ہو تو انہیں ایسا کرنا چاہیے جیسا کہ پیچھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں گزرا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حالتِ احرام میں تھیں اور قافلے ہمارے سامنے سے گزرتے تھے، جب وہ سامنے آتے تو ہم اپنی چادریں منہ پر لٹکا لیتیں اور جب وہ گزر جاتے تو منہ کھول لیتیں۔ (۲)

○ دورانِ جنگ جب ہر طرف خوف وہراس پھیلا ہو، مسلمانوں کا لشکر کفار کے لشکر کے خلاف برسرِ پیکار ہو، دونوں طرف سے حملے ہو رہے ہوں اور اس کے نتیجے میں لوگ زخمی ہو رہے ہوں تو اس سخت آزمائش کے موقع پر خواتین کو گھریلو سامان کی طرح گھر کے ساتھ ہی نہیں چمٹے رہنا چاہیے بلکہ سرفروشانہ خدمات انجام دینی چاہییں۔ انہیں ہر ممکن طریقے سے مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ تعاون کی کوشش کرنی چاہیے خواہ یہ تعاون پانی پلانے کی صورت میں ہو، زخمیوں کی مرہم پٹی کی صورت میں ہو یا شہداء اور زخمیوں کو پیچھے شہر میں منتقل کرنے کی صورت میں ہو۔ اور بلاشبہ یہ تمام ایسے اُمور ہیں کہ اگر عورت چاہے بھی تو پورے حجاب کے ساتھ انہیں انجام نہیں دے سکتی، اسی لئے ایسے حالات میں حجاب کے احکام میں نرمی واقع ہو جاتی ہے۔

واضح رہے کہ درج بالا تمام اُمور عہدِ نبوی کی خواتین سے ثابت ہیں جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنگ اُحد کے موقع پر میں نے حضرت عائشہ اور حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ اپنے تہبند سمیٹے ہوئے تھیں اور

(۱) [بخاری (۱۸۳۸) کتاب جزاء الصید : باب ما ینھی من الطیب للمحرم والمحرمة' ابو داود (۱۸۲۵) کتاب المناسك : باب ما یلبس المحرم' أحمد (۲۲/۲) نسائی (۱۳۳/۵) بیہقی (٤٦/٥)]

(۲) [حسن : حجاب المرأة المسلمة للألبانی (ص : ۱۰۷) ابو داود (۱۸۳۳) کتاب المناسك : باب فی المحرمة تغطی وجهها' ابن ماجة (۲۹۳۵) دار قطنی (۲۹۵/۲) بیہقی (٤٨/٥) ابن خزیمة (۲٦٩١)]

(تیز چلنے کی وجہ سے) پانی کے مشکیزے چھلکاتی ہوئی لئے جا رہی تھیں، لوگوں کو اُن سے پانی پلاتی تھیں، پھر واپس آتی تھیں اور دوبارہ مشکیزے بھر کے لوگوں کو پانی پلاتی تھیں اور میں ان کے پاؤں کی پازیبیں دیکھ رہا تھا۔[1] ایک دوسری روایت میں حضرت اُم سلیط رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿ فَإِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ أُحُدٍ ﴾ ''جنگ اُحد کے موقع پر آپ ہمارے لئے (پانی کے) مشکیزے اٹھا کر لاتی تھیں۔''[2]

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ﴿ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ نَسْقِي وَ نُدَاوِي الْجَرْحَى وَ نَرُدُّ الْقَتْلَى إِلَى الْمَدِينَةِ ﴾ ''ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ (جنگ میں) شریک ہوتی تھیں، مسلمان فوجیوں کو پانی پلاتی تھیں، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور جو لوگ شہید ہو جاتے تھے انہیں اٹھا کر مدینہ لاتی تھیں۔''[3]

- بوقتِ ضرورت معالج اور ڈاکٹر کے سامنے بھی حجاب اتارا جا سکتا ہے بلکہ اگر کوئی مجبوری ہو تو اعضائے ستر بھی ظاہر کئے جا سکتے ہیں۔ اس مسئلے کی تفصیل اور چند دلائل پیچھے ''لباس کے بیان'' میں ستر کی استثنائی صورتوں کے تحت گزر چکے ہیں۔
- اہل علم کا کہنا ہے کہ جرائم کی تفتیش کی غرض سے بھی عورت کا حجاب اتارا جا سکتا ہے۔
- جس لڑکے سے شادی کا ارادہ ہو اس کے سامنے بھی عورت حجاب اتار کر اپنا چہرہ اور ہاتھ ظاہر کر سکتی ہے کیونکہ فرمانِ نبوی کے مطابق شادی کا ارادہ رکھنے والے مرد و خواتین اگر شادی سے پہلے ایک دوسرے کو دیکھ لیں تو بہتر ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ ﴿ إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَا يَدْعُوهُ إِلَى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ ﴾ ''تم میں سے جب کوئی کسی عورت کو پیغام نکاح دے اگر ممکن ہو تو اس سے وہ کچھ دیکھ لے جو اس کے لیے نکاح کا باعث ہو۔''[4] اسی طرح اہل علم نے یہ بھی نقل فرمایا ہے کہ دیکھنے کا حکم صرف مرد تک محدود نہیں بلکہ یہ اسی طرح عورت کے حق میں بھی ثابت ہے۔ پس اس کے لیے بھی اپنے منگیتر کو (ایک نظر) دیکھ لینا جائز ہے کیونکہ عورت کو بھی مرد سے وہ کچھ اچھا لگتا ہے جو کچھ مرد کو عورت سے اچھا لگتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اپنی بیٹیوں کی شادی بدصورت مرد سے مت کرو۔ (کیونکہ) عورتوں کو بھی مردوں سے وہ کچھ اچھا لگتا ہے جو کچھ مردوں کو عورتوں سے اچھا لگتا ہے۔''[5]

---

(۱) [بخاری (۲۸۸۰) کتاب الجهاد : باب غزو النساء وقتالهن مع الرجال]

(۲) [بخاری (۲۸۸۱) کتاب الجهاد : باب غزو النساء وقتالهن مع الرجال]

(۳) [بخاری (۲۸۸۲) کتاب الجهاد : باب غزو النساء وقتالهن مع الرجال]

(٤) [حسن : صحیح ابو داود (۱۸۳۲) کتاب النکاح : باب فی الرجل ینظر إلی المرأة' ابو داود (۲۰۸۲)]

(٥) [فقه السنة (۱۱٤/۲)]

○ یہ تو دنیا سے متعلقہ چند صورتیں تھیں۔ علاوہ ازیں آخرت کے دن حساب کتاب سے پہلے جب لوگوں کو میدانِ حشر میں جمع کیا جائے گا تو اس وقت ہر طرف ایسی ہولناکی اور ہیبت ہوگی کہ ستر و حجاب تو در کنار لوگوں پر لباس ہی نہیں ہوگا اور نہ ہی انہیں اس کی کوئی فکر یا احساس ہوگا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! الرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ ، فَقَالَ: اَلْأَمْرُ أَشَدُّ مِنْ أَنْ يُهِمَّهُمْ ذَاكِ﴾ ''روزِ قیامت لوگوں کو ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بے ختنہ حالت میں اکٹھا کیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! تب مرد اور عورتیں ایک دوسرے کو تو نہیں دیکھیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عائشہ! اس دن کی سختی اس سے کہیں زیادہ ہوگی کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھیں۔''(۱)

جن لوگوں سے حجاب نہیں ہے

جن لوگوں سے پردہ نہیں ہے ان کی تفصیل اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیات میں ذکر فرمائی ہے:

(1) ﴿ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآىِٕهِنَّ وَلَآ اَبْنَآىِٕهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآىِٕهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴾

[الاحزاب : ٥٥] ''عورتوں پر اپنے باپوں اور اپنے بیٹوں اور اپنے بھائیوں اور اپنے بھتیجوں اور اپنے بھانجوں اور اپنی (مومن) عورتوں اور جن (لونڈیوں) کے مالک ہوئے ہیں ان کے دائیں ہاتھ (ان سے پردہ نہ کرنے میں) کوئی گناہ نہیں اور (اے عورتو!) تم اللہ سے ڈرتی رہو، بے شک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں نقل فرمایا ہے کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے عورتوں کو اجنبی مردوں سے پردے کا حکم دیا تو اب ان قریبی رشتہ داروں کا ذکر ہو رہا ہے جن سے پردہ نہیں ہے جیسا کہ سورۂ نور کی درج ذیل آیت میں بھی انہیں مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔(۲)

(2) ﴿ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰي عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ﴾

[النور : ٣١] ''اور اپنی زینت کو (کسی کے سامنے) ظاہر نہ کیا کرو سوائے اپنے خاوند، باپ، سسر، بیٹوں، خاوند

(۱) [مسلم (٢٨٥٩) كتاب الجنة : باب فناء الدنيا و بيان الحشر يوم القيامة]

(۲) [تفسير ابن كثير (٤/ ٧٧٠)]

کے بیٹوں، اپنے بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں، اپنی (مومن) عورتوں اور غلام لونڈیوں کے، نیز ان زیردست مردوں کے (سوا) جو عورتوں کی خواہش نہیں رکھتے یا ایسے لڑکوں کے (سوا) جو عورتوں کے پردے کی چیزوں سے واقف نہیں۔''

ان آیات میں بارہ (12) قسم کے ایسے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جن سے عورت کو پردے کی ضرورت نہیں۔ ان کی کچھ تفصیل حسب ذیل ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ پردہ نہ کرنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ عورت ان کے سامنے جیسے چاہے پھرتی رہے بلکہ ستر پوشی (شوہر کے سوا) ان سب کے سامنے بھی واجب ہے اور عورت کے ستر کی تفصیل پیچھے ''لباس کے بیان'' کے تحت گزر چکی ہے۔

محرم رشتہ دار: اولاً یہ یاد رہے کہ محرم رشتہ داروں سے حجاب کی ضرورت نہیں اور سب سے قریبی محرم تو شوہر ہے جبکہ دیگر محرم رشتہ دار وہ ہوتے ہیں جن سے ابدی طور پر نکاح حرام ہو۔ جیسا کہ امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ محرم کی تعریف میں نقل فرماتے ہیں کہ ((الْمَحْرَمُ الَّذِيْ يَجُوْزُ مَعَهُ السَّفَرُ وَ الْخُلْوَةُ : كُلُّ مَنْ حَرُمَ نِكَاحُ الْمَرْأَةِ عَلَيْهِ لِحُرْمَتِهَا عَلَى التَّأْبِيْدِ)) ''محرم رشتہ دار وہ ہے جس کے ساتھ (عورت کا) سفر اور خلوت (تنہائی) جائز ہو (یعنی) عورت کا محرم ہر وہ شخص ہے جس پر اس کے ساتھ نکاح کرنا ابدی طور پر حرام ہو۔''(١) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ محرم کی وضاحت یوں کرتے ہیں کہ ((الْمُرَادُ بِهِ مَنْ لَا يَحِلُّ لَهُ نِكَاحُهَا)) ''محرم رشتہ دار وہ ہے جس کے لئے اس (عورت) سے نکاح جائز نہ ہو۔''(٢) علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ ((الْمَحْرَمُ مَنْ حَرُمَ نِكَاحُهُ عَلَى التَّأْبِيْدِ)) ''محرم رشتہ دار وہ ہے جس سے نکاح کرنا عورت کے لئے ابدی طور پر حرام ہو۔''(٣) شیخ عبد المحسن العباد محرم کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ ((الْمَحْرَمُ هُوَ زَوْجُهَا أَوْ مَنْ تَحْرُمُ عَلَيْهِ عَلَى التَّأْبِيْدِ)) ''محرم سے مراد عورت کا شوہر ہے یا وہ شخص ہے جس پر عورت ابدی طور پر حرام ہے۔''(٤)

معلوم ہوا کہ شوہر اور ہر وہ شخص عورت کا محرم ہے جس کے ساتھ نکاح کرنا اس کے لئے ابدی طور پر حرام ہے لیکن جن سے ابدی طور پر نہیں بلکہ وقتی طور پر نکاح حرام ہے جیسے بہنوئی وغیرہ تو ایسے لوگوں سے حتی الامکان پردہ کرنا چاہیے (تاہم بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ جو رشتے ابدی طور پر نہیں بلکہ وقتی طور پر حرام ہیں تو ایسے لوگوں

---

(١) [احكام الاحكام شرح عمدة الاحكام (ص: ٣٠٤)]

(٢) [فتح البارى (٥٦٨/٢)]

(٣) [فيض القدير (٥١٦/٦)]

(٤) [شرح سنن ابى داود (٢٢٦/٩)]

سے پردے کے حکم میں کچھ گنجائش اور نرمی ہے، واللہ اعلم)۔

بہر حال مذکورہ بالا آیت میں آٹھ محرم رشتہ داروں کا ذکر ہے یعنی خاوند، باپ، سسر، سگے بیٹے، سوتیلے بیٹے، بھائی، بھتیجے اور بھانجے۔ یہاں چچا اور ماموں کا ذکر نہیں لیکن اہل علم کا کہنا ہے کہ یہاں ان کے بیٹوں (بھتیجے اور بھانجے) کے ذکر سے ان کا ذکر از خود ہو گیا ہے۔ (۱) لہٰذا مذکورہ آٹھ محرم رشتہ داروں کے ساتھ دو مزید رشتوں کو بھی ملا لینا چاہیے، چچا اور ماموں۔ یہ بھی عورت کے محرم ہیں۔ امام قرطبی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ ((وَ الْجَمْهُوْرُ عَلَى اَنَّ الْعَمَّ وَ الْخَالَ كَسَائِرِ الْمَحَارِمِ)) ''جمہور اہل علم کے نزدیک چچا اور ماموں بھی باقی سارے محرم رشتہ داروں کی مانند ہی ہیں۔'' (۲) مزید برآں اہل علم نے داماد کو بھی محرم رشتہ داروں میں شامل کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ حرام رشتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ﴿ وَ اُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ ﴾ [النساء : ۲۳] ''اور تمہاری بیویوں کی مائیں (یعنی تمہاری ساس بھی تم پر حرام ہے) لہٰذا جیسے عورت کے لئے سسر محرم ہے اسی طرح ساس کے لئے داماد محرم ہے۔

واضح رہے کہ ''باپ'' میں صرف باپ ہی نہیں بلکہ دادا، پردادا، نانا اور پرنانا سب ہی شامل ہیں۔ ''بیٹوں'' میں بھی پوتے، پڑپوتے، نواسے اور پڑنواسے سب شامل ہیں۔ اسی طرح ''سوتیلے بیٹوں'' کی اولاد بھی ان محرم رشتہ داروں ہی میں شامل ہے۔ ''بھائیوں'' میں سگے، سوتیلے اور ماں جائے ہر قسم کے بھائی شامل ہیں۔ نیز ''بھائی بہنوں کی اولاد'' میں بھی مذکورہ تینوں قسم کے بھائی بہنوں کی اولاد شامل ہے اور ان کی اولاد میں ان کے پوتے، پڑپوتے، نواسے اور پڑنواسے سب ہی شامل ہیں۔

○ یہاں یہ بھی یاد رہے کہ اگرچہ اس آیت میں رضاعی رشتہ داروں کا ذکر نہیں لیکن حرمت میں وہ تمام بھی نسب کی طرح ہی ہیں جیسا کہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا حَرَّمَ مِنَ النَّسَبِ ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے رضاعت کی وجہ سے بھی ان رشتوں کو حرام کر دیا ہے جنہیں نسب کی وجہ سے حرام کیا ہے۔'' (۳) اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ ان کے رضاعی چچا ''افلح'' نے ان کے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے انکار کر دیا۔ لیکن پھر نبی ﷺ آئے تو آپ نے فرمایا کہ انہیں اندر آنے کی اجازت دے دو (کیونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا گمان تھا کہ رضاعی چچا سے بھی پردہ ہے لیکن جب نبی ﷺ نے بتایا کہ رضاعی چچا سے پردہ نہیں تو پھر انہوں نے انہیں اندر آنے کی اجازت دے دی)۔ (۴) نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے

---

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۳۱۷/٤)] (۲) [تفسیر قرطبی (۲۳۳/۱۲)]

(۳) [صحیح : إرواء الغلیل (۲۸٤/٦) ترمذی (۱۱٤٦) کتاب الرضاع : باب ما جاء یحرم من الرضاع ...]

(٤) [بخاری (۵۱۰۳) کتاب النکاح : باب لبن الفحل]

کہ ((وَ لَيْسَ فِي الْآيَةِ ذِكْرُ الرَّضَاعِ وَ هُوَ كَالنَّسَبِ))''اس آیت میں رضاعی رشتوں کا ذکر نہیں حالانکہ وہ بھی نسبی رشتوں کی مانند ہی ہیں۔''(۱) معلوم ہوا کہ جن تمام محرم رشتوں کا ذکر درج بالا آیت میں ہے اگر چہ وہ نسبی رشتے ہیں لیکن اگر رضاعت سے بھی عورت کے ایسے رشتے ہوں تو عورت کو ان سے بھی پردے کی ضرورت نہیں۔

○ علاوہ ازیں جہاں محرم رشتے میں شبہ پڑ جائے وہاں بھی احتیاطاً پردہ کرنا ہی بہتر ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ عتبہ بن ابی وقاص نے (مرتے وقت جاہلیت میں) اپنے بھائی (سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کو وصیت کی تھی کہ وہ زمعہ کی باندی سے پیدا ہونے والے بچے کو اپنے قبضے میں لے لیں۔ عتبہ نے کہا تھا کہ وہ میرا لڑکا ہوگا چنانچہ جب فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اس بچے کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ عبد بن زمعہ بھی آئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے تو یہ کہا کہ یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے۔ بھائی نے وصیت کی تھی کہ یہ اس کا لڑکا ہے۔ لیکن عبد بن زمعہ نے کہا اے اللہ کے رسول! یہ میرا بھائی ہے (میرے والد) زمعہ کا بیٹا ہے کیونکہ انہی کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ آپ نے زمعہ کی باندی کے لڑکے کو دیکھا تو وہ واقعی (سعد کے بھائی) عتبہ بن ابی وقاص کی شکل پر تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (قانون شریعت کے مطابق) یہ فیصلہ کیا کہ اے عبد بن زمعہ! تم ہی اس بچے کو رکھو یہ تمہارا بھائی ہے کیونکہ یہ تمہارے والد کے بستر پر پیدا ہوا ہے اور سودہ رضی اللہ عنہا (جو کہ زمعہ کی بیٹی تھیں) سے فرمایا کہ ﴿ اِحْتَجِبِي مِنْهُ ﴾ ''تم اس لڑکے سے پردہ کرو'' کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے میں عتبہ بن ابی وقاص کی شباہت پائی تھی (اسی لئے یہ اطمینان نہیں تھا کہ وہ واقعی ان کا بھائی ہے یا نہیں)۔(۲)

اپنی عورتیں: محرم رشتہ داروں کے علاوہ مذکورہ بالا آیت میں ''اپنی عورتوں'' سے پردہ نہ کرنے کا ذکر ہے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ یعنی عورت مسلمان عورتوں کے سامنے بھی اپنی زینت کا اظہار کر سکتی ہے مگر ذمیوں کی عورتوں کے سامنے اپنی زینت کا اظہار نہ کریں تاکہ وہ اپنے مردوں کے سامنے جا کر بیان نہ کریں، اگر چہ ممانعت تمام عورتوں کے سامنے ہے مگر ذمیوں کی عورتوں کے سامنے اظہار زینت کی زیادہ شدید مذمت ہے کیونکہ ان کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں جبکہ مسلمان عورتیں جانتی ہیں کہ مردوں کے سامنے عورتوں کے حسن و جمال کو بیان کرنا حرام ہے لہٰذا وہ اس سے رک جائیں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ﴿ لَا تُبَاشِرِ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ فَتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّهُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا ﴾ ''کوئی عورت کسی عورت کے جسم کے ساتھ جسم نہ لگائے کہ وہ اس

---

(۱) [فتح البيان في مقاصد القرآن (۲۰۸/۹)]

(۲) [بخاري (۴۳۰۳) كتاب المغازي : باب ' مسلم (۱۴۵۷) ابو داود (۲۲۳۷) ابن ماجة (۲۰۰۴)]

کی اپنے شوہر کے سامنے اس طرح تعریف کرنے لگے گویا وہ اسے دیکھ رہا ہو۔"(۱)

معلوم ہوا کہ اپنی عورتوں سے مراد صرف مسلمان عورتیں ہیں لیکن بعض دوسرے اہل علم کا کہنا ہے کہ یہاں اپنی عورتوں سے مراد صرف جان پہچان کی عورتیں ہیں جو رشتہ دار تو نہ ہوں لیکن گھر میں آتی جاتی ہوں اور ان کی شرافت کا علم ہو تو ایسی عورتوں کے سامنے بھی حجاب کی ضرورت نہیں، البتہ جو عورتیں جان پہچان کی نہیں خواہ وہ غیر مسلم ہوں یا مسلمان، ان کے سامنے عورت کو باپردہ ہی رہنا چاہیے کیونکہ عورتیں ہی ہوتی ہیں جو نوجوان لڑکیوں کو بہلا پھسلا کر گمراہ کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں، انہیں گھروں سے اغوا کراتی ہیں اور پھر ان کے ذریعے فحاشی کے اڈے چلاتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ تو اس قسم کی اَن جانی، مجهول الحال، آوارہ اور مشتبہ چال چلن والی عورتوں سے اُسی طرح پردہ کرنا چاہیے جیسے مردوں سے کیا جاتا ہے (یہی رائے زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے، واللہ اعلم)۔

○ انہی اَن جانی عورتوں کی طرح مخنث رہیجڑے بھی جوان لڑکیوں کے حسن و جمال کی خبریں اِدھر اُدھر پھیلانے میں ماہر ہوتے ہیں، اسی لئے نبی ﷺ نے انہیں بھی گھروں میں داخل کرنے سے منع کیا ہے اور خواتین کو ان سے دور رہنے اور ان سے حجاب کرنے کی ہی نصیحت فرمائی ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک مخنث رسول اللہ ﷺ کے گھر میں آتا جاتا تھا اور اسے ان لوگوں میں شمار کیا جاتا تھا جنہیں عورتوں کی خواہش نہ ہو، ایک بار نبی اکرم ﷺ گھر میں تشریف لائے تو آپ نے اسے ایک عورت کی یہ تعریف کرتے ہوئے سنا کہ جب وہ آتی ہے تو اس کے جسم کے چار حصے ہوتے ہیں اور جب جاتی ہے تو اس کے جسم کے آٹھ حصے ہو جاتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ أَلَا أَرَى هٰذَا يَعْرِفُ مَا هٰهُنَا ؟ لَا يَدْخُلَنَّ عَلَيْكُنَّ ﴾ "کیا میں اسے نہیں دیکھ رہا ہوں کہ یہ جانتا ہے کہ یہاں کیا ہے؟ (آئندہ) یہ تمہارے پاس ہرگز نہ آئے۔"(۲) پھر اسے نکال دیا گیا، یہ بیداء مقام پر رہتا اور ہر جمعہ کو کھانا لینے آجایا کرتا۔(۳)

غلام لونڈیاں: عورت کا اپنے غلام لونڈیوں سے بھی پردہ کرنا ضروری نہیں۔ بعض لوگ یہاں صرف لونڈیاں ہی مراد لیتے ہیں لیکن چونکہ آیت کے الفاظ ﴿ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ ﴾ "یا جن کے مالک ہوئے ہیں ان کے دائیں ہاتھ" عام ہیں اس لئے یہاں لونڈیوں کے ساتھ غلام بھی مراد ہیں اور اس کی تائید اُس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ایسا کپڑا تھا کہ وہ اگر اسے سر پر لپیٹتیں تو ان کے پاؤں تک نہ پہنچتا تھا اور اگر پاؤں کو چھپاتیں تو سر پر نہ رہتا تھا۔ پس جب نبی ﷺ نے ان کی اس اُلجھن کو دیکھا تو فرمایا "تمہارے

---

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۳۱۸/٤) حدیث کے حوالے کے لئے دیکھیے : بخاری (۵۲٤۱) کتاب النکاح]

(۲) [مسلم (۲۱۸۱) کتاب السلام : باب منع المخنث من الدخول على النساء الاجانب]

(۳) [**صحیح** : صحیح ابوداود، ابوداود (٤۱۰۹) کتاب اللباس : باب في قوله تعالى "غير اولي الاربة"]

لئے کوئی حرج کی بات نہیں، تمہارے سامنے صرف تمہارے والد ہیں اور تمہارا غلام ہے۔''(۱) اس سے معلوم ہوا کہ عورت پر اپنی لونڈی کی طرح اپنے غلام سے بھی پردہ کرنا لازم نہیں۔ شیخ ابو بکر الجزائری نے بھی اس آیت کی تفسیر میں مذکورہ الفاظ سے غلام اور لونڈی دونوں ہی مراد لئے ہیں۔(۲)

ایسے خادم جنہیں عورتوں میں رغبت نہیں: یعنی ایک تو وہ خادم ہیں اور دوسرے جنسی جذبات نہیں رکھتے۔ مراد ایسے طفیلی قسم کے زیر دست لوگ ہیں جو کسی بھی قسم کی شہوانی اغراض سے تہی دامن ہیں یا تو کم عمری کی وجہ سے، یا بڑھاپے کی وجہ سے، یا ناقص العقل ہونے کی وجہ سے، یا نامردی کی وجہ سے اور یا پھر اپنے مالک کی عزت ووقار کی وجہ سے۔ بعض اوقات ایسے لوگ کسی گھر میں ہی پلے بڑھے ہوتے ہیں اور اہل خانہ کی خدمت میں صرف اس لئے مصروف رہتے ہیں کہ انہیں کھانا نصیب ہو جائے۔ انہیں گھر کی عورتوں میں نہ تو کوئی رغبت ہوتی ہے اور نہ ہی ایسا کرنے کی ہمت۔ غرض ان سے یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اپنی مالکہ پر بری نظر ڈال سکتے ہیں۔ ایسے خادموں سے عورت اگر پردہ نہ بھی کرے تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر ان خادموں میں بھی عورتوں کی رغبت کا احساس ہو تو پھر ان سے بھی پردہ واجب ہوگا۔ آج کل گھروں کے باہر کھڑے چوکیدار، ڈرائیور اور خانسامے بھی ایسے ہی خدام میں شامل ہیں جن سے پردہ کرنا لازم ہے بالخصوص جب وہ ابھی کنوارے ہی ہوں۔

نابالغ بچے: امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے آیت کے ان الفاظ ''یا ایسے لڑکے جو عورتوں کی چھپی باتوں سے واقف نہیں'' کی تفسیر میں نقل فرمایا ہے کہ یعنی کم عمری کی وجہ سے وہ عورتوں کے حالات، ان کے پردے کی چیزوں، ان کے نرم کلام، ان کی چال اور ان کی حرکات وسکنات کو سمجھتے نہ ہوں۔ اگر بچہ اتنا چھوٹا ہو کہ وہ ان چیزوں کو سمجھتا نہ ہو تو اس کے عورتوں کے پاس آنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر بچہ بالغ یا قریب البلوغت ہو، ان چیزوں کو جانتا پہچانتا اور بدصورت اور خوبصورت عورت میں تمیز کر سکتا ہو تو اسے عورتوں کے پاس نہ آنے دیا جائے (بالفاظ دیگر جو بچے ابھی صنفی احساسات سے محروم ہوں ان سے عورت کا پردہ کرنا ضروری نہیں لیکن جب ان میں ایسے احساسات پیدا ہونے شروع ہو جائیں تو پھر ان سے پردہ کرنا ہی بہتر ہے خواہ وہ ابھی بالغ نہ بھی ہوئے ہوں)۔(۳)

نظر کے احکام

اجنبی مردوں اور عورتوں کو نظر کے بارے میں یہی حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھنے سے اجتناب کریں اور حتی الامکان نظریں جھکائے رکھنے کی ہی کوشش کریں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

---

(۱) [**صحیح**: الصحیحۃ (۲۸۶۸) ابو داود (۴۱۰۶) کتاب اللباس: باب فی العبد ینظر الی شعر مولاته]

(۲) [ایسر التفاسیر (۵۶/۳)]

(۳) [تفسیر ابن کثیر (۳۱۸/۴۔۳۱۹)]

﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۚ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ○ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ﴾ [النور: ۳۰۔۳۱] ''(اے نبی!) آپ مومن مردوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لئے بہت پاکیزہ (عمل) ہے، بلاشبہ اللہ اس سے خوب باخبر ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ اور آپ مومن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔''

نظریں جھکانے کا حکم جیسے مذکورہ آیت میں ہے اسی طرح بعض احادیث میں بھی اس کی ترغیب موجود ہے جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ عَلَى الطُّرُقَاتِ ﴾ ''راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔'' صحابہ نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! ہماری مجلسوں کے بغیر ہمارا گزارہ نہیں کیونکہ ہم ان میں بات چیت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ''اگر تم نہیں مانتے تو راستے کا حق ادا کرو۔'' صحابہ نے عرض کیا' اس کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ﴿ غَضُّ الْبَصَرِ وَكَفُّ الْأَذَى وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ ''نظر نیچی رکھنا' تکلیف نہ دینا' سلام کا جواب دینا' نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا۔''(۱)

اسی طرح حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ اكْفُلُوا لِي بِسِتٍّ أَكْفُلْ لَكُمُ الْجَنَّةَ : إِذَا حَدَّثَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَكْذِبْ ، وَإِذَا وَعَدَ فَلَا يُخْلِفْ ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ فَلَا يَخُنْ ، وَغُضُّوا أَبْصَارَكُمْ وَاحْفَظُوا فُرُوجَكُمْ وَكُفُّوا أَيْدِيَكُمْ ﴾ ''تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں: ① جب تم میں سے کوئی بات کرے تو جھوٹ نہ بولے۔ ② جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی نہ کرے۔ ③ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت نہ کرے۔ ④ اپنی نظریں نیچی رکھو۔ ⑤ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔ ⑥ اور اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو۔''(۲)

لیکن نظر جھکانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہر وقت اپنا منہ نیچے رکھا جائے اور اوپر اٹھایا ہی نہ جائے بلکہ مراد اُس نظر سے پرہیز ہے جسے آنکھ کا زنا کہا گیا ہے۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ فَزِنَا الْعَيْنَيْنِ النَّظَرُ ... وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذَلِكَ أَوْ يُكَذِّبُهُ ﴾ ''آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، زبان کا زنا گفتگو کرنا ہے، کانوں کا زنا سننا ہے، ہاتھوں کا

---

(۱) [بخاری (۶۲۲۹) کتاب الاستئذان : باب قول الله تعالى يأيها الذين آمنوا لا تدخلوا بيوتا ' الأدب المفرد (۱۱۵۳) مسلم (۲۱۲۱) ابو داود (۴۸۱۵) احمد (۳۶/۳) ابن حبان (۵۹۵)]

(۲) [حسن بشواهده : السلسلة الصحيحة (۱۵۲۵) طبرانی کبیر (۲۶۲/۸) ، (۸۰۱۸)]

زنا پکڑنا ہے، پاؤں کا زنا چلنا ہے، نفس تمنا اور خواہش کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔''(۱)

بلاشبہ آنکھ کا زنا یہی ہے کہ مرد اجنبی عورتوں کو شہوت کی نگاہ سے دیکھے اور عورت اجنبی مردوں کو شہوت کی نگاہ سے دیکھے یا پھر اجنبی مرد وعورت ایک دوسرے کے مقاماتِ ستر کو دیکھیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے آنکھ کے زنا کی تشریح میں فرمایا ہے کہ ((اَیْ اِلَی مَا لَا یَحِلُّ لِلنَّاظِرِ))''یعنی اس چیز کی طرف دیکھنا جسے دیکھنا جائز نہیں (۲)۔''اور علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ نے اس کی تشریح یوں کی ہے کہ'' آنکھ کا زنا اس چیز کو دیکھنا ہے جسے دیکھنا جائز نہیں جیسے اجنبی عورت وغیرہ۔''(۳)

نظر بازی سے روکنے کا مقصد یہ ہے کہ کہیں آہستہ آہستہ تعلق بڑھتے بڑھتے زنا تک نہ پہنچ جائے کیونکہ اس حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ آج تک جہاں بھی جب بھی بدکاری ہوئی ہے اس کا اوّلین محرک یہی نظر بازی ہی تھی۔ اسی لئے اہل علم نے یہ مقولہ نقل کیا ہے کہ ((نَظْرَةٌ فَسَلَامٌ فَكَلَامٌ فَمَوْعِدٌ فَلِقَاءٌ)) ''نگاہیں ملیں، سلام ہوا، بات چیت ہونے لگی، پھر قول وقرار ہوئے اور معاملہ باہم ملاقاتوں تک جا پہنچا۔'' اور شیخ عبد المحسن العباد فرماتے ہیں کہ'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائی چیز (یعنی نظر بازی) کو آخری چیز (یعنی زنا وبدکاری) کا نام اس لئے دیا کیونکہ دیکھنا اور پھر مسلسل نظر بازی میں مشغول رہنا ہی بعض اوقات زنا کا ذریعہ بن جاتا ہے۔''(٤)

نظریں نیچی رکھنے اور نظر بازی سے بچنے کا حکم دینے سے یہی مقصود ہے ورنہ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ دنیا میں رہتے ہوئے مرد وعورت کی ایک دوسرے پر نظر ہی نہ پڑے۔ شریعت نے اسی لئے اچانک نظر کو معاف کر دیا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (اجنبی عورت پر) اچانک نظر پڑنے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ﴿ اصْرِفْ بَصَرَكَ ﴾ ''(جہاں کہیں ایسا ہو فوراً) اپنی نظر پھیر لو۔''(٥) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ﴿ يَا عَلِيُّ ! لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَإِنَّ لَكَ الْأُولَى وَ لَيْسَتْ لَكَ الْآخِرَةَ ﴾ ''اے علی! ایک نظر کے پیچھے دوسری نظر مت لگاؤ

---

(۱) [بخاری (٦٦١٢) کتاب القدر : باب وحرم علی قریة ، مسلم (٢٦٥٧) کتاب القدر : باب قدر علی ابن آدم حظه من الزنا ، مسند احمد (٥٦٣/٢) السنن الکبری للنسائی (١١٥٤٤)]

(۲) [فتح الباری (٥٠٤/١١)]

(۳) [فیض القدیر (٣١٢/٢)]

(٤) [شرح سنن ابی داود (١٣٠/١٢)]

(٥) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (١٠١٤) صحیح ابو داود (١٨٦٤) غایة المرام (١٨٨) ابو داود (٢١٤٨) کتاب النکاح : باب ما یؤمر به من غض البصر]

کیونکہ پہلی نظر تمہیں معاف ہے جبکہ دوسری معاف نہیں ہے۔'' (۱)

معلوم ہوا کہ اگر کہیں کسی اجنبی عورت پر اچانک نظر پڑ جائے تو فوراً نظر ہٹا لینی چاہیے اور اپنا چہرہ پھیر لینا چاہیے، عورت کو بھی کسی اجنبی مرد پر نظر پڑنے کی صورت میں اسی طرح کرنا چاہیے۔ تاہم یہاں یہ واضح رہے کہ اہل علم کا کہنا ہے کہ نظر کے حوالے سے مرد و عورت کے احکام میں کچھ فرق ہے اور وہ یہ کہ مرد کے لئے تو (چند استثنائی صورتوں مثلاً منگیتر کو دیکھنا وغیرہ کے علاوہ) کسی صورت میں بھی اجنبی عورت کو دیکھنا جائز نہیں جبکہ عورت شہوت کی نظر کے بغیر (جب کسی فتنہ کا بھی خدشہ نہ ہو تو) اجنبی مرد کو دیکھ سکتی ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ عید کا دن تھا اور مسجد میں کچھ حبشی صحابہ اپنے نیزوں اور برچھوں کے ساتھ کھیل رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ ﴿تَشْتَهِيْنَ تَنْظُرِيْنَ ؟﴾ ''کیا تم انہیں دیکھنا چاہتی ہو؟'' میں نے کہا ''جی ہاں'' تو پھر آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا۔ میں اُن کو دیکھ رہی تھی اور آپ میرے لئے ان سے اُوٹ بنے ہوئے تھے۔ پھر جب میں تھک گئی تو واپس چلی گئی۔'' (۲)

اس حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ ((بَابُ نَظَرِ الْمَرْاَةِ اِلَى الْحَبَشِ وَ نَحْوِهِمْ مِنْ غَيْرِ رِيْبَةٍ)) ''باب عورت حبشیوں اور دیگر مردوں کو دیکھ سکتی ہے اگر کسی فتنے کا ڈر نہ ہو۔'' (۳) امام ابن بطال رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ ((فِيْهِ : اَنَّهُ لَا بَأْسَ بِنَظَرِ الْمَرْاَةِ اِلَى الرَّجُلِ مِنْ غَيْرِ رِيْبَةٍ)) ''اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے اجنبی مرد کی طرف دیکھنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔'' (٤)

مولانا داود راز رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے مذکورہ بالا عنوان کی تشریح میں رقمطراز ہیں کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ عورت اجنبی مردوں کو دیکھ سکتی ہے بشرطیکہ نظر بد نہ ہو۔ اگرچہ بعض نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت کی وجہ سے اس سے منع کیا ہے لیکن صحیح جواز ہی ہے کیونکہ عورتیں مسجدوں اور بازاروں میں جاتی ہیں، وہ اپنے منہ پر نقاب رکھتی ہیں مگر مرد کو نقاب نہیں کراتے، اس لئے یقیناً اُن پر نظر پڑ سکتی ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اسی حدیث سے ہم یہ کہتے ہیں کہ مردوں کا چہرہ عورت کے حق میں ایسا نہیں ہے جیسا عورتوں کا چہرہ مردوں کے حق میں ہے تو غیر مرد کو دیکھنا اس وقت حرام ہوگا جب فتنہ کا ڈر ہو، اگر یہ نہ ہو تو حرام نہیں اور ہمیشہ ہر زمانہ میں مرد کھلے منہ اور

---

(۱) [حسن : صحیح ابوداود، ابوداود (۲۱٤۹) کتاب النكاح : باب ما يؤمر به من غض البصر، ترمذی (۲۷۷۷) المشكاة (۳۱۱۰) غاية المرام (۱۸۳) صحيح الترغيب (۱۹۰۳)]

(۲) [ماخوذ از : بخاری (۹۵۰) کتاب العيدين : باب الحراب والدرق يوم العيد]

(۳) [بخاری (قبل الحديث : ۵۲۳٦)]

(٤) [شرح صحیح بخاری ۔ لابن بطال (۳٦۳/۷)]

عورتیں نقاب ڈالے پھرتی ہیں۔ اگر عورتوں کا مردوں کو دیکھنا مطلقاً حرام ہوتا تو مردوں کو بھی نقاب ڈال کر نکلنے کا حکم دیا جاتا یا باہر نکلنے سے ان کو بھی منع کر دیا جاتا۔ امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ منہ اور دونوں ہتھیلیاں نہ مرد کی ستر ہیں نہ عورت کی اور یہ اعضاء ہر کوئی ایک دوسرے کے دیکھ سکتا ہے گو مکروہ ہے۔ کتنی ہی احادیث سے عورتوں کا کام کاج وغیرہ میں اور جہاد میں نکلنا ثابت ہوتا ہے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا، مجاہدین کا کھانا وغیرہ پکانا اور یہ اُمور ممکن نہیں ہیں جب تک عورتوں کی نظر مردوں پر نہ پڑے لیکن یہ جواز صرف اسی صورت میں ہے جب فتنہ کا ڈر نہ ہو، اگر فتنے کا ڈر ہو تب عورت کا غیر مرد کو دیکھنا سب کے نزدیک ناجائز ہے۔ (۱)

علاوہ ازیں عورت شہوت کی نظر کے بغیر غیر مرد کو دیکھ سکتی ہے اس کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جس میں ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو جب اُن کے شوہر نے تیسری طلاق دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اُم شریک رضی اللہ عنہا کے گھر عدت گزارنے کے بجائے حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر عدت پوری کرنے کا حکم دیا اور یہ وضاحت فرمائی کہ ﴿تِلْكَ امْرَاَةٌ يَغْشَاهَا اَصْحَابِيْ اعْتَدِّيْ فِيْ بَيْتِ ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَاِنَّهُ رَجُلٌ اَعْمَى تَضَعِيْنَ ثِيَابَكِ﴾ ''اُم شریک ایسی عورت ہے کہ اس کے پاس میرے صحابہ کا آنا جانا لگا رہتا ہے (لہٰذا) تم ابن اُم مکتوم کے ہاں عدت گزارو کیونکہ وہ نابینا انسان ہے تم وہاں اپنے (حجاب کے) کپڑے بھی اتار سکتی ہے۔'' (۲)

نیز حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی جس روایت سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ عورتوں کے لئے بھی اُسی طرح مردوں کو دیکھنا ناجائز ہے جیسے مردوں کے لئے انہیں دیکھنا ناجائز ہے، وہ ضعیف ہے۔ چنانچہ اُس روایت میں ہے کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ عِنْدَهُ مَيْمُوْنَةُ فَاَقْبَلَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ وَ ذٰلِكَ بَعْدَ اَنْ اُمِرْنَا بِالْحِجَابِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِحْتَجِبَا مِنْهُ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! اَلَيْسَ اَعْمَى لَا يُبْصِرُنَا وَ لَا يَعْرِفُنَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : اَفَعَمْيَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ﴾ ''میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھی جبکہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بھی وہیں تھیں کہ (نابینا صحابی) حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ آ گئے۔ اور یہ ان دنوں کی بات ہے جبکہ ہمیں پردے کے احکام دے دیئے گئے تھے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اس سے پردہ کرو۔'' ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا یہ نابینا نہیں ہے، ہمیں دیکھتا نہیں اور پہچانتا بھی نہیں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کیا تم بھی اندھی ہو، تم اسے نہیں دیکھتی ہو؟'' (۳)

---

(۱) [ماخوذ از : شرح صحیح بخاری ۔ از مولانا داود راز (۶/۶۷۸)]

(۲) [مسلم (۱۴۸۰) کتاب الطلاق : باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها ' ابو داود (۲۲۸٤) کتاب الطلاق]

(۳) [**ضعیف** : ضعیف ابوداود (۸۸۷) السلسلة الضعيفة (۵۹۵۸) غاية المرام (۲۰۳) ارواء الغليل (۱۸۰۶) التعليقات الحسان على صحيح ابن حبان (۵۵٤۸) ، (۸/۱٤۰) ابوداود (٤۱۱۲) کتاب اللباس : باب قوله "وقل للمومنات يغضضن من ابصارهن ، ترمذی (۲۷۷۸)] شیخ شعیب ارناؤوط نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۶۵۳۷)]

استیذان کے احکام

نظر کی پاکیزگی اور شرمگاہوں کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے آیتِ حجاب میں پردے کے حکم کے ساتھ یہ حکم بھی دیا ہے کہ گھروں میں داخلے کے وقت اہل خانہ سے اجازت لی جائے۔ بلا اجازت نہ تو غیروں کو کسی کے گھر میں داخل ہونا چاہیے اور نہ ہی صاحب خانہ کو۔ کیونکہ عین ممکن ہے کہ اگر کوئی بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل ہو اور گھر والا بے لباس ہو یا اپنی بیوی سے ہم بستری میں مصروف ہو یا کسی عورت کا ستر ڈھکا نہ ہو وغیرہ وغیرہ تو یہ چیز خود داخل ہونے والے اور اہل خانہ کے لیے بھی ندامت کا باعث بنے۔ دراصل زمانہ جاہلیت اور ابتدائے اسلام میں لوگ اجازت کے بغیر گھروں میں داخل ہو جایا کرتے تھے لیکن بعد میں انہیں اس سے روک دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے پہلے لوگوں کو ازواجِ مطہرات کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہونے سے روکا اور فرمایا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ ﴾[الاحزاب : ۵۳]

''اے ایمان والو! تم نبی کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو الا کہ تمہیں اجازت دی جائے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کے گھروں میں بلا اجازت داخلے سے منع فرما دیا، چنانچہ فرمایا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ﴾

[النور : ۲۷] ''اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں داخل نہ ہوا کرو حتی کہ تم اجازت لے لو اور ان گھر والوں کو سلام کر لو۔''

یہ حکم تو بڑوں کے لئے ہے جبکہ نابالغ بچوں، غلاموں اور کنیزوں کو بھی تین اوقات میں بطورِ خاص گھر میں داخلے کے لئے اجازت لینے کا ہی حکم ہے اگرچہ ان تین اوقات کے علاوہ یہ بلا اجازت بھی گھر میں داخل ہو سکتے ہیں کیونکہ بچوں اور خادموں نے بار بار گھر میں اندر باہر آنا جانا ہوتا ہے اور بار بار اجازت طلب کرنا ان کے لئے باعثِ مشقت بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَ الَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَ لَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾[النور : ۵۸-۵۹]

''اے ایمان والو! جن (غلاموں اور لونڈیوں) کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں اور (ان لڑکوں اور لڑکیوں کو) جو

تم میں سے بلوغت کو نہ پہنچے ہوں، (انہیں) چاہیے کہ تم سے تین بار اجازت مانگیں (پھر گھر میں داخل ہوں)، نماز فجر سے پہلے (کیونکہ اس وقت لوگ اپنے بستروں میں ہوتے ہیں) اور جب تم دوپہر کو کپڑے اتارتے ہو (یعنی قیلولہ کے وقت کیونکہ اس وقت انسان اپنے کپڑے اتار کر اپنی بیوی کے ساتھ بھی لیٹ سکتا ہے) اور عشاء کے بعد (کیونکہ یہ سونے کا وقت ہے)، یہ تین (وقت) تمہارے لئے پردے (کے) ہیں، ان (اوقات) کے بعد (بلا اجازت آنے سے) نہ تم پر اور نہ ان پر کوئی گناہ ہے، تم ایک دوسرے کے پاس بکثرت آیا جایا ہی کرتے ہو، اللہ اسی طرح تمہارے لئے (اپنی) آیات بیان کرتا ہے، اور اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے۔ اور جب تم میں سے لڑکے (اور لڑکیاں) بلوغت کی حد کو پہنچ جائیں تو انہیں چاہیے کہ وہ بھی اسی طرح اجازت مانگیں جس طرح ان سے پہلے (ان کے بڑے) اجازت مانگتے رہے ہیں۔"

معلوم ہوا کہ مذکورہ تین اوقات کے علاوہ نابالغ بچے اور خادم بلا اجازت بھی گھروں یا خلوت گاہوں میں داخل ہو سکتے ہیں، لہٰذا اگر وہ ان اوقات کے علاوہ بلا اجازت گھر میں داخل ہوں اور تم کسی نامناسب حالت میں ہو تو پھر غلطی تمہاری ہوگی، ان کی نہیں کیونکہ اُن پر اجازت لینے کی پابندی صرف تین اوقات میں ہی ہے۔

یہاں یہ واضح رہے کہ بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونا ہی نہیں بلکہ دیکھنا اور جھانکنا بھی منع ہے۔ کیونکہ دراصل اجازت لینے کا حکم اچانک نامناسب حالت میں کسی پر نظر پڑ جانے کی وجہ سے ہی تو دیا گیا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے خود یہ وضاحت فرمائی ہے کہ ﴿ اِنَّمَا جُعِلَ الاِذْنُ مِنْ قِبَلِ الْبَصَرِ ﴾ "(گھر کے اندر آنے کی) اجازت لینے کا جو حکم دیا گیا ہے وہ اسی لیے تو ہے کہ نظر نہ پڑے۔"(۱) اور ایک حدیث میں تو آپ ﷺ نے یہاں تک فرمایا کہ ﴿ لَوِ اطَّلَعَ فِي بَيْتِكَ اَحَدٌ وَلَمْ تَاْذَنْ لَهُ، خَذَفْتَهُ بِحَصَاةٍ فَفَقَاْتَ عَيْنَهُ، مَاكَانَ عَلَيْكَ مِنْ جُنَاحٍ ﴾ "اگر کوئی شخص تیرے گھر میں (کسی سوراخ یا جنگلے وغیرہ سے) تم سے اجازت لیے بغیر جھانک رہا ہو تو اسے کنکری مارو جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تم پر کوئی سزا نہیں۔"(۲)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ کسی کے گھر میں چھپ کر دیکھنا منع ہے اور اگر کوئی چھپ کر دیکھتا ہوا مل جائے تو گھر والے کوئی چیز مار کر اس کی آنکھ بھی پھوڑ دیں تو ان پر کوئی قصاص و دیت نہیں۔ اس لئے بلا اجازت گھروں میں جھانکنے سے اجتناب کرنا چاہیے اور اجازت لینے سے پہلے دروازے کے ایک طرف کھڑے ہو کر سلام کہنا اور دروازہ کھٹکھٹانا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کا یہی معمول تھا۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کے گھر کے دروازے کے پاس تشریف لاتے تو آپ دروازے کے بالکل سامنے کھڑے

(۱) [بخاری (۵۹۲٤) : کتاب الدیات : باب من اطلع في بيت قوم... ، مسلم (۲۱۵۶) ترمذی (۲۷۰۹)]

(۲) [بخاری (٦٨٨٨) : کتاب الدیات: باب من اخذ حقه او اقتص دون السلطان ، مسلم (۲۱۵۸)]

نہیں ہوتے تھے بلکہ دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے اور فرماتے ﴿ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ ﴾ ''تم پر سلامتی ہو، تم پر سلامتی ہو۔''(۱)

یہاں یہ واضح رہے کہ اہل علم کا کہنا ہے کہ نبی ﷺ دروازے کے دائیں یا بائیں اس لئے کھڑے ہوتے تھے کیونکہ ان دنوں دروازوں پر پردے نہیں ہوتے تھے۔(۲) لہٰذا آج اگر دروازوں پر پردے لٹکے ہوں یا دروازے ایسے ہوں کہ اندرونِ خانہ سے کچھ بھی نظر آنا ناممکن ہو تو پھر دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر بھی اجازت لی جاسکتی ہے (بہر حال زیادہ بہتر عمل وہی ہے جسے نبی ﷺ نے اختیار فرمایا)۔ اجازت لینے والے کو چاہیے کہ تین مرتبہ اجازت طلب کرے، اگر دروازے پر کوئی نہ آئے تو واپس لوٹ جائے جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ ﴿ إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَلْيَرْجِعْ ﴾ ''جب تم میں سے کوئی تین بار اجازت طلب کرے اور اسے اجازت نہ ملے تو وہ واپس لوٹ جائے۔''(۳) موجودہ دور میں کسی کے گھر کی گھنٹی بجا کر یا کسی کے موبائل پر فون کر کے اسے باہر بلانے کی کوشش کا بھی یہی حکم ہے کہ انسان کو تین مرتبہ ایسی کوشش کرنی چاہیے اگر کوئی جواب نہ آئے تو واپس لوٹ جانا چاہیے۔

خلوت کے احکام

اسلام میں اختلاطِ مرد و زن اور غیر محرم مرد و عورت کے آزادانہ میل جول پر سختی سے پابندی عائد کی گئی ہے۔ کیونکہ ایسا میل جول سوائے شیطانی جال کے اور کچھ نہیں کہ جس میں پھانس کر شیطان مرد و عورت کو بالآخر زنا و بدکاری میں مبتلا کرا ہی دیتا ہے۔ لہٰذا کسی بھی مرد و عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کہیں بھی خلوت (تنہائی) میں اکٹھے ہوں خواہ گھر میں یا گھر سے باہر کسی دفتر، ہوٹل، مجلس یا تعلیمی ادارے وغیرہ میں۔

چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ ﴾ ''کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ ہرگز خلوت (تنہائی) اختیار نہ کرے ورنہ ان کے ساتھ تیسرا شیطان ہوگا (جو انہیں یقیناً برائی پر ہی اُبھارے گا)۔''(٤) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا تَلِجُوا عَلَى الْمُغِيبَاتِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنْ أَحَدِكُمْ مَجْرَى الدَّمِ ﴾ ''اکیلی رہنے والی خواتین پر مت داخل ہوا کرو کیونکہ

(۱) [**صحيح** : صحيح ابو داود، ابو داود (٥١٨٦) كتاب الادب : باب كم مرة يسلم الرجل فى الاستئذان؟]

(۲) [تفسير ابن كثير (٣٠٩/٤)]

(۳) [بخارى (٦٢٤٥) كتاب الاستئذان : باب التسليم والاستئذان ثلاثا، مسلم (٢١٥٣)]

(٤) [**صحيح** : صحيح الترغيب والترهيب (١٩٠٨) صحيح ترمذى، ترمذى (١١٧١) كتاب الرضاع : باب ما جاء فى كراهية الدخول على المغيبات]

شیطان تمہارے اندر یوں دوڑتا ہے جیسے خون دوڑتا ہے۔''(۱)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ ﴾ ''(غیر) عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔'' اس پر قبیلہ انصار کے ایک صحابی نے عرض کیا کہ ﴿ أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ ؟ ﴾ ''دیور کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ الْحَمْوُ الْمَوْتُ ﴾ ''دیور (یا جیٹھ) تو موت کی مانند ہے (یعنی اجنبی افراد کی بہ نسبت اس کا خلوت اختیار کرنا زیادہ آسان ہے کیونکہ یہ گھر میں ہی ہوتا ہے، لہٰذا اس کے لیے ممانعت دوسروں سے زیادہ سخت ہے)۔''(۲)

(امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ) مذکورہ بالا حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ ﴿ وَ الْحَدِيثُ دَلِيلٌ عَلَى تَحْرِيمِ الْخُلْوَةِ بِالْأَجَانِبِ ﴾ ''یہ حدیث دلیل ہے کہ اجنبی عورتوں کے ساتھ خلوت اختیار کرنا حرام ہے۔''(۳)

(امام صنعانی رحمہ اللہ) انہوں نے نقل فرمایا ہے کہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اجنبی عورت کے ساتھ خلوت اختیار کرنا حرام ہے اور اس پر اجماع ہے۔(٤)

(شیخ ابن جبرین رحمہ اللہ) کسی بھی عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کی عدم موجودگی میں کسی اجنبی کو گھر میں آنے کی اجازت دے خواہ وہ اس کے شوہر کا دوست یا کوئی امین و دیانتدار شخص ہی کیوں نہ ہو کیونکہ یہ اجنبی عورت کے ساتھ خلوت ہے (جو حرام ہے)۔(٥)

(شیخ ابن باز رحمہ اللہ) مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی اجنبی عورت کے ساتھ خلوت اختیار کرے خواہ وہ اس کی خادمہ ہو یا کوئی دوسری عورت ہو جیسے اس کے بھائی کی بیوی (بھابی)، اس کے چچا کی بیوی (چچی)، اس کی بیوی کی بہن (سالی) اور اس کے ماموں کی بیوی (مامی) وغیرہ۔ اسی طرح وہ اپنے پڑوسی کی بیوی اور دیگر اجنبی عورتوں کے ساتھ بھی خلوت اختیار نہ کرے۔(٦)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) آدمی کے لئے کسی ایسی عورت کے گھر میں داخل ہونا جائز نہیں جس کا وہ محرم نہ ہو اور

---

(۱) [**صحیح**: صحیح ترمذی، ترمذی (۱۱۷۲) کتاب الرضاع: باب ما جاء فی کراھیة الدخول علی المغیبات]

(۲) [بخاری (۵۲۳۲): کتاب النکاح: باب لا یخلون رجل بامراۃ... ، مسلم (۲۱۷۲) ترمذی (۱۱۷۱)]

(۳) [احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام (ص: ۳۹۸)]

(٤) [سبل السلام (۱۸۳/۲)]

(٥) [فتاوی اسلامیة (۱۰۳/۳)]

(٦) [مجموع فتاوی لابن باز (٤۰/٥)]

وہ گھر میں اکیلی بھی ہو۔(۱)

معلوم ہوا کہ غیر محرم مرد و عورت کا باہم تنہائی اختیار کرنا حرام ہے۔ البتہ اگر کہیں کسی اجنبی عورت کے ساتھ ملاقات کی ضرورت پیش آ جائے تو دو شرطیں ہیں؛ ایک یہ کہ عورت مکمل طور پر باپردہ ہو اور دوسرے یہ کہ اس کے ساتھ اس کا کوئی محرم رشتہ دار بھی موجود ہو۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَ مَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ ﴾ ''کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے اِلا کہ اس (عورت) کے ساتھ کوئی محرم رشتہ دار بھی موجود ہو۔''(۲)

گھر سے باہر نکلنے کے احکام

عورت کا اصل مستقر (ٹھکانہ) تو گھر ہی ہے اس لئے محض تفریح طبع اور گھومنے پھرنے کے لیے یا بلاضرورت اسے گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہیے بلکہ گھر میں ہی ٹھہر کر اپنے شوہر کی خدمت اور بچوں کی تربیت میں مصروف رہنا چاہیے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○ وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى ﴾

[الاحزاب: ۳۲-۳۳] ''اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم متقی و پرہیزگار ہو تو (کسی بھی غیر محرم سے) آہستگی و نرمی سے بات نہ کیا کرو کیونکہ وہ شخص جس کے دل میں بیماری ہے (اس سے) کوئی طمع (نہ) کرلے لہٰذا صاف اور سیدھی بات کیا کرو۔ اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جس طرح (پہلے) جاہلیت (کے دنوں) میں اظہارِ تجمل کرتی تھیں اس طرح زینت نہ دکھاؤ۔''

ان آیات میں اگرچہ ازواجِ مطہرات کو مخاطب کیا گیا ہے لیکن یہ حکم دیگر مسلمان عورتوں کے لئے بھی اسی طرح ہے۔ چنانچہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان آیات کی تفسیر میں نقل فرمایا ہے کہ ''یہ وہ آداب ہیں جن کے اختیار کرنے کا اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی بیویوں کو حکم دیا اور امت کی عورتیں اس سلسلے میں ان کی تابع ہیں۔''(۳) نیز ان آیات میں جن پابندیوں کا ازواج مطہرات سے مطالبہ کیا گیا ہے ان میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جو دیگر خواتین سے مطلوب نہ ہو۔ اور ان احکام کا مقصد بعد میں یہ بتایا گیا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ تم سے ناپاکی دور کر کے تمہیں پاک کرنا چاہتا ہے۔'' تو یقیناً جس طرح پاکی و طہارت کی ضرورت ازواجِ مطہرات کو تھی اسی طرح دیگر مسلم خواتین کو بھی ہے

---

(۱) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۲۰۱/۱۷)]

(۲) [مسلم (۱۳٤۱) كتاب الحج: باب سفر المرأة مع محرم الى حج وغيره، بخارى (۳۰۰٦)]

(۳) [تفسير ابن كثير (۷۳۰/٤)]

،اس لئے ان آیات اوران کے احکام کو محض ازواجِ مطہرات کے ساتھ خاص کرنا کسی لحاظ سے بھی معقول نہیں۔

عورت کے لئے گھر سے باہر نکلنے کے آداب:

مذکورہ بالا آیات میں نہ صرف عورتوں کو گھر میں رہنے کی تلقین ہے بلکہ ساتھ یہ بھی وضاحت ہے کہ اگر کسی ضرورت کے تحت اسے گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت پیش آجائے تو اسے کن آداب کو ملحوظ رکھنا چاہیے:

① ﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ﴾ ''نرمی سے بات مت کرو'' امام شوکانی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں نقل فرماتے ہیں کہ ''یعنی لوگوں سے مخاطب ہوتے وقت نرمی سے گفتگو مت کرو جیسا کہ فتنہ پرداز خواتین کرتی ہیں کیونکہ یہ چیز بہت بڑے فساد کا سبب بن سکتی۔''(۱) معلوم ہوا کہ اگر عورت گھر سے باہر نکلے اوراسے کسی غیر مرد سے بات کرنے کی ضرورت پیش آجائے یا وہ کسی ایسی جگہ ہو جہاں اس کی آواز غیر مرد بھی سن رہے ہوں تو وہ نرمی، آہستگی اور لوچدار انداز سے گفتگو نہ کرے کہ جیسے وہ اپنے شوہر سے گفتگو کرتی ہے بلکہ ذرا رُوکھا انداز اپنائے کہ جس میں بالکل شرینی نہ ہو۔اوراس کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ ''جس کے دل میں مرض ہے کہیں وہ لالچ میں نہ پڑ جائے۔''یعنی جس کے دل میں شہوتِ زنا کا مرض ہے یقیناً جب کوئی عورت اس سے انتہائی میٹھے اورنرم لہجے میں بات کرے گی تو اس کی شہوت بھڑک سکتی ہے اوروہ اس کے بارے میں کوئی غلط سوچ دل میں پیدا کرسکتا ہے، اس لئے عورت کو ایسا نرم رویہ اختیار کرنے سے روکا گیا ہے۔

اب ذرا اندازہ لگایئے کہ جو دین عورت کا غیر مردوں سے نرم لہجے میں بات کرنا گوارا نہیں کرتا وہ یہ کیسے برداشت کرسکتا ہے کہ عورت غیر مردوں کے ساتھ دفتروں میں کام کرے، اسمبلیوں میں بیٹھے، گاہکوں میں کشش پیدا کرنے کے لئے سیلز مین بنے، ہوائی جہازوں میں ائیر ہوسٹس کی ڈیوٹی انجام دے، اسٹیج ڈرامے کرے، ناز نخرے دکھائے، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر خبریں سنائے، ٹاک شوز میں مردوں کے ساتھ بحث کرے، ماڈلنگ کرے اور ساری دنیا کے سامنے اپنے حسن کی نمائش کرتی پھرے۔ یقیناً یہ اوران جیسے تمام اُمور شریعت سے متصادم ہیں اور معاشرتی بگاڑ کے موجب ہیں۔

دراصل اسلام نے نہ صرف حجاب ونقاب کے ذریعے عورت کی ذات کو چھپانے کی کوشش کی ہے بلکہ بلاضرورت عورت کی آواز کو بھی مخفی رکھنے کی ہی تلقین کی ہے۔یہی وجہ ہے کہ عورت اذان نہیں کہہ سکتی۔اسی طرح اگر دورانِ نماز امام غلطی کرے تو اسے بول کر لقمہ نہیں دے سکتی بلکہ اسے حکم ہے کہ امام کو غلطی سے متنبہ کرنے کے لیے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارے۔(۲)

---

(۱) [تفسیر فتح القدیر (۳۹/۶)]

(۲) [بخاری (۱۲۰۳) کتاب الجمعة : باب التصفیق للنساء، مسلم (۴۲۲) أبو داود (۹۳۹)]

شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ مذکورہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ وسائل کے احکام بھی وہی ہیں جو مقاصد کے احکام ہیں کیونکہ دھیمے لہجے میں بات کرنا اور نرم کلامی، اصل میں مباح ہیں چونکہ اس قسم کی نرم کلامی حرام کردہ امر (زنا و بدکاری) کے لئے وسیلہ بن سکتی ہے اس لئے اس سے روک دیا گیا، عورت کے لئے مناسب یہی ہے کہ (اجنبی) مردوں سے مخاطب ہوتے وقت نرم لہجے میں بات نہ کرے۔(۱)

② ﴿وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا﴾ ''صاف سیدھی بات کرو۔'' پھر عورتوں کے سامنے یہ بات واضح کی گئی ہے کہ اجنبی مردوں سے جو نرم کلامی کی ممانعت ہے اس کا مطلب یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ سخت لہجہ یا بداخلاقی سے پیش آنا چاہیے بلکہ محض لوچدار انداز اپنانے کی ممانعت ہے اس لئے صاف اور سیدھی بات کر دینی چاہیے۔

③ ﴿وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ﴾ ''اور جاہلیت کی سی زیب و زینت ظاہر نہ کرو۔'' گھر سے باہر نکلتے ہوئے عورت کو یہ ادب بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ وہ بن سنور کر، میک اَپ کر کے، بے پردہ حالت میں اپنے محاسن اور زیب و زینت کا اظہار نہ کرے۔ بلکہ برقعے یا کسی بڑی چادر کے ساتھ اپنا مکمل جسم چھپا کر ہی باہر نکلے۔ کیونکہ بن ٹھن کر نکلنا، چہرے اور جسم کے حسن کو زیب و زینت اور تنگ یا باریک لباسوں کے ذریعے ظاہر کرنا اور ناز و انداز سے چلنا جاہلیت کی عورتوں کے طور طریقے ہیں، اسلام میں ان کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ مذکورہ بالا آیات میں موجود اِن آداب کے علاوہ بھی چند آداب ہیں جنہیں عورت کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے جیسا کہ

④ عورت کپڑوں کو پھیلنے والی خوشبو لگا کر نہ نکلے۔ کیونکہ فرمانِ نبوی ہے کہ ''جو عورت خوشبو لگائے اور پھر لوگوں کے قریب سے گزرے تا کہ وہ اس کی خوشبو محسوس کریں تو وہ بدکار ہے۔''(۲)

⑤ برسرِ عام راستوں پر مردوں کے ساتھ دھکم پیل کرنے یا گتھم گتھا ہو کر چلنے سے بھی گریز کرے بلکہ راستے کے ایک کنارے پر ہی چلے۔ جیسا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ مسجد سے باہر تشریف لائے اور عورتوں کو مردوں کے ساتھ راستے میں چلتے ہوئے دیکھا تو عورتوں سے ارشاد فرمایا کہ ﴿اسْتَأْخِرْنَ فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكُنَّ أَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيقَ ، عَلَيْكُنَّ بِحَافَّاتِ الطَّرِيقِ﴾ ''ایک طرف ہٹ جاؤ، راستے کے درمیان چلنا تمہارا حق نہیں۔ ایک طرف ہو کر چلا کرو۔'' نبی ﷺ کے اس فرمان کے بعد خواتین راستے کے ایک طرف ہو کر اس طرح چلا کرتیں کہ بسا اوقات ان کی چادریں دیوار کو چھو رہی ہوتی تھیں۔(۳)

---

(۱) [تفسیر السعدی (۱٤٥/۳ ۲)]

(۲) [حسن : جلباب المرأة المسلمة (ص : ۱۳۷) غاية المرام (۱۹۹) نسائی (۵۱۲۶) احمد (٤۰۰/٤)]

(۳) [حسن : السلسلة الصحيحة (۸۵٦) صحيح الجامع الصغير (۹۲۹) المشكاة (٤۷۲۷) صحيح ابو داود ، ابو داود (۵۲۷۲) كتاب الادب : باب في مشي النساء مع الرجال]

✿ جن اُمور کے لئے عورت گھر سے باہر نکل سکتی ہے:

① حج کے لئے۔ لیکن فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے عورت کے ساتھ کسی محرم رشتہ دار کا ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کوئی شخص ہرگز کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے اور کوئی عورت محرم رشتہ دار کے بغیر سفر نہ کرے۔ ایک آدمی نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! میری بیوی حج کے لیے روانہ ہوگئی ہے اور میرا نام فلاں فلاں غزوہ کے لیے لکھ دیا گیا ہے تو آپ نے فرمایا ﴿ اذْهَبْ فَاحْجُجْ مَعَ امْرَأَتِكَ ﴾ ''جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔''(۱)

② کسی دوسرے سفر کے لئے۔ لیکن اس صورت میں بھی عورت کو چاہیے کہ اپنے محرم رشتہ دار کے ساتھ ہی سفر کرے۔

1- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ ﴾ ''عورت تین دن کا سفر محرم رشتہ دار کے بغیر نہ کرے۔''(۲)

2- حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ يَوْمَيْنِ مِنَ الدَّهْرِ إِلَّا وَ مَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ مِنْهَا أَوْ زَوْجُهَا ﴾ ''عورت کبھی اپنے محرم رشتہ دار یا شوہر کے بغیر دو دن کا بھی سفر نہ کرے۔''(۳)

3- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لَيْسَ مَعَهَا حُرْمَةٌ ﴾ ''اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والی کسی بھی عورت کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ بغیر کسی محرم رشتہ دار کے ایک دن اور رات کا سفر کرے۔''(٤)

③ مسجد میں نماز کے لئے اگر عورتیں آنا چاہیں تو اپنے خاندوں کی اجازت سے سادگی کے ساتھ باپردہ ہو کر آ سکتی ہیں۔

1- چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ لَا تَمْنَعُوْا اِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ لِّيَخْرُجْنَ وَ هُنَّ تَفِلَاتٌ ﴾ ''اللہ کی بندیوں (عورتوں) کو اللہ کی مسجدوں (میں جانے) سے منع نہ کرو، لیکن انہیں زیب و زینت کے بغیر نکلنا چاہیے۔''(٥)

---

(۱) [مسلم (۱۳٤۱) کتاب الحج : باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره ' بخاری (۱۸٦۲)]

(۲) [بخاری (۱۰۸٦) کتاب تقصير الصلاة : باب في كم يقصر الصلاة ' مسلم (۱۳۳۸) ابو داود (۱۷۲۷)]

(۳) [مسلم (۸۲۷) کتاب الحج : باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره ' ابن حبان (۲۷۲٤)]

(٤) [بخاری (۱۰۸۸) کتاب تقصير الصلاة : باب في كم يقصر الصلاة ' مسلم (۱۳۳۹) ابو داود (۱۷۲٤)]

(٥) [**صحيح** : صحيح ابو داود ، ابو داود (٥٦٥) كتاب الصلاة : باب ما جاء في خروج النساء الى المسجد]

2- اور ایک روایت میں ہے کہ ﴿ إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ نِسَاؤُكُمْ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأْذَنُوا لَهُنَّ ﴾ ''اگر تمہاری عورتیں رات کو مساجد میں جانے کے لیے تم سے اجازت مانگیں تو انہیں اجازت دے دو۔''(۱)

(نووی رحمہ اللہ) ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کو اپنے خاوندوں سے اجازت لے کر (باہر مساجد یا دوسری جگہوں کی طرف) جانا چاہیے۔(۲)

واضح رہے کہ اگرچہ عورتیں نماز کے لئے مسجد میں جا سکتی ہیں لیکن ان کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ اپنے گھروں میں ہی نماز پڑھیں اور ان کی افضل نماز وہی ہے جو وہ گھروں میں ادا کرتی ہیں۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ وَبُيُوتُهُنَّ خَيْرٌ لَهُنَّ ﴾ ''ان کے گھر ہی ان کے لیے بہتر ہیں۔''(۳) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ''خواتین کی بہترین مسجد ان کے گھروں کی چار دیواری ہے۔''(٤) اور اگر کسی قسم کے فتنہ کا اندیشہ ہو یا عورتیں بن سنور کر نکلنے میں راغب ہوں یا جیسے آج کل عورتوں کے حالات ہیں تو پھر یہ چیز مزید مؤکد ہو جاتی ہے کہ عورتیں گھروں میں ہی نماز ادا کریں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ﴿ لَوْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَأَى مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴾ ''بلاشبہ اگر رسول اللہ ﷺ عورتوں کی وہ کیفیت وصورتحال دیکھ لیتے جو کہ ہم نے دیکھی ہے تو یقیناً انہیں مسجدوں سے اسی طرح روک دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل نے اپنی عورتوں کو روکا تھا۔''(٥)

④ عیدین کے لئے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا جب ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو اور اس وجہ سے وہ (نماز عید کے لیے) نہ جا سکے تو کیا اس پر کوئی حرج ہے؟ آپ نے فرمایا ﴿ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا فَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ ﴾ ''اس کی سہیلی اپنی چادر کا ایک حصہ اسے اوڑھا دے اور پھر وہ خیر اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں۔''(٦) ایک دوسری روایت میں حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ''ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم جوان لڑکیوں اور حائضہ عورتوں کو بھی عیدین میں ساتھ لے کر نکلیں تا کہ وہ بھی مسلمانوں کے اُمورِ خیر اور دعاؤں میں شریک ہوں البتہ حائضہ عورتیں

(۱) [بخاری (٨٦٥) كتاب الأذان: باب خروج النساء إلى المساجد بالليل والغلس' مسلم (٤٤٢)]
(۲) [شرح مسلم (٣٩٦/٣ - ٤٠٠) المجموع (٩٢/٤)]
(۳) [صحيح: صحيح أبو داود (٥٣٠) كتاب الصلاة: باب ما جاء في خروج النساء إلى المسجد]
(٤) [صحيح: صحيح الترغيب (٣٤٠) أحمد (٢٩٧/٦) حاكم (٢٠٩/١) بيهقي (١٣١/٣)]
(٥) [بخاری (٨٢٩) كتاب الأذان: باب خروج النساء إلى المساجد بالليل والغلس' مسلم (٤٤٥)]
(٦) [بخاری (٩٨٠) كتاب العيدين: باب إذا لم يكن لها جلباب في العيد]

عیدگاہ سے الگ رہیں (یعنی نماز ادا نہ کریں)۔''(۱)

⑤ زیارتِ قبور کے لئے۔خواتین قبروں کی زیارت کر سکتی ہیں بشرطیکہ کثرت کے ساتھ نہ کریں۔ کیونکہ جس سبب کی وجہ سے قبروں کی زیارت مشروع کی گئی ہے اس میں عورتیں بھی مردوں کی شریک ہیں یعنی ﴿ تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ ﴾ ''قبریں آخرت یاد دلاتی ہیں۔''(۲) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! جب میں قبروں کی زیارت کروں تو کیا کہوں؟'' آپ نے فرمایا ''تم یہ دعا پڑھا کرو " السَّلَامُ عَلَى اَهْلِ الدِّيَار ......''(۳) تاہم اگر خواتین کثرت سے قبروں کی زیارت شروع کر دیں تو وہ ملعون ہیں جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے بہت زیادہ قبروں کی زیارت کرنے والی خواتین پر لعنت فرمائی ہے۔''(٤)

⑥ دورانِ جنگ زخمیوں کی مرہم پٹی کے لئے۔اگر اس کی ضرورت پیش آ جائے تو پھر نہ صرف یہ عمل جائز ہے بلکہ بہتر ہے کہ عورتیں بھی حتی الامکان مسلمانوں کے لشکر کی امداد کریں،فوجیوں کو پانی پلائیں،ان کے کھانے کا بندوبست کریں اور زخمیوں اور شہداء کو پیچھے شہر کی طرف منتقل کریں وغیرہ۔اس کے دلائل پیچھے اسی باب میں عنوان ''چند استثنائی صورتیں'' کے تحت گزر چکے ہیں۔

⑦ اسی طرح کسی اور ضرورت مثلاً بیمار کی تیمارداری،تعزیت،نکاح میں شرکت،رشتہ داروں سے میل ملاقات اور میڈیکل چیک اَپ وغیرہ کے لئے عورت گھر سے نکل سکتی ہے کیونکہ بوقتِ ضرورت عورت کو گھر سے نکلنے کی اجازت ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے آیتِ حجاب کے نزول کے بعد فرمایا تھا کہ ﴿ إِنَّهُ قَدْ أُذِنَ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ ﴾ ''بلاشبہ تم عورتوں کو کسی ضرورت سے باہر نکلنے کی اجازت دی گئی ہے۔''(۵) لیکن اگر کوئی ایسی حقیقی ضرورت نہ ہو تو پھر عورت کا بہترین ٹھکانہ اس کا گھر ہی ہے۔

فحاشی کی اشاعت کرنے والوں کے لئے سخت وعید

سطورِ بالا میں ذکر کردہ تمام احکامِ حجاب اور عورت کی عفت وعصمت کی حفاظت کی تمام تر تعلیمات وہدایات سے مقصود یہی ہے کہ ایک پاکیزہ معاشرے کا وجود عمل میں لایا جا سکے کہ جس میں کسی بھی قسم کی فحاشی وعریانی کا عنصر

---

(۱) [بخاری (۹۸۱) کتاب الجمعة : باب اعتزال الحيض المصلى' مسلم (۸۹۰) أبو داود (۱۱۳٦)]

(۲) [مسلم (۹۷۷) كتاب الجنائز : باب استئذان النبي ربه عزوجل في زيارة قبر أمه' ترمذى (۱۰٥٤)]

(۳) [مسلم (۹۷٤) كتاب الجنائز : باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها' نسائى (٤/۹۳)]

(٤) [حسن : صحيح ابن ماجة (۱۲۸۱ ' ۱۲۸۰) إرواء الغليل (۲۳۲) ترمذى (۱۰٥٦) ابن ماجة (۱٥۷٦)]

(۵) [بخارى (٤۷۹٥) كتاب التفسير : باب قوله تعالى " لا تدخلوا بيوت النبي الا ان يؤذن لكم]

موجود نہ ہو۔ لیکن اِن احکامات کے برعکس جو لوگ مساواتِ مرد و زن، حقوقِ نسواں یا آزادیٔ نسواں کا نعرہ لگا کر عورت کو گھر کی چار دیواری سے باہر نکالنا چاہتے ہیں، اسے اخبارات، رسائل و جرائد اور اشتہارات کی زینت بنانا چاہتے ہیں، اسے ہر شعبۂ زندگی میں مردوں کے شانہ بشانہ کھڑا کرنے کا علم بلند کر کے اسے بے پردہ کرنا چاہتے ہیں، اسے ''متحرک خیمے'' اور ''کفن پوش جنازے'' جیسی پھبتیاں کس کے حجاب سے باہر نکالنا چاہتے ہیں، قرآنی احکام کی غلط تعبیر و تشریح کر کے احکامِ حجاب کو مسخ کرنا چاہتے ہیں اور اسلامی معاشرے میں فحاشی و بے حیائی پھیلانے کے نہ صرف خواہش مند ہیں بلکہ شب و روز اس کے لئے کوشاں بھی ہیں تو ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے انہی لوگوں کے بارے میں قرآن کریم کی درج ذیل آیت میں دنیا و آخرت میں دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ○﴾ [النور: ١٩] ''بیشک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ ایمان لانے والوں میں فحاشی و بے حیائی پھیلے، ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

تفسیر احسن البیان میں ہے کہ فَاحِشَةٌ کے معنی بے حیائی کے ہیں اور قرآن نے بدکاری کو بھی فاحشہ قرار دیا ہے (بنی اسرائیل)۔ اور یہاں بدکاری کی ایک جھوٹی خبر کی اشاعت کو بھی اللہ تعالیٰ نے بے حیائی سے تعبیر فرمایا ہے اور اسے دنیا و آخرت میں عذابِ الیم کا باعث قرار دیا ہے، جس سے بے حیائی کے بارے میں اسلام کے مزاج کا اور اللہ تعالیٰ کی منشا کا اندازہ ہوتا ہے کہ محض بے حیائی کی ایک جھوٹی خبر کی اشاعت عند اللہ اتنا بڑا جرم ہے تو جو لوگ رات دن ایک مسلمان معاشرے میں اخبارات، ریڈیو، ٹی وی اور فلموں ڈراموں کے ذریعے سے بے حیائی پھیلا رہے ہیں اور گھر گھر اسے پہنچا رہے ہیں، اللہ کے ہاں یہ لوگ کتنے بڑے مجرم ہوں گے؟ اور ان اداروں میں کام کرنے والے ملازمین کیوں کر اشاعتِ فاحشہ کے جرم سے بری الذمہ قرار پائیں گے؟ اسی طرح اپنے گھروں میں ٹی وی لا کر رکھنے والے' جس سے ان کی آئندہ نسلوں میں بے حیائی پھیل رہی ہے' وہ بھی اشاعتِ فاحشہ کے مجرم کیوں نہیں ہوں گے؟ اور یہی معاملہ فواحش اور منکرات (عورتوں کی عریاں تصاویر وغیرہ) سے بھرپور روزنامہ اخبارات کا ہے کہ ان کا بھی گھروں کے اندر آنا اشاعتِ فاحشہ کا ہی سبب ہے، یہ بھی عند اللہ جرم ہو سکتا ہے۔ کاش! مسلمان اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں اور اس بے حیائی کے طوفان کو روکنے کے لئے اپنی مقدور بھر سعی کریں۔(١)

(١) [تفسير احسن البيان (ص: ٩٦٩)]

حجاب اور مستشرقین

مستشرق اُس غیر مسلم مغربی سکالر کو کہتے ہیں جس نے اسلام کا گہرا مطالعہ کیا ہو جیسے گولڈ زیہر، شاخت وغیرہ۔ ذیل میں مستشرقین کے حجاب و پردہ پر چند ایسے اعتراضات واشکالات کا جائزہ پیش کیا جارہا ہے جنہیں دورِ جدید کا مغرب زدہ طبقہ بھی پردہ کے خلاف صف آراء ہونے کے لئے بطورِ دلیل پیش کرتا ہے۔

○ مستشرقین کا کہنا ہے کہ انسان کی فطرت ہے کہ جس کام سے اسے منع کیا جائے اس پر وہ زیادہ حریص ہوتا ہے۔ اگر عورتیں مردوں سے چہرے چھپائیں گی تو مردوں کو ان کا چہرہ دیکھنے کی ہوس بڑھے گی اور اگر بے حجاب ہوں گی تو یہ ایک عادت سی بن جائے گی۔ لہٰذا ہر شخص کو عورت کا چہرہ دیکھنے کی ہوس ہی ختم ہو جائے گی۔

اس اعتراض میں جو اصول پیش کیا گیا ہے وہ اصول ہی غلط ہے، پھر اس پر جو نتیجہ پیش کیا گیا ہے، وہ غلط تر ہے۔ اصول اس لحاظ سے غلط ہے کہ مثلاً انسان کو مردار کھانے سے منع کیا گیا ہے لیکن اس کی طرف کوئی بھی مائل نہیں ہوتا۔ یہ اصول دو شرطوں کے ساتھ ہی تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک یہ کہ جس چیز سے انسان کو منع کیا گیا ہے وہ اس کے لئے مرغوب بھی ہو اور دوسرے یہ کہ اس مرغوب کا کوئی بدل بھی موجود نہ ہو مثلاً مال و دولت سے انسان کی رغبت ہے لیکن حرام قسم کے مال سے منع کیا گیا ہے۔ یہ اس لئے کہ مال حلال کے ذرائع موجود ہیں۔ لہٰذا مال حرام سے بچنے کا حکم چوری یا ڈاکہ اور دیگر ناجائز ذرائع کا سبب نہیں بن سکتا۔ بلکہ اگر کوئی ایسا کرے گا تو یہ اللہ کے حکم کی نافرمانی اور عصیان ہوگا۔

پھر اس کلیہ پر پیش کردہ نتیجہ کہ مرغوب چیز مل جانے پر اس کی ہوس ختم ہو جاتی ہے، غلط تر ہے کیونکہ بسا اوقات نتیجہ اس سے بالکل الٹ ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً اگر مال مل جائے تو حرص اور بڑھتی ہے کم نہیں ہوتی۔ خواہ اس مال کے حصول کے ذرائع جائز ہوں یا ناجائز۔ اسی طرح اگر بے حجابی عام ہو تو جتنے اشخاص کو جتنے چہرے مرغوب نظر آئیں گے وہ ان کے پیچھے پڑیں گے اور ناجائز ذرائع سے جو ملاقاتوں، چھیڑ چھاڑ اور گفتگو کا سلسلہ شروع ہوگا تو پھر رکے گا نہیں بلکہ زنا تک نوبت پہنچے گی۔ پھر یہ مسئلہ ایک بار کی ملاقات سے بھی حل نہیں ہوگا بلکہ حرص اور بڑھتی جائے گی۔ لہٰذا بے حجابی کی اس مہم کا سلسلہ صرف بے حجابی پر ہی ختم نہ ہوگا بلکہ یہ اپنی انتہائی حدوں تک پہنچ کر ہی دم لے گا اور ہمارے ہاں بھی فحاشی سے لبریز ایسا ہی معاشرہ قائم ہو جائے گا جیسا کہ مغربی ممالک میں ہے۔

○ ان کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ عورتوں کو گھروں میں بند رکھنے کا مطلب ان کا حبس دوام ہے جو ظلم ہے۔ اس اعتراض کو بڑھا چڑھا کر خواہ مخواہ بھیانک صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔ عورتوں کی ضروریات کا اسلام نے پورا پورا لحاظ رکھا ہے اور اسے ضروریات کے لئے گھر سے باہر جانے کی اجازت دی ہے۔ لہٰذا یہ اعتراض ہی ناقابل تسلیم

ہے۔ ہاں اسلام عورتوں کے آوارہ پھرنے، چھوٹی موٹی چیزوں کی خرید وفروخت کے بہانے بازاروں میں گشت کرنے، مخلوط جگہوں میں پکنک منانے، کلب گھروں اور ہوٹلوں میں جانے اور بغیر محرم سفر کرنے سے ضرور منع کرتا ہے کیونکہ یہ تمام اُمور پردہ کی علت پر براہِ راست حملہ آور ہوتے ہیں۔

○ تیسرا اعتراض یہ ہے کہ بچوں کی تربیت کے لئے ماؤں کا تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے۔ اگر عورت کو یوں پردہ میں رکھا جائے تو وہ تعلیم حاصل نہیں کرسکتی۔

یہ اعتراض تجربہ ومشاہدہ دونوں کے خلاف ہے۔ تجربہ کے خلاف اس لئے کہ امتِ مسلمہ میں ایسی بے شمار عورتیں موجود رہی ہیں جو علم وفضل کے لحاظ سے آفتاب وماہتاب کی حیثیت رکھتی ہیں۔ دورِ صحابہ وتابعین اور مابعد کے اَدوار میں بھی، ایسی عورتوں کے تذکرے کتابوں میں موجود ہیں۔ ان سب نے پردہ میں رہ کر ہی تعلیم حاصل کی تھی اور ان کی فہرست اتنی طویل ہے کہ یہ مختصر کتاب ان کے صرف نام تک گنانے کی بھی متحمل نہیں اور مشاہدہ کے خلاف اس لئے کہ آج بھی لڑکیاں باپردہ رہ کر اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ خواہ یہ تعلیم دینی علوم سے متعلق ہو یا عصری علوم سے یا دونوں سے۔

○ ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ عورتوں کے گھر میں رہنے اور تازہ آب وہوا نہ ملنے سے ان کی صحت خراب ہوجاتی ہے۔

اب دیکھئے جیسی یہ حضرات تازہ ہوا عورتوں کو دلوانا چاہتے ہیں وہ تو صرف کسانوں کو کھیتوں پر ہی نصیب ہوتی ہے۔ رہے دوسرے لوگ جو اپنی دکانوں، کارخانوں، فیکٹریوں یا دفتروں میں کام کرتے ہیں وہ بھی محبوس ہی ہوتے ہیں۔ مردوں کو بھی آدھا وقت اسی گھر میں محبوس رہنا پڑتا ہے جس گھر میں عورت محبوس ہوتی ہے۔ تازہ ہوا نہ عورت کو ملتی ہے نہ مرد کو۔ پھر اکیلی عورت کیسے مظلوم ہوئی؟ تازہ آب وہوا کی کمی کی وجہ سے عورت کی صحت اگر خراب رہتی ہے تو مرد کی بھی اس اصول کے مطابق ضرور خراب رہنی چاہیے، ماسوائے کسانوں کے یا اُن لوگوں کے جو کھلی ہوا میں کام کرتے ہیں۔

آج کل صحت فی الواقع خراب ہے عورتوں کی بھی اور مردوں کی بھی لیکن اس کی وجہ وہ نہیں جو یہ حضرات باور کرانا چاہتے ہیں۔ اگر اس خرابی صحت کی وجہ پردہ اور گھر میں بند رہنا یا تازہ ہوا کی کمی ہوتی تو آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے یا اس سے بھی قبل لوگوں کی صحت خراب ہوتی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اُس دور میں نہ عورتوں کی صحت خراب ہوتی تھی نہ مردوں کی اور آج دونوں کی خراب ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اس خرابی صحت کی وجہ کچھ نہ کچھ ہے ضرور جسے یہ حجاب شکن حضرات مخفی رکھنا چاہتے ہیں۔

اس خرابی صحت کی اصل وجہ وہ مسلسل جنسی ہیجان ہے جو معاشرہ میں ہر سو پھیلی ہوئی بے حیائی کے نتیجہ میں عورت اور مرد دونوں کو لاحق رہتا ہے، یہ عام بے پردگی اور بے حیائی، یہ فحش ناول اور لٹریچر، یہ اخباروں اور

اشتہاروں پر عورت کی دلکش تصاویر، کلب گھر، تفریح گاہیں، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر رقص وسرود کے پروگرام اور زہد شکن گانے، یہ تعلیم اور ثقافت کے مخلوط ادارے۔ ہسپتالوں میں نرسوں کا وجود اور ہوائی جہازوں میں مہمان نواز عورتوں کا وجود کون سی ایسی چیز ہے جو اس جنسی ہیجان کو ہر وقت متحرک نہیں رکھتی اور اس جنسی ہیجان کے ہر وقت متحرک رہنے کے نقصانات اگر آپ کو معلوم نہیں تو کسی ڈاکٹر سے پوچھ لیجئے۔ پھر اس آوارگی و بے حیائی کا نتیجہ بالآخر ناجائز طریقے سے شہوانی تسکین (مشت زنی، زنا وغیرہ) کی صورت میں نکلتا ہے۔ جو ناجائز حمل اور حرام بچے کی پیدائش کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ اس کا حل مانع حمل ادویات کی صورت میں نکالا گیا ہے کہ جن کا وجود جہاں ایک طرف بدکاری کو فروغ بخش رہا ہے تو دوسری طرف ان گولیوں کے استعمال سے عورتوں کی صحت بھی بری طرح متاثر ہو رہی ہے۔ اب تو غالباً یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ لوگوں اور بالخصوص عورتوں کی صحت کی خرابی کی اصل وجہ کیا ہے؟۔

○ کہا جاتا ہے کہ انسان کی تین ضرورتیں لابدی ہیں۔ بھوک، نیند اور جنسی ملاپ۔ ان کو اگر پورا نہ کیا جائے تو انسان کی صحت بری طرح متاثر ہوتی ہے۔ نیند تو بہر حال ہر ایک سے اپنا حق وصول کر ہی لیتی ہے۔ بھوک کا معاملہ یہ ہے کہ اگر وہ بھوک کے وقت گھر پر نہیں تو بازار سے، ہوٹل سے، عزیز واقارب کے ہاں ہو تو وہاں سے، غرض کسی بھی جگہ سے اپنی یہ ضروریات پوری کر ہی لیتا ہے۔ اور اس کے لئے محض اپنے گھر کا محتاج نہیں ہوتا۔ تو جیسی ضرورت غذائی بھوک کی ہے ویسی ہی جنسی بھوک کی بھی ہے۔ لہٰذا صرف بیوی سے ہی ملاپ کا تصور غیر فطری ہے۔ نیز اگر کسی کو بیوی بھی میسر نہ آسکے تو وہ کیا کرے؟۔

اس اعتراض میں غذائی بھوک اور جنسی بھوک کو ایک ہی سطح پر رکھ کر پیش کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ بات اصولی طور پر غلط ہے اور اس کی درج ذیل وجوہ ہیں:

1- غذائی بھوک کا اس کے سوا کوئی علاج نہیں کہ پیٹ کا تنور غذا سے پر کیا جائے۔ لیکن جنسی بھوک کا علاج قدرت نے از خود کر دیا ہے۔ جب انسان میں مادہ منویہ زیادہ ہو تو بذریعہ احتلام یہ مادہ خارج ہو جاتا ہے اور یہ جنسی بھوک از خود کم ہوتی رہتی ہے۔

2- جنسی بھوک کو کم خوری اور روزہ رکھنے کے ذریعہ بھی کم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن غذائی بھوک کا شکم پروری کے سوا کوئی علاج نہیں ہوتا۔

3- غذائی بھوک از خود پیدا ہو جاتی ہے جبکہ جنسی بھوک کو پیدا کیا جاتا ہے۔ آپ خود کو شہوانی خیالات اور ماحول سے محفوظ رکھ سکتے ہیں اور اگر آپ شہوانی خیالات میں مستغرق ہونے کے بجائے دوسرے مفید کاموں میں مصروف ہو جائیں تو یہ جنسی بھوک بیدار ہی نہ ہوگی، ورنہ یہ اپنے شباب کو پہنچ جائے گی۔ گویا اس جنسی بھوک کو پیدا کرنا، نہ کرنا، اعتدال پر رکھنا اور پروان چڑھانا بہت حد تک انسان کے اپنے اختیار میں ہوتا ہے۔ جبکہ

غذائی بھوک پر کنٹرول انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتا۔ ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق کے لئے کیا یہ بات کافی نہیں کہ آج کے معاشرہ میں بھی آپ کو کئی ایسے تعلیم یافتہ نوجوان پاکدامن بچے کافی تعداد میں مل سکتے ہیں کہ جن کی پچیس پچیس سال کی عمر تک شادی نہیں ہوتی اور ان کی زندگی بے داغ ہوتی ہے حالانکہ جنسی جذبات دس گیارہ سال کی عمر کے بعد بیدار ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

○ ایک اعتراض یہ ہے کہ اگر عورتیں مردوں سے فحاشی کے ڈر سے منہ چھپاتی ہیں تو گویا وہ سارے معاشرے کو بدمعاش اور خائن تصور کرتی ہیں، عورت کا مردوں سے منہ چھپانا فی الحقیقت مردوں کی غیرت کو چیلنج اور ان کے منہ پر تھپڑ رسید کرنے کے مترادف ہے۔

اس اعتراض کی صورت یہ ہوئی کہ جب آپ اپنے مال کی حفاظت کے لئے اپنے بکس یا گھر کو تالا لگاتے ہیں تو کیا آپ اس وقت یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ معاشرہ پورے کا پورا چوروں اور ڈاکوؤں پر مشتمل ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ یہ سمجھ کر تالا لگاتے ہیں کہ مال کو غیر محفوظ دیکھ کر کسی مفت میں مال اڑانے والے دل کے مریض کی نیت میں فتور نہ آ جائے۔ لہٰذا احتیاط یہی ہے کہ مال کو محفوظ کر دیا جائے۔ اسی طرح اگر کوئی حکومت انسدادِ جرائم کی غرض سے پولیس اور عدالت کا محکمہ قائم کرتی ہے تو کیا یہ سوچ کر کرتی ہے کہ چونکہ پوری کی پوری مملکت بدمعاش اور جرائم پیشہ ہے لہٰذا ان محکموں کا قیام ضروری ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ ان محکموں کے قیام کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتا ہے تو اس کو کیفر کردار تک پہنچایا جا سکے تا کہ دوسروں کو عبرت ہو۔ اسی طرح عورت جب پردہ کرتی ہے تو اس کے دل میں یہ خیال نہیں ہوتا کہ مردوں کی تمام تر جنس ہی جنسی امراض کا شکار ہے بلکہ وہ اس لئے پردہ کرتی ہے کہ اگر کسی کے دل میں جنسی روگ ہے بھی تو اس کی شکل وصورت دیکھ کر اس کی طرف مائل ہونے کی کوشش نہ کرے۔ عورت کا پردہ واقعی مردوں کے منہ پر تھپڑ ہے لیکن صرف ایسے مردوں کے منہ پر جو جنسی روگ میں مبتلا ہوتے ہیں اور عورت کے پردہ کو اپنے منہ پر تھپڑ کے مترادف سمجھتے ہیں۔ (۱)

(۱) [ماخوذ از، احکام ستر و حجاب از عبد الرحمن کیلانی (ص: ۹۱-۹۶)]

باب المسائل المتفرقة — متفرق مسائل کا بیان

پینٹ (Pant) پہننا

پینٹ (پتلون) پہننا جائز ہے بشرطیکہ اس سے مقصود کفار کی مشابہت نہ ہو اور وہ اتنی تنگ بھی نہ ہو کہ اسے پہنے ہوئے نماز یا غیر نماز میں ستر ظاہر ہو۔

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) لباس میں اصل جواز ہے سوائے اس کے جسے شریعت نے (اس حکم سے) مستثنیٰ کر دیا ہے جیسے مردوں کے لئے سونا اور ریشم وغیرہ، البتہ خارش یا اس طرح کے کسی عذر کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت ہے۔ اور پتلون پہننا (بھی جائز ہے کیونکہ یہ) کفار کے ساتھ خاص نہیں، لیکن ایسی تنگ پتلون پہننا جو اعضائے بدن کو حتی کہ ستر کو ظاہر کر دے، جائز نہیں۔ ہاں اگر کشادہ ہو تو پھر جائز ہے الا کہ اسے پہننے سے مقصود کفار کی مشابہت ہو (تو پھر یہ کشادہ پتلون پہننا بھی جائز نہیں)۔[1]

(شیخ ابن باز رحمہ اللہ) اگر پتلون مرد کا ستر یعنی ناف سے گھٹنے تک کا درمیانی حصہ اچھی طرح چھپا رہی ہو اور تنگ نہ ہو بلکہ کشادہ ہو تو پھر اس میں نماز جائز ہے۔ البتہ افضل یہ ہے کہ اس کے اوپر کوئی ایسی قمیص پہنی جائے جو ناف اور گھٹنے کا درمیانی حصہ ڈھانپ لے اور لمبائی میں وہ نصف پنڈلی یا ٹخنے تک ہو کیونکہ یہ ستر پوشی میں کامل ترین ہے۔[2]

(شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ رحمہ اللہ) پتلون اگر کفار کے لباس کی کوئی قسم یا ان کے کسی مخصوص لباس میں سے ہو تو پھر اسے پہننا ناجائز ہے کیونکہ ان کی مشابہت کی علت یہاں موجود ہے (اور وہ ممنوع ہے) لیکن اگر پتلون کفار کے مخصوص لباس میں سے نہ ہو تو پھر اسے پہننے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ لباس میں اصل اباحت ہی ہے الا کہ کسی لباس کی ممانعت کی کوئی دلیل مل جائے۔[3]

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) میری رائے میں عورت کے لئے پتلون پہننا مطلقاً منع ہے خواہ اس کے پاس شوہر کے سوا دوسرا کوئی بھی نہ ہو۔ اس لئے کہ اس میں مردوں کی مشابہت ہے کیونکہ پتلون مردوں کا لباس ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورتوں پر لعنت کی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔[4]

---

(١) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (٢٤٠/٤)]

(٢) [مجموع فتاوی ابن باز (٤١٤/١٠)]

(٣) [فتاوی ورسائل محمد بن ابراهيم آل الشيخ (٦٨/٤)]

(٤) [مجموع فتاوی ورسائل ابن عثيمين (٢٣٥/١٢)]

ٹائی (Tie) لگانا

(شیخ محمد صالح المنجد) مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے لباس اور ظاہر میں غیر مسلموں سے ممتاز ہو کیونکہ شریعتِ اسلامیہ نے اس کا حکم دیا ہے اور یہ کہ وہ کوئی بھی ایسا لباس نہ پہنے جو کفار کے خصائص میں شمار ہوتا ہو۔ رہا مسئلہ ٹائی (Tie) لگانے کا تو اگر وہ ایسا نہ کرے تو یہ افضل و بہتر ہے، البتہ اگر اسے کہیں ضرورت پیش آ جائے تو ان شاء اللہ اسے لگانے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اس بات سے متنبہ رہنا چاہیے کہ ٹائی خالص ریشم کی نہ ہو، نہ ہی اس میں صلیب یا جاندار کی تصاویر بنی ہوں۔ (۱)

شادی کے موقع پر انتہائی قیمتی لباس بنانا

آج کل عام رواج ہے کہ لوگ شادی بیاہ کے موقع پر انتہائی قیمتی لباس بناتے ہیں اور بعض صاحبِ حیثیت تو صرف دلہن کے ایک دن کے لباس پر لاکھ روپے سے بھی زیادہ خرچ دیتے ہیں۔ دوسری طرف دولہا کا لباس بھی اسی طرح انتہائی قیمتی ہوتا ہے۔ بلاشبہ یہ عمل اسراف و تبذیر میں شامل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ اگرچہ یہ منع نہیں کہ شادی کے موقع پر خوبصورت کپڑے پہنے جائیں لیکن ایسا قیمتی لباس پہننا کہ جس میں مال کا ضیاع اور فضول خرچی کا عنصر نمایاں نظر آئے، ہرگز جائز نہیں۔

گنجے پن کے علاج کے لئے ہیئر ٹرانسپلانٹ (Hair Transplant)

گنجے پن کے علاج کا ایک طریقہ یہ ہے کہ سر پر مصنوعی بال لگوا لئے جائیں، وہ ممنوع ہے (جیسا کہ اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے)۔ دوسرا طریقہ ہیئر ٹرانسپلانٹ کا ہے اور وہ یہ ہے کہ سر کے پچھلے حصے سے بال لے کر اسی شخص کے گنجے پن والی جگہ پر لگا دیئے جاتے ہیں۔ اسے اہل علم نے جائز قرار دیا ہے کیونکہ یہ وصلِ شعر نہیں (جس سے حدیث میں منع کیا گیا ہے) بلکہ یہ ایک طریقہ علاج ہے جس کے ذریعے انسان کو اللہ کی تخلیق پر واپس لایا جاتا ہے اور اس کے عیب کو ختم کیا جاتا ہے۔ گنجے پن کا عیب ہونا ایک حدیث میں بھی مذکور ہے (۲) جس میں تین آدمیوں کا قصہ ہے، ان میں سے ایک گنجا تھا اور اس کی خواہش تھی کہ اس کا یہ عیب دور ہو جائے اور اس کے بال واپس آ جائیں، فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کے بال واپس آ گئے اور وہ پھر سے خوبصورت دکھائی دینے لگا۔ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے بھی گنجے پن کے اس دوسرے علاج (ہیئر ٹرانسپلانٹ) کو جائز قرار دیا ہے۔ (۳)

---

(۱) [دیکھئے شیخ المنجد کی ویب سائٹ : http://www.islamqa.com/ur/ref/1399]

(۲) [بخاری (۳۲۷۷) مسلم (۲۹۶٤)]

(۳) [فتاوی علماء بلد الحرام (ص : ۱۸۵۱)]

داڑھی اُگانے کے لئے ٹرانسپلانٹ (Transplant)

درج بالا فتویٰ کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ٹرانسپلانٹ کے ذریعے ایسے مرد کی داڑھی اُگانے میں بھی کوئی حرج نہیں جس کی داڑھی نہ اُگی ہو، کیونکہ یہ بھی انسان کو اللہ کی تخلیق پر واپس لانے کے ہی مترادف ہے (اس لئے کہ مرد کو اللہ نے داڑھی والا بنایا ہے) اور اگر کسی مرد کی داڑھی نہ اُگی ہو تو یہ اس کا عیب تصور ہوگا جسے بذریعہ علاج دور کیا جا سکتا ہے۔ نیز اہل علم کے وہ فتاویٰ بھی یہاں ملحوظ رکھنے چاہییں جن میں انہوں نے عورت کے چہرے کے غیر عادی بال مثلاً داڑھی یا مونچھیں صاف کرنے کی اجازت دی ہے (جیسا کہ اس کے متعلق فتوے پیچھے عنوان ''غیر عادی بالوں کو صاف کرنا'' کے تحت گزر چکے ہیں)، بعینہٖ مرد کے لئے خلافِ عادت یہ امر ہے کہ اس کی داڑھی نہ اُگے، لہٰذا اگر ممکن ہو تو بذریعہ علاج اس کی داڑھی اُگائی جا سکتی ہے۔ (واللہ اعلم)

مصنوعی پلکیں لگانا

اہل علم کا کہنا ہے کہ عورت کے لئے مصنوعی پلکیں لگانا جائز نہیں کیونکہ یہ وصلِ شعر (یعنی بالوں کے ساتھ بال ملانا) میں شامل ہے جس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے لعنت کی ہے۔[1]

خوبصورتی کے لئے چہرے یا دیگر اعضائے بدن کی پلاسٹک سرجری (Plastic Surgery)

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) زینت کا حصول دو قسم کا ہوتا ہے: ① ایک تو کسی حادثے وغیرہ کے نتیجے میں لاحق عیب کا ازالہ کرنا، تو اس میں کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ نبی ﷺ نے اُس شخص کو سونے کی ناک لگوانے کی اجازت دی تھی جس کی ناک ایک جنگ میں کٹ گئی تھی۔ ② دوسرے یہ کہ اس سے کسی عیب کا ازالہ نہیں بلکہ اضافی جمال اور حسن میں مزید نکھار کرنا مقصود ہو، تو یہ ناجائز اور حرام ہے۔ اس لئے کہ نبی ﷺ نے بال نوچنے والی، اس کا مطالبہ کرنے والی، مصنوعی بال لگانے والی، لگوانے والی، سرمہ بھرنے والی سب پر لعنت فرمائی ہے، اور یہ اس لیے کہ ان کاروائیوں کا مقصد ازالہ عیب نہیں بلکہ حسن میں کمال پیدا کرنا ہوتا ہے۔ جہاں تک بیوٹی سرجری کا علم حاصل کرنے والے طالب علم کا تعلق ہے تو اس علم کے سیکھنے میں کوئی حرج نہیں، ہاں اس علم کو حرام مواقع پر استعمال نہیں کرنا چاہیے، بلکہ جو شخص ایسا کرنا چاہے تو اسے اس سے پرہیز کرنے کی تلقین کرنی چاہیے، اس لئے کہ وہ حرام ہے کیونکہ عموماً اگر ڈاکٹر کسی بات کی تلقین کرے تو لوگوں پر اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔[2]

---

(۱) [لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ۔ بخاری (۵۹۳۷) کتاب اللباس، مسلم (۲۱۲۴) ترمذی (۲۷۸۳)]

(۲) [فتاوی برائے خواتین، اردو ترجمہ "فتاوی المرأة" (ص: ۳۴۰)]

الکوحل (Alcohol) والے پرفیوم کا استعمال

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) ان کے فتویٰ کے مطابق اگر تو (پرفیوم میں) الکوحل کی مقدار بہت کم ہو (یعنی 5 فیصد کے قریب) تو پھر اسے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر اس کی مقدار زیادہ ہو تو اگرچہ یہ حرام تو نہیں لیکن اس سے بچنا ہی بہتر ہے، تب اسے صرف بوقتِ ضرورت ہی استعمال کرنا چاہیے مثلاً زخم کی جگہ کو سن کرنے کے لئے وغیرہ۔ اسے حرام اس لئے نہیں کہا جاسکتا کیونکہ نشہ آور چیز کو صرف پینے سے منع کیا گیا ہے، کیا پینے کے علاوہ اس کا کوئی دوسرا استعمال بھی حرام ہے؟ یہ بات محلِ نظر ہے، تاہم احتیاط اسی میں ہے کہ بلاضرورت اسے استعمال نہ کیا جائے۔ (۱)

ایک دوسرے فتویٰ میں ہے کہ جس پرفیوم میں الکوحل کی مقدار کم ہو اسے لگا کر نماز بھی درست ہے۔ (۲)

(شیخ ابن جبرین رحمہ اللہ) الکوحل والا پرفیوم استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اگرچہ الکوحل نشہ آور چیز ہے لیکن یہاں مقصد اسے پینا نہیں۔ (۳)

تزئین وآرائش کے لئے کمرے میں مور (Peacock) کے پَر لگانا

اہل علم کا کہنا ہے کہ گھر یا کمرے کی آرائش کے لئے مور کے پر استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں اور ایسی جگہ پر نماز ادا کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

ڈیکوریشن (Decoration) کے لئے گھر میں پرندے اور مچھلیاں رکھنا

(شیخ ابن باز رحمہ اللہ) کسی نے دریافت کیا کہ کیا یہ جائز ہے کہ گھروں میں ڈیکوریشن کے لئے پرندوں مثلاً طوطوں یا بلبلوں کو پنجروں میں ڈال کر رکھا جائے تاکہ ان کی آواز سے لطف حاصل ہو، یا پانی کے حوض میں رنگین مچھلیوں کو رکھا جائے؟ تو شیخ نے جواب دیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ ان جانوروں پر ظلم نہ کیا جائے اور ان کے کھانے پینے کا اچھا انتظام کیا جائے، خواہ یہ طوطا ہو یا کبوتر یا مرغ، بشرطیکہ ان سے اچھا سلوک کیا جائے اور ان پر ظلم نہ کیا جائے اور خواہ انہیں حوضوں میں رکھا جائے یا پنجروں میں۔ (٤)

مردوں کا کڑے، چوڑیاں، کنگن یا بالیاں پہننا

اہل علم کا کہنا ہے کہ کڑے، چوڑیاں، کنگن اور بالیاں دراصل عورت کا زیور ہے اور عورت کی مشابہت (بالخصوص لباس میں) ممنوع ہے۔ لہٰذا مردوں کو ایسی اشیاء پہننے سے بچنا چاہیے۔ علاوہ ازیں مردوں کے لئے

---

(۱) [لقاء الباب المفتوح شیخ ابن عثیمین (۲٤۰)]
(۲) [مجموع فتاوی ورسائل شیخ ابن عثیمین (۲۰۲/۱۲)]
(۳) [فتاوی الشیخ ابن جبرین: کتاب الاطعمة]
(٤) [فتاوی اسلامیة 'اردو' (٤۷۰/٤)]

مسنون یہ ہے کہ اگر وہ کچھ پہننا چاہیں تو چاندی کی انگوٹھی پہنیں (اور انگوٹھی کا مسئلہ پیچھے بالتفصیل گزر چکا ہے)۔

مردوں کا ایسی گھڑی پہننا جس پر سونے کا پانی چڑھا ہو

(شیخ ابن باز رحمہ اللہ) کسی نے دریافت کیا کہ کیا مرد ایسی گھڑی پہن سکتا ہے جسے زنگ سے بچانے کے لئے سونے کے پانی سے مزین کیا گیا ہو؟ تو شیخ نے جواب دیا کہ اسے پہننا ناجائز ہے کیونکہ سونے یا سونے سے مزین گھڑی یا سونے کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں، یہ سب کچھ مردوں کے لئے حرام ہے۔ یہ گھڑی اپنی بیوی یا کسی اور محرم عورت کو دے دو، آپ اسے بیچ بھی سکتے ہیں، لیکن آپ کے لئے اس کا استعمال جائز نہیں۔[1]

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) ان کا کہنا ہے کہ سونے کی پالش والی گھڑی میں کم از کم شبہ ضرور ہے اور شبہات سے بچنے کا حکم ہے اس لئے ایسی گھڑی پہننے سے بچنا ہی بہتر ہے۔ یہ تو بات تھی پالش کی لیکن اگر اس کی دھات میں سونے کی آمیزش ہو تو پھر صحیح بات یہی ہے کہ ایسی گھڑی پہننا مردوں کے لئے حرام ہے۔[2]

سونے کے دانت لگوانا یا دانت پر سونے کا خول چڑھانا

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کے فتویٰ کے مطابق بلا ضرورت مرد کے لئے سونے کا دانت لگوانا جائز نہیں کیونکہ مرد کے لئے سونا پہننا حرام ہے، البتہ عورت ایسا کر سکتی ہے کیونکہ اس کے لئے سونا پہننا حلال ہے، بشرطیکہ اس میں اسراف و تبذیر کا کوئی پہلو نہ ہو۔[3]

عورتوں کے لئے بال صفا پاؤڈر یا کریم کا استعمال

اہل علم کا کہنا ہے کہ عورتیں زیر ناف کے بالوں کی صفائی کے لئے ''بال صفا پاؤڈر'' (یا اس طرح کی کوئی بھی دوسری چیز مثلاً کریم وغیرہ) استعمال کر سکتی ہیں، بشرطیکہ اس کے استعمال سے جلد کو کوئی نقصان نہ ہو۔ تاہم بہتر یہ ہے کہ ان بالوں کو مونڈا جائے کیونکہ احادیث میں ﴿ حَلْقُ الْعَانَةِ ﴾ ''زیر ناف مونڈنے'' کا ہی ذکر ملتا ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ جب کوئی سفر سے واپس لوٹے تو اچانک گھر میں داخل نہ ہو بلکہ پہلے اپنے آنے کی اطلاع کرے تاکہ پراگندہ بالوں والی کنگھی کر لے ﴿ وَ تَسْتَحِدُّ الْمُغِيْبَةُ ﴾ ''اور جس کا شوہر غائب تھا وہ (اُسترے وغیرہ کے ساتھ اپنے زیر ناف کے) بال مونڈ لے۔''[4]

---

(۱) [فتاوی اسلامیة 'اردو' (۲۷۵/٤)]

(۲) [ماخوذ از، فتاوی اسلامیة 'اردو' (۲۷٦/٤)]

(۳) [مجموع فتاوی لابن عثیمین (۱۰۸/۱۸)]

(٤) [بخاری (۵۰۷۹) کتاب النکاح: باب الثیبات وقالت ام حبیبة قال النبی ﷺ: لا تعرضن علی ...]

غیر محرم عورت اور فیملی یا اجنبی ڈرائیور

(شیخ ابن جبرین رحمہ اللہ) کسی نے دریافت کیا کہ گھریلو ڈرائیور کا گھر کی عورتوں اور دوشیزاؤں سے ملنا جلنا اور ان کے ساتھ مارکیٹ یا سکول جانا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

شیخ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ''کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہیں جاتا مگر تیسرا ان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔'' خلوت گھر میں ہو یا گاڑی میں، مارکیٹ میں ہو یا کہیں اور ایک ہی بات ہے۔ مرد وزن کی تنہائی میں اس امر کی کوئی ضمانت نہیں کہ ان کی گفتگو باعث فتنہ اور باعث شہوت انگیزی نہیں ہوگی، اس بات کے باوجود کہ بعض خواتین وحضرات میں تقویٰ و پرہیزگاری، خشیتِ الٰہی اور معصیت وخیانت سے نفرت، موجود ہوتی ہے مگر ان میں شیطان مداخلت کرتا ہے اور گناہ کو کمتر صورت میں پیش کر کے فریب کاری کا دروازہ کھول دیتا ہے، لہٰذا اس سے اجتناب کرنا باعث حفاظت وسلامتی ہے۔(۱)

(شیخ ابن باز رحمہ اللہ) کسی نے دریافت کیا کہ اجنبی ڈرائیور کے ساتھ اکیلی عورت کا اس لئے سوار ہونا کہ وہ اسے شہر تک پہنچا دے، کیا حکم رکھتا ہے؟ نیز کسی شخص کی عدم موجودگی میں اگر چند عورتیں اکیلے اجنبی ڈرائیور کے ساتھ گاڑی میں سوار ہوں تو اس کا کیا حکم ہے؟

شیخ نے جواب دیا کہ غیر محرم ڈرائیور کے ساتھ اکیلی عورت کا گاڑی میں سوار ہونا ناجائز ہے، کیونکہ یہ خلوت کے حکم میں ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''کوئی آدمی کسی عورت کے محرم کے بغیر اس کے ساتھ خلوت میں نہ جائے۔'' آپ ﷺ ہی کا ارشاد ہے کہ ''کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ جائے کیونکہ ان کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔''

ہاں اگر دونوں کے ساتھ ایک یا زیادہ مرد ہوں یا ایک یا زیادہ عورتیں ہوں تو اطمینان بخش حالات میں کوئی حرج نہیں۔ اس لئے کہ ایک یا زیادہ لوگوں کی موجودگی میں خلوت ختم ہو جاتی ہے۔ یاد رہے کہ یہ حکم غیر سفری حالت کا ہے۔ جہاں تک سفری حالت کا تعلق ہے تو عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ محرم کے بغیر سفر کرے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔'' [بخاری، مسلم]

سفر بری ہو، بحری ہو یا ہوائی سب کا ایک ہی حکم ہے۔ (واللہ ولی التوفیق)(۲)

---

(۱) [فتاوی برائے خواتین، اردو ترجمہ ''فتاوی المرأۃ'' (ص: ۲۰۳)]

(۲) [ایضا (ص: ۲۶۹)]

باب الاحادیث الضعیفۃ چند ضعیف احادیث کا بیان

(1) ﴿اِیَّاکُمْ وَ التَّعَرِّیْ فَاِنَّ مَعَکُمْ مَنْ لَا یُفَارِقُکُمْ اِلَّا عِنْدَ الْغَائِطِ وَ حِیْنَ یُفْضِی الرَّجُلُ اِلٰی اَھْلِہٖ فَاسْتَحْیُوْھُمْ وَ اَکْرِمُوْھُمْ﴾ ''ننگے ہونے سے بچو، یقیناً تمہارے ساتھ ایسی ہستیاں ہیں (یعنی کراماً کاتبین) جو تم سے جدا نہیں ہوتیں، سوائے قضائے حاجت اور اپنی بیوی سے مباشرت کے وقت، لہٰذا ان سے حیا کرو اور ان کی تکریم کا لحاظ رکھو۔''(۱)

(2) ﴿اِنِّیْ لَاَحْسِبُ اِحْدَاکُنَّ اِذَا اَتَاھَا زَوْجُھَا لَیَکْشِفَانِ عَنْھُمَا اللِّحَافَ ، یَنْظُرُ اَحَدُھُمَا اِلٰی عَوْرَۃِ صَاحِبِہٖ کَاَنَّھُمَا حِمَارَانِ ، فَلَا تَفْعَلْنَ ، فَاِنَّ اللّٰہَ یَمْقُتُ عَلٰی ذَالِکَ﴾ ''جب تم میں سے کسی کا شوہر (مباشرت کے لئے) اس کے پاس آتا ہے اور وہ دونوں اپنا لحاف اُتارتے ہیں اور پھر ایک دوسرے کے مقاماتِ ستر کو دیکھتے ہیں تو میرے گمان کے مطابق وہ دونوں گدھوں والی حرکت کرتے ہیں، پس تم ایسا مت کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسا کرنے سے ناراض ہوتے ہیں۔''(۲)

(3) ﴿لَا تُبْرِزْ فَخِذَکَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰی فَخِذِ حَیٍّ وَّلَا مَیِّتٍ﴾ ''اپنی ران کو ظاہر مت کرو اور کسی کی ران مت دیکھو خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ۔''(۳)

(4) ﴿اَنَّ عُمَرَ قَالَ : اِنِّیْ لَاُحِبُّ اَنْ اَنْظُرَ اِلَی الْقَارِیْ اَبْیَضَ الثِّیَابِ﴾ ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے پسند ہے کہ میں قاری (یا عالم دین) کو سفید لباس میں ملبوس دیکھوں۔''(٤)

(5) ﴿اِنَّ اَحْسَنَ مَا اخْتَضَبْتُمْ بِہٖ لَھٰذَا السَّوَادُ اَرْغَبُ لِنِسَائِکُمْ فِیْکُمْ وَ اَھْیَبُ لَکُمْ فِیْ صُدُوْرِ عَدُوِّکُمْ﴾ ''بالوں کو رنگنے کے لئے بہترین رنگ کالا ہے، یہ تم میں تمہاری عورتوں کی رغبت کا باعث ہے اور تمہارے دشمنوں کے سینوں میں تمہاری ہیبت (اور رعب) کا ذریعہ ہے۔''(٥)

---

(۱) [**ضعیف** : ارواء الغلیل (٦٤) ضعیف ترمذی (٧٥) ضعیف الجامع الصغیر (٢١٩٤) ترمذی (٢٨٠٠) ابواب الادب : باب فی استتار عند الجماع]

(۲) [**منکر جدا** : السلسلۃ الضعیفۃ (٦٠٠٦) طبرانی کبیر (٢٤٨/٨)]

(۳) [**ضعیف** : ضعیف أبو داود (٨٦٧) ضعیف الجامع (٦١٨٧) إرواء الغلیل (٢٦٩) أبو داود (٤٠١٥) أیضا ' ابن ماجۃ (١٤٦٠) حاکم (١٨٠/٤) بزار (٦٩٤)]

(٤) [**ضعیف** : مؤطا (٢٨٥٨) کتاب اللباس : باب ما جاء فی لبس الثیاب للجمال بھا ، ابو نعیم فی الحلیۃ (٣٢٨/٦)] اس کی سند کو اہل علم نے معضل منقطع کہا ہے۔ شیخ سلیم ہلالی اور شیخ احمد علی سلیمان نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: مؤطا (سہ رنگہ) مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور]

(٥) [**ضعیف** : ضعیف الجامع الصغیر (١٣٧٥) تمام المنۃ (ص : ٨٧) السلسلۃ الضعیفۃ (٢٩٧٢) ضعیف ابن ماجہ (٧٩٣) ابن ماجہ (٣٦١٥) کتاب اللباس : باب الخضاب بالسواد]

سیریز تفہیمِ کتاب وسُنّت

زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق مکمل دینی رہنمائی پر مشتمل تحقیقی کتب

اگر آپ قرآن کریم، صحیح احادیث اور سلف صالحین کے فہم کے مطابق مکمل دینی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہماری تفہیمِ کتاب وسنت سیریز کی درج ذیل مستند کتب فوراً حاصل کیجئے۔

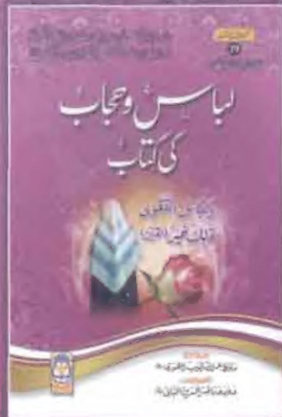
1. ایمان کی کتاب
2. توحید کی کتاب
3. سنت کی کتاب
4. طہارت کی کتاب
5. نماز کی کتاب
6. زکوٰۃ کی کتاب
7. روزوں کی کتاب
8. حج وعمرہ کی کتاب
9. جنازے کی کتاب
10. تجارت کی کتاب
11. نکاح کی کتاب
12. طلاق کی کتاب
13. اولاد اور والدین کی کتاب
14. دعاؤں کی کتاب
15. جادو، جنات سے بچاؤ کی کتاب
16. شیطان سے بچاؤ کی کتاب
17. دجال اور علامات قیامت کی کتاب
18. آخرت کی کتاب
19. لباس وحجاب کی کتاب
20. فضائل قرآن کی کتاب
21. جاری ہے----

اس سیریز کی چند خصوصیات

- اپنے اپنے موضوع پر جامع کتب۔
- ابتداء میں چند ضروری اصطلاحات حدیث۔
- مسائل میں کتاب وسنت کے علاوہ ائمہ اربعہ کے موقف کی وضاحت۔
- کبار علماء وفقہاء کے اقوال وفتاویٰ۔
- تمام مسائل با دلائل۔
- تمام حوالہ جات کی مکمل تخریج۔
- شیخ البانی ؒ اور دیگر محققین کی تحقیقات سے استفادہ۔

ان خصوصیات کی بنا پر یقیناً یہ کتب ہر لائبریری اور ہر گھر کی ضرورت ہیں لہٰذا انہیں خود بھی حاصل کریں اور دوسروں تک بھی پہنچائیں۔

کتاب اللباس والحجاب



اسلام کا امتیاز یہ ہے کہ یہ ایک کامل دین ہے۔ اس میں اس قدر جامعیت ہے کہ یہ ہر شعبۂ زندگی کے متعلق بہترین رہنمائی کرتا ہے۔ عبادت وریاضت سے لے کر معیشت ومعاشرت تک اس میں ہدایات موجود ہیں۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ مسلمان اسے ترک کر کے غیر مسلموں کی نقالی میں مصروف ہیں۔ آج جن اُمور میں اغیار کی مشابہت اختیار کی جارہی ہے ان میں ایک مسئلہ لباس اور زیب وزینت کا بھی ہے۔ اگرچہ بظاہر نام مسلمانوں کا ہے لیکن وضع قطع اور رہن سہن یہود وہنود کا ہے۔ اسلامی لباس کی بجائے کفار کے لباس کو ترجیح دی جاتی ہے۔ حجاب ونقاب کی جگہ تنگ اور عریاں لباس نے لے لی ہے۔ حسن وجمال اور خوبصورتی میں اضافے کے لئے ہر جائز وناجائز طریقہ اختیار کیا جارہا ہے۔

ان حالات کے پیش نظر ہمارے محترم دوست **حافظ عمران ایوب لاہوری** نے لباس کے آداب واحکام پر مشتمل یہ مختصر مگر جامع کتاب تحریر کی ہے۔ جس میں اسلامی لباس کی اہمیت اُجاگر کرتے ہوئے لباس اور زیب وزینت کی اشیاء میں کفار کی تقلید کی مذمت کی گئی ہے۔ جائز وناجائز لباس کی تفصیل، ستر وحجاب اور زیب وزینت کے مسائل بھی پیش کئے گئے ہیں۔

آج کل چونکہ فیشن اور خوبصورتی کے نت نئے انداز اور طریقے ایجاد ہو چکے ہیں اس لئے چند جدید مسائل جیسے ہیئر ٹرانسپلانٹ، پلکنگ، تھریڈنگ، باڈی آرٹ، ہیئر کلرنگ، پلاسٹک سرجری، پینٹ کوٹ اور ٹائی پہننا، سر پر وگ لگانا، لپ اسٹک، نیل پالش اور آنکھوں کے لینز وغیرہ کی شرعی حیثیت بھی اس کتاب کا حصہ ہیں۔

سلاست وشگفتگی کی مظہر یہ تحریر یقیناً ہر گھر اور ہر لائبریری کی ضرورت ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے مسلمانوں کی اصلاح کا ایک مفید ذریعہ بنائے۔ (آمین!)

ڈاکٹر حافظ حسن مدنی حفظہ اللہ
مدیر التعلیم جامعہ لاہور الاسلامیہ، مدیر ماہنامہ محدث، لاہور

01-19

تفہیم کتاب وسنت کا تحقیقی وطباعتی ادارہ
فقہ الحدیث پبلیکیشنز
لاہور ۔ پاکستان
0300-4206199
Website: fiqhulhadith.com, E-Mail: editor@fiqhulhadith.com